بسم اللہ الرحمن الرحیم

اضافہ شدہ

ہیں آج افسردہ اہلِ دانش ، فلک سے ایسا ستارا ٹوٹا
زمانہ کرب و الم میں ڈوبا ، فضا پہ طاری ہے سوگواری

انس بجنوری

چراغِ علم و عمل

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ
کی وفات پر تاثراتی مضامین کا مجموعہ

جمع و ترتیب - مسعود اعجازی اورنگ آبادی مہاراشٹری

اضافہ شدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہیں آج افسردہ اہلِ دانش ، فلک سے ایسا ستارا ٹوٹا
زمانہ کرب و الم میں ڈوبا ، فضا پہ طاری ہے سوگواری

انس بجنوری

چراغِ علم و عمل

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ
کی وفات پر تاثراتی مضامین کا مجموعہ

جمع و ترتیب - مسعود اعجازی اورنگ آبادی مہاراشٹری

نام کتابچہ	:	چراغِ علم و عمل
جمع و ترتیب	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادیؔ
صفحات	:	دو سو چالیس (240)
اشاعت	:	مئی 2025ء/ ذی قعدہ1446ھ
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادیؔ
موبائل نمبر	:	(+91) 9309827381
زیر اہتمام	:	پاسبانِ علم و ادب

یہ کتابچہ صرف برقی (پی ڈی ایف ، میں) شائع کیا گیا ہے۔

فہرست مضامین

اپنی بات ——— بقلم :- مرتب

اللہ تعالیٰ بعض بندوں کواپنے دین کی خدمت، علم کی اشاعت اور خلق کی اصلاح کے لیے منتخب فرماتا ہے۔ انکی زندگیاں محض وقت کا حصہ نہیں ہوتیں، بلکہ ایک چراغ بن جاتی ہیں، جو علم، عمل، اخلاص اور حکمت کی روشنی بکھیرتی ہیں۔ ایسے ہی روشن چراغوں میں سے ایک نام **حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب** دامت برکاتہم کا بھی ہے۔

یہ مجموعہ جسے ہم نے **چراغِ علم و عمل** کا نام دیا ہے،دراصل اُنہی کی جامع شخصیت، عظیم خدمات، اور روحانی فیضان پر لکھے گئے سوانحی و تاثراتی مضامین کا حسین گلدستہ ہے۔

یہ مضامین اُن شخصیات کے قلم سے ہیں جنہوں نے حضرت کو قریب سے دیکھا، سنا، برتا اور محسوس کیا۔کسی نے شاگردی میں رہ کر اُنکی شفقت دیکھی، تو کسی نے رفاقت میں اُن کی بصیرت کاجلوہ محسوس کیا؛کسی نے انکے زہد وتقویٰ اور تواضع سے سبق لیا، تو کسی نے ان کے علمی رسوخ سے اپنی فکری پیاس بجھائی۔

اس کتاب کا مقصد نہ صرف حضرت کی علمی و عملی زندگی کو محفوظ کرنا ہے بلکہ انکے اسوۂ حسنہ کو اہلِ علم، طلبہ، اورعام قارئین کے لیے مشعلِ راہ بنانا بھی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس مجموعے کامطالعہ قارئین کےدلوں میں علم و عمل کی نئی شمعیں روشن کرے گا۔اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرفِ قبولیت عطافرمائے،اوراللہ تعالیٰ حضرت وستانویؒ کی کامل مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔آمین یا رب العالمین

حرف آغاز ــــــــــــــ بقلم :- مفتی عبید اللہ شمیم قاسمی

حضرت مولاناغلام محمدوستانوی صاحب رحمہ اللہ کی وفات ملت اسلامیہ ہندیہ اور بالخصوص مدارس اسلامیہ کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے، آپ نے اپنی زندگی میں بہت ہی کار ہائے نمایاں انجام دیے خود آپ کے مدرسے جامعہ اشاعت الاسلام اکل کوا میں 10 ہزار کے قریب طلبہ تعلیم پا رہے ہیں، حضرت مولانا ہندوستان کی مختلف دینی درسگاہوں کے رکن شوری اور ہزاروں مکاتب کے قائم کرنے والے تھے، ان کے انتقال کے بعد اس خلا کا پر ہونا تو بہت ہی ناممکن نظر آرہاہے مگر اللہ تعالی کا یہ غیبی نظام ہے کہ جب کسی بڑے اللہ والے کی وفات ہو جاتی ہے تو اس کے بعد آنے والوں کو صبر کی تلقین بھی ہو جاتی ہے اور اس کام کو سنبھالنے کا ملکہ بھی عطا فرما دیتے ہیں۔

حضرت مولانا کی وفات پر ملک کے مختلف اہل قلم نے اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا ہے، ہمارے **حافظ مسعود اعجازیؔ صاحب** اللہ تعالی انکو صحت وسلامتی کے ساتھ رکھےاور ان سے خوب دین کاکام لے،انہوں نے حضرت مولاناکی وفات پرجومضامین واٹس ایپ کے مختلف گروپ اور دیگر سوشل میڈیا پر آئے تھے انہیں یکجا کر دیا ہے، 30 کے قریب مضامین ہیں، اب ان مضامین سے پورے طور پر استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالی ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرما کر جنت الفردوس میں انہیں اعلی مقام نصیب فرمائے۔

عبید اللہ شمیم قاسمی

7/مئی 2025ء / 8 ذی قعدہ 1446ھ

مولانا وستانوی کا انتقال ملت اسلامیہ بڑا خسارہ

بقلم :- مولانا شیخ محمد خالد اعظمی قاسمی

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب رحمۃاللہ علیہ کی وفات حسرت آیات یقیناً ملت اسلامیہ کیلیئے ایک بڑا خسارہ ہے ، موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے ناچیز کی شناسائی نہیں تھی لیکن ان کی ہمہ گیر دینی ملی تعلیمی سماجی خدمات سے ہر خاص و عام واقف ہے ، انھوں نے قرآن کریم کی خدمت کیساتھ تعلیمی میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیا ہے ہندوستان میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے ، دینی تعلیمی کیساتھ عصری تعلیم کو بھی انھوں نے اپنی کاوش کا ہدف بنایا جس میں وہ مکمل کامیاب رہے ، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ موصوف کی خدمات ان کیلیئے صدقہ جاریہ ہونگی

ہمارے گروپ پاسبان علم و ادب میں جب یہ جانکاہ خبر آئی تو ارکان پاسبان نے دعائے مغفرت کا اہتمام کیا اورساتھ ہی تلاوت قرآن کے ذریعے ایصال ثواب بھی کیا گیا ، پورا پاسبانی خاندان اس عظیم شخصیت کی رحلت پر غمزدہ ہے اور حضرت مولانا کے اہل خانہ اور تمام محبین و متوسلین کو تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے ، دعا ہے کہ اللہ تعالٰی حضرت مولانا کی خدمات کو قبول فرمائے ، کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے ، اور اہل خانہ و تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

شیخ محمد خالد اعظمی

ایڈمن پاسبان علم و ادب

کہتے ہیں درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے

بقلم :- مولانا ڈاکٹر ارشد قاسمی

یہ جملہ جب بھی ذہن میں آتا ہے، کچھ چہرے اور چند ادارے خود بخود آنکھوں کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ انہی روشن چہروں میں ایک چمکتا ہوا چہرہ، ایک تربیت یافتہ دل و دماغ،اور ایک بلند ہمت شخصیت مولانا وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ اگرچہ مجھے براہ راست ان سے ملاقات اور استفادے کا شرف حاصل نہ ہو سکا، لیکن زندگی کے سفر میں مجھے ان کے قائم کردہ ادارے کی خوشبو محسوس کرنے کا موقع ضرور ملا۔

بمبئی میں صابوصدیق ہاسپیٹل میں ملازمت کے دوران ان کے قائم کردہ یونانی میڈیکل کالج کے فضلاء و فاضلات کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ ان کے اخلاق، وضع داری، دینی وابستگی اور عملی زندگی میں شرعی شعور کو دیکھ کر دل بے ساختہ اس معمارِ ملت کو دعائیں دینے پر آمادہ ہوا۔دیگر اداروں کے مقابلے میں یہاں کے فارغین زیادہ دیندار، باعمل اور ظاہری و باطنی پاکیزگی سے آراستہ نظر آئے۔ طالبات کا پردہ، جسے آج کے تعلیمی ماحول میں اکثر نظرانداز کر دیا جاتا ہے، یہاں ایک مسلمہ قدر کی حیثیت رکھتا تھا۔

یہ سب کچھ یوں ہی نہیں تھا۔ اس کے پیچھے یقیناً مولانا وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خلوص پر مبنی جدوجہد، ان کا حکیمانہ اندازِ تربیت، اعلیٰ انتظامی صلاحیت، اور ملت کے لیے فکری تڑپ کارفرما تھی۔ انھوں نے تعلیم کو صرف سند اور روزگار کا ذریعہ نہیں بلکہ کردار

سازی اور روحانی تربیت کا وسیلہ بنایا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے زلات و سیّئات کو حسنات سے مبدل فرمائے، اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ وہ بظاہر ایک فرد تھے، لیکن کام اکیڈمیوں بلکہ حکومتوں سے بڑھ کر کر گئے۔ انھوں نے جن اداروں کی بنیاد رکھی، وہ آج بھی علم و عمل کی شمعیں روشن کیے ہوئے ہیں۔ یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہوگا کہ وہ ایک تنہا شخص تھے، مگر ان کی کوششوں سے ایک کارواں وجود میں آ گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، اور ان کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لیے ایسی ہی باصلاحیت، مخلص اور بیدار مغز قیادت مہیا فرمائے۔ آمین۔

واقعی وہ خام القرآن تھے

بقلم :- مفتی محمد اشرف علی قاسمی

مولانا کی خدمات بے شمار اور ہمہ جہت ہیں؛لیکن "خادم القرآن" کا لقب دور حاضر میں ان کے لئے سب سے زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے,اس وجہ سے بھی کہ خدمت قرآن سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی کہ قران کریم کو تصحیح کے ساتھ عربی لہجہ میں پڑھنے کےوہ محرک اول واعظم تھے،میرے سن شعور کے اس پاس انہوں نے قرآنی مسابقات کاسلسلہ جاری کیا،ہمارے لوگ ابتداء میں اس تجربے سے نااشنا تھے، کچھ حلقوں کی جانب سے مخالفت بھی ہوئی؛لیکن رفتہ رفتہ ایک ماحول بنتا گیا۔
وہ اسلامی ہدایات اوراکابر کے طرز پر گامزن رہتے ہوئے نظام تعلیم وتربیت میں تجدید وتحسین وتزئین کے قائل تھے،ان کے یہاں عرب قراء کی آمد ورفت بھی ہوتی رہتی ، جن سے اساتذہ و طلبہ استفادہ کرتے،سن 2019مین راقم کا اکل کوا جانا ہوا یہ دیکھ کر خوشگوار حیرانی ہوئی کہ صرف تصحیح اور حفظ میں داخل طلبہ کی تعداد 4000ہزار تھی ، جن میں بہت سے طلبہ نے اپنے ہاتھ سے مکمل قرآن پاک کی کتابت کی سعادت حاصل کی تھی_
اللہ تعالی اس عظیم خادم القرآن کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے _

محمد اشرف علی محمد پوری (5/5/2025

خادم قران کی رحلت

بقلم :- مفتی عبید اللہ شمیم قاسمی

مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کی رحلت

(ولادت : 1950ء ، وفات : 2025ء)

4/مئی 2025ء بروز اتوار خادم قرآن حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی رحمہ اللہ بھی اپنی حیات مستعار کے 75 برس مکمل کرکے خالق حقیقی سے جاملے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى

یوں تو دنیا کی ہر شی کو فنا ہے، باقی رہنے والی ذات صرف اللہ رب العزت کی ہے،

ارشاد باری تعالی ہے: {كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام}

[الرحمن]

حضرت مولانا وستانوی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی قرآن کریم کی خدمت کیلئے وقف رکھی تھی اوروہ بجا طور پر اس بات کے مستحق تھےکہ انہیں خادم القرآن کالقب دیاجائے حضرت مولانانے اپنے جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا میں حفظ کا ایک منظم اور مثالی نظام قائم فرمایا اور ملک کے دیگر اداروں کے لئے ایک جہت دی۔

قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنے اور اس پر توجہ مرکوز کرنے کے لئے آپنے پورے ملک میں مسابقہ قرآن کریم کی طرح ڈالی، جس میں شرکت کرنے کے بعد مساہمین کو آگے بڑھنے اور کتاب اللہ سے اپنے ربط کو مزید مستحکم کرنے میں بھرپور مدد ملتی ہے۔

جو لوگ اس مسابقے اور اسکی فروعات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس میں شرکت کرنے اور حکم حضرات کے جوابات دینے کے لئے کس قدر تیاری کی ضرورت پڑتی ہے۔

حضرت مولانا وستانوی صاحب دل درد مند اور فکر ارجمند کے مالک تھے، آپ نے سورت کے ایک متوسط گھرانے میں آنکھیں کھولی اور چند سال بعد آپ کا گھرانہ ہجرت کرکے وستان آگیا، جو کہ بالکل غیر معروف جگہ تھے مگر آپ نے اللہ کے فضل وکرم اور اپنی جد وجہد نیز اساتذہ اور اپنے شیخ کی دعا کی برکت سے اس غیر معروف علاقے کو گل گلزار بنادیا اور یوں کہیں کہ جنگل میں منگل کا سماں کردیا تو غلط نہیں ہوگا، آج بہت سے ایسے افراد ہوں گے جنہیں اکل کوا کس ضلع میں واقع ہے اس کا علم نہیں ہوگا مگر اکل کوا کا نام سنتے ہی فورا حضرت مولانا وستانوی صاحب کی شخصیت اور ان کا مدرسہ ذہن میں آجاتا ہے، یہ ساری برکتیں حضرت وستانوی صاحب کے دم سے قائم تھی۔

حضرت مولانا نے حفظ کلام اللہ مدرسہ قوت الاسلام کوساڑی میں مکمل کیا اس کے بعد آگے کی تعلیم کے لئے مدرسہ شمس العلوم بروڈہ تشریف لے گئے اور بعد ازاں 1964ء میں مدرسہ فلاح دارین ترکیسر میں داخل ہوئے جہاں 1972ء تک عربی کی تعلیم حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی کا نام نمایاں طور پر شامل ہے، اسی زمانے میں فلاح دارین مدرسہ میں بخاری شریف پڑھانے کے لیے استاذ کی ضرورت پڑی تو وہاں کے مہتمم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے یہاں سہارن پور تشریف لے گئے اور ایک شیخ الحدیث طلب کیا تو حضرت شیخ نے مولانا تقی الدین ندوی صاحب دامت برکاتہم کو گجرات بھیجا جو اس سے پہلے تقریبا دس سال تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تدریسی خدمات انجام دے چکے تھے، اس طرح

1967ء میں وہاں دورہ حدیث شریف قائم ہوا جس کے پہلے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب دامت برکاتہم ہوئے، حضرت مولانا سے مولاناوستانوی صاحب کو شرف تلمذ تو نہیں تھا البتہ مولاناوستانوی صاحب ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم کی خدمت کیا کرتے تھے اور چائے وغیرہ بنایا کرتے تھے جسے بعد میں دونوں حضرات بیان کرتے تھے، مولانا وستانوی صاحب اواخر 1972ء میں دورہ حدیث شریف کے لئے مظاہر علوم سہارن پور تشریف لے گئے اور مولانا تقی الدین ندوی صاحب دامت برکاتہم حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بذل المجہود کے کام کے سلسلے میں ایک سال کے لئے سہارن پور تشریف لے گئے جس کے بعد وہ جامعہ ازہر اور پھر متحدہ عرب امارات چلے گئے۔

مولانا وستانوی صاحب نے 1973ء میں سہارن پور سے فراغت حاصل کی، آپکے اساتذہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جون پوری، حضرت مولانا عاقل صاحب سہارن پوری، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوری، اور حضرت مولانا سلمان صاحب سہارن پوری رحمہم اللہ وغیرہم تھے۔

رسمی تعلیم سے فراغت کے بعد مولاناوستانوی صاحب نے تدریسی میدان میں قدم رکھااور پھر کچھ ہی عرصہ بعد1979ءمیں مدرسہ اشاعت العلوم کے نام سے اکل کوا میں مدرسہ قائم کیا جوآپکی جد وجہد کی برکت سے اس وقت عالمی منظر نامے پر بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت مولاناوستانوی صاحب کے اندر بہت سی خصوصیات کو ودیعت فرمائی تھیں، ان میں سب سے خاص وصف کتاب اللہ سے محبت تھی، یہی وجہ ان کے جگہ جگہ مکاتب قائم کرنے اور قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی بنی۔

حضرت مولاناوستانوی صاحب کا ایک خاص وصف اپنے اساتذہ سے محبت تھی، زمانہ طالب

علمی میں بھی آپ اپنےاساتذہ سے بہت قریب رہے اور انکی خدمت بجا لایا کرتے تھے، قیام سہارن پور میں خاص طور پر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری رحمہ اللہ کی خدمت انجام دیتے تھے۔

آپکو اپنے اساتذہ وبزرگوں سے محبت تھی یہی وجہ تھی کہ جب مشرقی یوپی میں مسابقہ منعقد کرنا ہوا تو جامعہ حسینیہ جون پور اور جامعہ شرقیہ اسلامیہ لونیہ ڈیہ کے بعد جامعہ **اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ** کو بھی اس کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔

جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں دو مسابقہ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کی جانب سے منعقد ہوا، پہلے مسابقے میں حضرت مولانا وستانوی صاحب بنفس بنفیس تشریف لائے تھے اور انعامی مجلس میں شرکت فرمائی، اس موقع پر مسابقہ قرآن کریم کی ابتدا اور اسکے نتائج نیز اس سے ہونے والے فوائد پر آپ نے تفصیلی روشنی ڈالی۔

اسی مسابقہ کے بعد جامعہ اسلامیہ کے صحن میں ایک عظیم الشان اجلاس عام منعقد ہوا تھا اس میں بھی آپ کا خطاب ہوا تھا، گرچہ آپ نے صرف 25 منٹ گفتگو فرمائی مگر بہت ہی والہانہ انداز میں خطاب فرمایا جس کا سامعین نے بہت اچھا اثر لیا۔

دوسرے مسابقہ میں آپ کی شرکت تو نہ ہوسکی مگر اس میں آپ کے صاحب زادے مولانا سعید احمد صاحب متوفی 2019ء تشریف لائے تھے اور آخری نشست میں ان کا پر مغز خطاب ہوا تھا، دونوں مسابقوں میں اس کے میر کارواں مولانا عبد الرحیم صاحب فلاحی رحمہ اللہ کی تشریف آوری ہوئی تھی، بعد میں ان کا بھی انتقال ہوگیا۔

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

حضرت مولانا وستانوی صاحب مسلم قوم کی پسماندگی کودور کرنےاور انہیں مختلف میدانوں

میں ترقی دلانےاور اعلی تعلیم کے دلانے کے لئے فکر مند تھے، اس کے لئے انہوں نے میڈیکل کالج اور انجینئرنگ کالج قائم کئے جس کا نظام بھی اعلی درجہ کا رکھا، جسکے فوائد آج دنیا کے سامنے آشکارا ہیں۔

حضرت مولانا وستانوی صاحب رحمہ اللہ گذشتہ دو سال سے بیمار تھے اور انہیں مختلف بیماریوں نے پکڑ لیا تھا مگر اس عرصے میں جب کبھی افاقہ ہوتا تو طاب علم کے ذریعے آپ قرآن کریم سنا کرتے تھے۔

آپ نے کئی ہزار مکاتب قائم فرمائے، مختلف علاقوں میں مساجد کی تعمیر کرائی، میڈیکل کالج اور انجینئرنگ کالج بھی قائم فرمائے، آپ کے صاحبزادگان اور روحانی اولادیں اور مدارس ومساجد کا قیام آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔

آپ دارالعلوم دیوبند کی شوری کے موقر رکن تھے 1419ھ میں آپ کو رکن شوری منتخب کیا گیا جس پر اپنی وفات تک برقرار رہے،اسی طرح آپ ملک کے مختلف ارادوں کے بانی ورکن شوری تھے۔

آپ کی خدمات پر لکھنے والے لکھیں گے، اس مختصر مضمون میں اس کا احاطہ ممکن نہیں، یہ چند ٹوٹے پھوٹے غیر مرتب کلمات آپکے انتقال پر لکھ دئے گئے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا وستانوی صاحب کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے لگائے ہوئے گلشن کو قیامت تک سرسبز وشاداب رکھے۔ آمین یا رب العالمین

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے : سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(مفتی) عبیداللہ شمیم قاسمی ، العین

تاریخ ہند کا انقلابی مولوی

بقلم :- مولانا عبدالمالک بلندشہری

آزاد ہندوستان کی تاریخ میں تعلیمی و رفاہی اعتبار سے تجدیدی کارنامہ انجام دینے والے مولانا غلام وستانوی سرسید کے مشن جدید تعلیم کے علمبردار اور قاسم نانوتوی کے فکر و نظر کے امین تھے _

ندوی، فلاحی اور اصلاحی تو روشن خیالی اور تعلیمی بہبودی میں ویسے ہی خوش نام ہیں ورنہ حقیقت میں دینی و عصری تعلیم کے کاروان کو یکساں آگے بڑھانے میں اور مسلم قوم کو فکری و نظریاتی سطح پر بلندی فراہم کرنے میں ایک ایسے مظاہری مولوی کا کردار سب سے نمایاں ہے جو خالص درس نظامی کا پروردہ تھا اور جس نے کبھی کالج و یونیورسٹی میں رہ کر تعلیم حاصل کی تھی _

معلوم یہ ہوا کہ پختہ فکری، روشن ضمیری، بلند ہمتی، روشن خیالی کسی کالج، یونیورسٹی یا عصری اسکالرکی میراث (heritage) نہیں بلکہ یہ توفیضان خاص ہے جس سے مخصوص لوگ ہی نوازے جاتے ہیں

مولانا کی شخصیت ایسی ہمالیائی اور کرشماتی(charismatic) ہے کہ ان کے افکار و نظریات، تصورات و خیالات سے نئی نسل کو بڑے پیمانے پر واقف کرانا چاہیے اور ان کی خدمات (services) اورحصولیابیوں(achievements) کے تعلق سے ملک گیر

سطح پر سیمینار کرانے چاہیں اور یونیورسٹیوں میں ان پر پی ایچ ڈی ہونی چاہیے
کیونکہ تاریخ ہند کے وہ عظیم انقلابی مولوی (revolutionary scholar) تھے
جو درس نظامی کے مدرسہ میں پڑھے
خانقاہ میں پلے
اس کے باوجود دینی تشخص(religious identity) برقرار رکھتے ہوئے
ہر قسم کی فکری کجی
نظریاتی خامی
اور مداہنت سے بچتے ہوئے
اپنے فکر(thought) ،
وژن(vision) ،
دینی بصیرت، تعلیمی لیاقت اور فکری بلندی سے ایک عالم کو متاثر کرگئے_

عبدالمالک بلندشہری
٤ مئی ٢٠٢٥ء

غلام وستانوی ایک تحریک کا نام تھا

بقلم :- مفتی محمد عبید اللہ قاسمی، دہلی

انا للہ وانا الیہ راجعون!

یہ ہندستان کے مدارس کی دنیا کی بہت افسوسناک خبر ہے. اللہ تعالی حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے، پسماندگان ومتعلقین کو صبرِ جمیل دے اور ملت کو نعم البدل عطا فرمائے!

مولانا غلام محمدوستانوی ایک انقلاب اورہندستان میں قیامِ مدارس کی سب سے بڑی تحریک کا نام تھا. انکے رخصت ہونے سے ایک بہت بڑا ستون گر گیا. ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا. مولانا نے ملک اور بالخصوص مہاراشٹرا وگجرات میں مدارسِ دینیہ اور مکاتبِ اسلامیہ کا جو ایک طویل سلسلہ پھیلایا شاید ملک کی پوری تاریخ میں انکا کوئی ثانی اور ہمسر نہیں تھا. وسعت کےاعتبار سےیہ کہا جاسکتا ہے کہ تنِ تنہا انہوں نے ملک کے عظیم ترین مدارس سے بھی بڑا ادارہ قائم کردیا. بالخصوص حفظِ قرآن اور تجوید وقرأت کی تدریس کے میدان میں مولانانےجو انقلاب پیداکیاوہ اپنی نظیر آپ ہے. مدارس کے علاوہ مولانا نے میڈیکل کالج، انجنئرنگ کالج وغیرہ کے جال بھی بچھائے. مولانا کے وقت اور کام میں اللہ تعالی نے بہت برکت رکھی تھی. اصحابِ خیر ان پر بہت اعتماد کرتےتھے.وہ عارف باللہ حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحمہ اللہ کے بہت عقیدت مند تھے اور ان سے بہت

دعائیں حاصل کی تھیں. مولانا دار العلوم دیوبند کے رکنِ شوری اور سابق مہتمم بھی تھے. مدارس کی دنیا ان کے سانحہِ ارتحال سے آج سوگوار ہے اور ان کے لئے دعاء گو ہے کہ اللہ تعالی انہیں اپنی شایانِ شان جزائے خیر دے، ملت کی طرف سے اچھا بدلہ عطا کرے اور ان کے ذریعے شروع کیئے گئے کاموں کو مزید ترقیات سے نوازے!

محمد عبید اللہ قاسمی، دہلی
مورخہ 4 مئی، 2025

خادم القرآن، حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کی رحلت

بقلم :- مفتی محمد فہیم الدین بجنوری

حضرت مولانا غلام محمدوستانوی صاحب آج(5 ذی قعدہ 1446ھ 4 مئی 2025ء) رائج اصطلاح میں دامت برکاتہم سےعلیہ الرحمہ ہو گئے،انفرادی طور پر ملت اسلامیہ ہندیہ میں ان کی خدمات کا دائرہ سب سےزیادہ وسیع، متنوع،موثر اور بار آور تھا،ایک تفکیری ذہن اور خاکہ جاتی دماغ جتنا سوچ سکتا ہے اس سے زائد وہ عملا کر گئے، ان کی داستانِ ہزار رنگ باغِ ہند میں جا بہ جا ناطق ہے،وہ ضرورخاموش ہوگئے؛ مگران کی قمریاں تادیر نغمہ سنج رہیں گی،انھوں نے روایتی جنون میں طرزِ نو دریافت کرایا اور کام یابی رقم کی، ایک ہی ادارہ شخصیت کی تشکیل کو ضروری عناصر فراہم کر دیتا ہے، انھوں نے اسلامیانِ ہند کو اداروں کا پورا خرمن عطا کیا اور برق تپاں کو مایوس اور نا امید بھی کیا۔

وہ2011 میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ہوے،یہ میری تدریس کا تیسرا سال تھا، گاجر کے حلوے کی دعوت یاد ہے،جس میں تمام اساتذہ مدعو تھے اور حاضر بھی، نشیب وفراز کے دوران بلائی گئی ہنگامی نشستوں میں بھی موجودگی رہی، تیز وتند خطاب بھی تازہ ہے، سنا گیا تھا کہ وہ کچھ نئی خیر لانے والے تھے؛ تاہم فضا ساز گار نہ ہوئی اور آخرش تبدیلی عمل میں آئی۔

ایسا لگتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند خدا کو "حسبِ سابق" ہی عزیز ہے، نئے فارمولے ضرور

آزمائیں؛ مگر کہیں اور، اس گلشن کو قدیم خوش بو پر ہی مہکنے دیا جائے، ہاتفِ غیب کا اصرار ہے کہ یہاں خالص عقیق تراشے جائیں،جو اسلام کے تاج کی زینت بنیں، دارالعلوم کی عظمت کا اندازہ لگائیں کہ حضرت مولانا کمیت میں دارالعلوم سے زیادہ اور رتبے میں مادر علمی سے بڑے نیٹ ورک کے بانی اور راہنما تھے؛ مگر ان کی شناخت رکن شوری دارالعلوم دیوبند کے لاحقے پر جگمگاتی ہے۔

حضرت مولانا کا سیونگ اکاؤنٹ مالا مال رہا؛ لیکن کرنٹ اکاؤنٹ کرامات کرے گا، صدقہ جاریہ کی ایک سبیل نہال کرتی ہے، وہ سو سبیلوں کا سرِ رشتہ ہیں، وہ اللہ کے حضور تنہا نہیں ہیں، نامۂ اعمال کے نگینے انکے رفقائے وفد ہیں، ان شاء اللہ وہ دربار میں صورت وفد تشریف لے گئے ہیں اور دروازے پیکر خیر مقدم ہیں۔

إنا لله وإنا إليه راجعون، اللهم اغفر له، وارحمه، وأسكنه فسيح جناتك، وأنزل الصبر والسلوان على ذويه، آمين، يارب العالمين!

مولانا وستانوی محبت و وقار کا آئینہ

بقلم :- مولانا یاسر حسین نلگنڈہ، تلنگانہ

آج یعنی 4 مئی 2025ء دوپہر، جب معمول کے مطابق نماز اور تفسیرِ قرآن سے فارغ ہو کر جیسے ہی موبائل دیکھا، تو ایک ایسی خبر نے دل کو دہلا دیا، جس کا تصور بھی روح پر لرزہ طاری کر دیتا ہے وہ خبر، جو ایک علم و عمل کے پیکر، جہدِ مسلسل کے عنوان، اور رہبرِ صدق و صفا کے بارے میں آنے والی آخری خبر تھی

یعنی خادمُ القرآن و المساجد، رئیس الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانویؒ اب ہم سب سے جدا ہو چکے ہیں۔ وہ جن کے وجود سے محبت، حلم، وقار، اور تربیت کی خوشبو پھیلتی تھی؛ آج وہ پیکرِ صفا و وفا اپنے ربِ کریم کے حضور حاضر ہو چکا ہے۔

اِنّا للہ و اِنا اِلیہ راجعون۔

یہ خبر صرف ایک فرد کے انتقال کی نہیں تھی، بلکہ ایک عہد، ایک نسل، ایک روحانی روایت کے اختتام کی اطلاع تھی۔ حضرت کی بیماری کی خبریں کافی دنوں سے سننے میں آ رہی تھیں، اور دل ہر لمحہ بارگاہِ رب العزت میں اُن کی عافیت کے لیے دست بدعا تھا۔ مگر آج جو خبر پہنچی، وہ اس علم و عمل، جہدِ مسلسل، پیکرِ عزم و وفا، رہبرِ صدق و صفا کے بارے میں آنے والی آخری خبر تھی۔

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ کی شخصیت ایک ایسا آئینہ تھی جس میں محبت کی مٹھاس

اور وقار کی جلالت ایک ساتھ جھلکتی تھی۔وہ اُس حسین مقام پر فائز تھےجہاں عمرکا تجربہ، شعور کی گہرائی اور دلکی نرمی باہم آمیختہ ہو جاتی ہے۔ اُن کی چال میں وقار، گفتار میں ٹھہراؤ، اور نظر میں ایسا نور تھا جو دلوں کو بے ساختہ اپنا گرویدہ بنا لیتا۔ وہ صرف ایک مربی یا معلم نہیں تھے، بلکہ جیتے جاگتے اقدار کا ایک ایسا مدرسہ تھے، جہاں سے محبت، ضبط، حکمت اور اخلاق کا سبق ملتا تھا۔

پہلا اثر!

یادوں کی کہکشاں میں جو پہلا منظر دمک رہاہے وہ سن 2000 کاہے، جب بندہ اپنے چچا حضرت مولانامفتی محمد جاوید حسین صاحب قاسمی دامت برکاتہم اور دیگر علماء کرام کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکلکوا میں داخلے کے لیے حاضر ہوا۔ مفتی صاحب، حضرت وستانویؒ کے نہایت قریب، اُن کے معتمد علیہ اور متحدہ آندھرا پردیش میں اُن کے تعلیمی و دینی مشن کے نمایندہ و نقیب تھے۔ جامعہ کے دفتر میں ایک وجیہ اور بارونق شخصیت نے مسکرا کر استقبال فرمایا، محبت سے قریب بٹھایا، اور نہایت شفقت سے فرمایا: ”یہ میرا بیٹا ہے۔“ وہ روشن چہرہ، مہربان لب و لہجہ، اور قلب کو موہ لینے والی شخصیت——یہی خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانویؒ تھے۔

اُس وقت بندہ نےحفظِ قرآن مکمل کرلیا تھا، تاہم دورِ قرآن کی تکمیل باقی تھی۔اُس وقت بندہ حفظ مکمل کرچکا تھا، مگر دور نہیں کیا تھا۔ حضرت نے قاری نثار کرانوی صاحب کے سپرد کیا، جہاں سے باضابطہ امتحان کے بعد مجھے مولوی عبدالماجد بھساولی صاحب کی درسگاہ میں بٹھایا گیا۔ساڑھے تین ماہ میں دور مکمل ہوا،شعبان میں مسابقتی امتحان میں کامیابی کے

بعدسند حاصل کی اورگھرلوٹ آیا۔رمضان کے بعد دوبارہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اب مرحلہ عالمیت کا تھاحضرت نے شفقت سے پوچھا: ''اردو کیسی ہے تیری؟'' کچھ پڑھ کر سنایا، تو مسکرا کر فرمایا:''عربی اول میں داخل کرو۔'' پھراپنے ہاتھ سے تحریر لکھ دی۔ یہ محض ایک داخلہ فارم کی کارروائی نہ تھی، بلکہ ایک نوجوان طالب علم پر ایک کہنہ مشق مربی کی نگاہِ انتخاب اور شفقت کا مظہر تھی۔ حضرت کی یہ ایک نظرِ التفات تھی جس نے میرے تعلیمی و فکری سفر کی سمت متعین کر دی۔

چونکہ بندہ اسکول کی دسویں جماعت مکمل کرکے جامعہ میں داخل ہوا تھا،اس لیے حضرت وستانویؒ کی خصوصی شفقت ہمیشہ شاملِ حال رہی۔بار بار فرماتے: ''تجھے عالم بننے کے ساتھ انجنیئر بھی بننا ہے ''یہ اُن کی تعلیم و تربیت کی جامعیت کا مظہر تھا۔

اُن کی نورانی مجلسِ ذکر میں فجربعد شرکت، اُن کے بچے ہوئے پانی یا دودھ کو تبرکاً پینا، روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔قدموں میں بیٹھ کر ہاتھ پیردبانا اور حکمت سے لبریز باتیں سننا روحانی غذا بن گئی تھی۔

حضرت نہ صرف محبت فرماتےبلکہ تعلیم کی نگرانی بھی فرماتے اور معلوم کرتے کہ درسگاہ میں کہاں بیٹھتا ہے اور کس پوزیشن سے کامیاب ہوتا ہے؟

بندہ کو حضرت کی باربار توجہ دہانی سے پڑھائی کاایسا مزہ لگا کہ بس درسگاہ میں سب سے اول آنا اور عربی اول ہی سے عربی زبان میں ہرچند لکھنے کی کوشش شروع کر دی، جو الحمدللہ ازہرِ ہند دارالعلوم دیوبند کے سالانہ امتحان تک جاری رہی۔حضرت کو جب اس کی اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے، دعاؤں سے نوازا تین سال شفقت و محبت کے سایہ میں رہ کر بالآخر بندہ کو بعض اسباب کی بنا پر دارالعلوم حیدرآباد منتقل ہونا پڑا۔

مگر حضرت کی توجہات و دعاؤں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ فون پر رابطہ کرکے احوال سنایا کرتا اور ادھر سے وہی سابقہ عنایتوں کا مبارک سلسلہ جاری رہتا۔

آخری ملاقات

سن 2017 کی وہ صبح بھی کتنی بابرکت تھی، جب بندہ اپنے دو رفقاء کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکلکوا کے سفر پر روانہ ہوا۔ مغرب کے بعد پہنچے اور عشاء کے بعد کچھ دیر آرام کیا۔ فجر کے بعد جب حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ کا دیدار نصیب ہوا تو اُن کی اولین محبت بھری نگاہ اور لبوں پر مسکراہٹ آج بھی دل پر نقش ہے۔

دیکھتے ہی پُرشفقت انداز میں سوال کیا: ''گاڑی لائے ہو؟''

عرض کیا: ''جی حضرت!''

فرمایا: ''نکالو گاڑی، کچھ باتیں ہوں گی۔

حضرت گاڑی میں میرے برابر تشریف فرما ہوئے۔ راہ چلتے سوالات کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا''کب آئے ہو؟ کہاں قیام کیا؟ کھانا کیسا تھا؟''

اللہ اکبر! کیسی بے مثال شفقت تھی۔ جامعہ کے گیٹ سے نکلتے ہی فرمایا: ''پہاڑ پر چلو۔'' میں نے گاڑی موڑ دی۔ حضرت راستے بھر گفتگو فرماتے رہے۔ بچوں کے متعلق دریافت کیا، دعائیں دیں اور تاکیداً فرمایا: ''بچوں کو اپنے سے بڑا عالم بناؤ۔''

پھر پوچھا: ''انجینئرنگ کر لی؟''

میں نے عرض کیا: ''حضرت، میں نالائق رہا، ایم اے اور بی ایڈ کیا ہے۔''

تبسم فرماتے ہوئے کہا: ''اچھا کیا، کچھ تو کیا۔''

جب ہم پہاڑ کی سرسبز وادی میں پہنچے تو حضرت گاڑی سے ننگے پیر اترے، تھوڑی دیر

چہل قدمی فرمائی۔ میں نے اُن کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ پھر فرمایا: ''چلو، ملاقات ہوگئی، اب مجھے گھر پہنچا دو۔''

ہم دولت کدہ پر پہنچے۔ حضرت اترتے ہوئے بولے: ''اپنے ساتھیوں کے ساتھ نو بجے دفتر آ جانا۔''

حسبِ وعدہ حاضر ہوئے۔ حضرت نے دوبارہ تعلیم کے متعلق استفسار کیا۔ جب دارالعلوم دیوبند کی بات آئی تو سوال کیا: ''اس ہنگامے کے وقت تم کہاں تھے؟''

میں نے عرض کیا: ''حضرت، اس سے پہلے ہی فارغ ہوچکا تھا۔''

تبسم فرمایا اور خاموش ہو گئے

پھر فرمایا: ''اب جامعہ میں لاء کالج کی منظوری آ چکی ہے۔ علماء اب قانون بھی پڑھیں گے۔ دین کا دفاع کرنے والے، قانون کا بھی دفاع کریں گے۔''

چند بیرونی مہمانوں کی موجودگی کی اطلاع پر ہم نے اجازت چاہی۔ حضرت نے پوچھا: ''کتنے دن کا قیام ہے؟''

عرض کیا: ''بس ملاقات ہی مقصود تھی، جو الحمدللہ مکمل ہو چکی۔''

تب مسکراتے ہوئے فرمایا: ''کام مکمل ہو جائے تو منزل پر پہنچ جانا چاہیے۔''

پھر تاکیداً فرمایا: ''اورنگ آباد سے جانا، میڈیکل کالج دیکھ کر جانا۔''

رخصت ہوتے وقت حضرت نے دل کو چھو لینے والی بات کہی:

''دعا کرنا بیٹا، طبیعت کچھ خراب رہنے لگی ہے۔''

یہ سن کر دل جیسے دھک سے رہ گیا۔ بعد نمازِ ظہر ہم جامعہ سے رخصت ہوئے۔

آخری دیدار!

اس کے بعد حضرت سے بالمشافہ ملاقات نہ ہو سکی۔

البتہ 2023 کے کل ہند مسابقۂ قرآن کے موقع پر حضرت مفتی صاحب کے ساتھ حضرت کا دیدار نصیب ہوا۔حضرت کی طبیعت اس وقت کافی ناساز تھی، ڈاکٹروں نے ملاقات سے احتیاط برتنے کو کہا تھابس وہ آخری نظر تھی جو حضرت کے چہرہ مبارک پڑی آج جب یہ سب یادیں ایک ایک کر کے آنکھوں کے سامنے آتی ہیں تو دل جیسے زخم زخم ہو جاتا ہے۔

وہ مربی، وہ مصلح، وہ مردِ درویش جن کے دم سے مدارس کے آنگن آباد تھے، مساجد روشن تھیں، اور قلوب گرم تھےآج نہیں رہے

اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے، اُن کی خدمات کو شرفِ قبول بخشے، اور ان کے لگائے ہوئے اس چمن کو ہر شر و فتنہ سے محفوظ رکھے۔

اور ہمیں، اور خصوصاً ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل اور حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

آج حضرت کے پیر و مرشد، حضرت قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ جملہ یاد آتا ہے

""اگر اللہ قیامت کے دن مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو میں وستانوی کو پیش کر دوں گا۔""

اللہ تعالیٰ اس پیش کش کو قبول فرما لے۔

ملت اسلامیہ کا درنایاب رخصت ہوگیا

بقلم :- مولانا محمد اطہر القاسمی

موت اسکی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تودنیا میں سبھی آئےہیں مرنےکےلئے
افلاک رو رہے ہیں زمیں بھی اداس ہے
آنسو بہا رہی ہے فضاء تیری موت پر

خادم القرآن والمساجد حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی رئیس جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا و رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند طویل علالت کے بعد آج اس دارفانی سے رحلت فرماگئے ہیں ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا کی مغفرت فرمائے ،درجات بلند فرمائے ،جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے ،خاندان ،متعلقین ،متوسلین اور شاگردانِ رشید کے ساتھ ان کے لگائے گئے علمی و فکری ادارے سے وابستہ جملہ خدام و اراکین کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے اور ان کا نعم البدل عطاء فرمائے!

حضرت وستانوی علیہ الرحمہ نے اپنےمولیٰ سے جو عارضی حیات پائی تھی بلاشبہ اسکے ایک ایک پَل کو انہوں نےراہ حق میں صرف کیا ،کلام ربانی کی اس مثالی نہج پر خدمت انجام دی کہ دنیا نے انہیں خادم القرآن کے لقب سے نوازا ،اتنی مسجدیں بنوائیں اور ان کے

نظم ونسق کی ذمےداریاں اٹھائی کہ امت نے آپکو خادم المساجد کہا اور دنیا جب دنیوی علوم و فنون پر کمپٹیشن کروا رہی تھی توانہوں نےمسابقۃ القرآن الکریم کا ایک ایسا طویل سلسلہ جاری کیا کہ ملک کے شرق و غرب میں اس مسابقہ کا غلغلہ ہوگیا۔

حضرت وستانوی علیہ الرحمہ نےان مقدس ترین خدمات کےساتھ بنیادی دینی تعلیم وتربیت کے لئےملک بھر میں ایسی تحریک چلائی کہ شاید ملک کا کوئی صوبہ اور صوبے کا کوئی ضلع اورضلع کا کوئی حلقہ ان سے مستفیض ہونےسے محروم رہ گیا ہو۔ان دینی تعلیمی اداروں کے ساتھ عصری تعلیم گاہوں پربھی انہوں نےبےمثال کارناموں سےملک کوایک سمت عطاء کیا انکی عظیم شخصیت کی عظمت و جلالت کا راز یہ تھا کہ وہ علماء نواز،باپ جیسے شفیق ،بھائی جیسے ہمدرد ،استاذ جیسے کریم انسان تھے اور سب پر باران رحمت کی طرح فیوض لٹانے میں اپنی خوشیاں تلاش کرتے تھے۔

ہماری گرچہ دو ایک بار ہی حضرت والا سے بالمشافہ زیارت ہوئی تھی لیکن اساتذہ ،طلبہ اور مستفیدین کی بڑی بڑی جماعتوں کی حق پرست زبانوں سے ان کی خدمت میں گلہائے داد و تحسین سنے بلکہ سنتے رہتے تھے۔

آج ہمارےساتھ یہ سب کے سب ان کی رحلت پر غمگیں و دل گیر ہیں اور اپنے مخلص و خیرخواہ محسن و مربی اور بے لوث خادم و قائد کی رحلت کو اپنے ادارے کے ساتھ اپنی ذات کا نقصان سمجھ رہے ہیں اور ان کے حق میں دعائیں کررہےہیں۔

رب کریم زندگی بھرکی گئی انکی جملہ ملی کوششوں ،خدمتوں،جانفشانیوں،عرق ریزیوں ،دردو الم اور جدوجہد کو شرفِ قبولیت بخشے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطاء فرمائے!

آہ: مولانا وستانوی صاحب!

بقلم :- مولانا شمس الدین سراجی

میں کیسے لکھوں کہ 4/ مئی کے سورج نے اپنی ضیاء پاش کرنوں کے ساتھ طلوع ہوکر اپنی نافعیت سے لوگوں کو تازہ دم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مدار گردش کو تام کرتے ہوئے ایک دوسراسورج بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے اور غلام کو اپنے آقا سے ہمیشہ ہمیش کے لئے ملوا دیا ہے، میں کیسے لکھوں کہ ہم یتیم ہو چکے ہیں ، میں کیسے لکھوں کہ آپ کا ہر شناسا ماتم کدہ ہے،میں کیسے لکھوں کہ آپ پر مثل کہکشاں جاں نچھاور کرنے والے لاکھوں پروانے مارے کرب و اضطراب کے کراہ رہے ہیں، میں کیسے لکھوں کہ یہ المناک حادثہ ہوچکا ہے، میں کیسے لکھوں کہ لاکھوں لوگوں کی آنکھیں نم ہیں ، زبانیں لڑکھڑا رہی ہیں، سسکیاں بھر رہے ہیں اور بزبان حال بس یہی کہہ رہے ہیں کہ

چمن سے کون گزرا خموشیاں لے کر
کلی کلی تڑپ اٹھی ہے سسکیاں لے کر

ابھی تو ایک غم حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب ناظم اور شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کے رخصت ہونے کی وجہ سے تازہ ہی تھا کہ یہ سانحہ بھی گزر گیا۔

انا للہ و إنا إلیہ راجعون, إن للہ ما اعطی ولہ ما أخذ وکل عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب۔

اللّٰھم اغفرلہٗ، وارحمہ، واکرم نزلہٗ، ووسع مدخلَہٗ، واجعل الجنةَ مثواہ، وادخلہُ بَحُبُوحَةَ الجنة، واغسلہ بالماء والثلج، و نقہٖ من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس، اللّٰھم ابدلہ دارا خیرا من دراہ، واہلا خیرا من اہلہ، اللّٰھم اعذہ من عذاب القبروعذاب النار، و ادخلہ الجنة جنت الفردوس، و ارفع درجتہ فی علیین، وألھم ذویہ الصبرَ والسُلوانَ والاجرَ والغفران۔

مولانا وستانویؒ کی وفات! ایک عہد کا خاتمہ

بقلم :- مولانا سید احمد اُنیس ندوی

بلاشبہ حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحبؒ اپنے آپ میں ایک انجمن تھے۔ آپ نے مساجد اور مدارس کی عدیم المثال خدمات انجام دیں جو یقینا آپ کے لیے ذخیرہ آخرت ہیں اور کتاب وسنت کے عام ہونے کا سبب ہیں۔ اور ساتھ ہی معاصر تقاضوں کے مطابق تعلیم گاہیں اور دانش گاہیں بھی قائم فرمائیں جن سے بعد والے استفادہ کرتے رہیں گے۔ آپ قدیم طرز کے جدید عالم و مفکر تھے۔آپ نے قدیم وجدید علوم کامعتدل اور کامیاب امتزاج ملت کے سامنے پیش کیا اور تن تنہا وہ کام کر دکھایا جو شاید کئی تنظیمیں بھی مل نہ کر پاتیں۔ اور شاید یہ برکت تھی جوڑ توڑ کی سیاست سے قائد بننے کی کوششوں کے بجائے اخلاص کے ساتھ انفرادی کوششوں کو ایک مشن کے طور پر مسلسل جاری رکھنے کی۔ **آپ دار العلوم دیوبند کے سابق مہتمم** (جنوری ۲۰۱۱ سے جولائی ۲۰۱۱ تک) بھی تھے لیکن آپکو جلد ہی اس منصب سے مستعفی ہونا پڑا۔ مدارس کی تاریخ میں وہ ایک افسوس ناک واقعہ تھا جب محض ایک انٹرویوکو بنیاد بناکر شور شرابے اور ہنگامے کے زور پر سیاسی انداز سے مولانا کو دار العلوم دیوبند کا باوقار منصب اہتمام چھوڑنے پر گویا مجبور کیا گیا۔ حالانکہ اس سے زیادہ سخت قسم کے سیاسی بیانات دیگرافراد کی طرف سے سامنے آتے رہتے ہیں۔ ورنہ امید کی جا رہی تھی کہ دار العلوم دیوبندکا مہتمم بننے کے بعد مولانا کی سرپرستی

میں مدارس کے نظام میں ایک غیر معمولی مثبت تبدیلی پیدا ہوگی, کیونکہ وہ عبقری ذہن اور خداداد صلاحیتوں سے نوازے گئے تھے۔ مولانا وسائل کے استعمال کا سلیقہ بھی رکھتے تھے اور ترجیحات کی تعیین میں فکر و نظر کی بلندیوں تک پہنچتے تھے۔

بہرحال ! اللہ تعالی مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے, درجات بلند فرمائے اور اہل خانہ, پسماندگان, تلامذہ اورمسترشدین کو صبر جمیل نصیب فرمائے اوربرادرم مولاناحذیفہ وستانوی صاحب کو اپنے والد مکرم کے نقش قدم پر استقامت کے ساتھ گامزن فرمائے۔ آمین

دل غم کو کھا رہا ہے ،غم دل کو کھا رہا ہے۔

بقلم :- ڈاکٹر مفتی ابوالفضل عبداللہ قاسمی ندوی علیگ

خادمِ قرآن حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ کے ساتھ ایک بابرکت لمحہ۔

علم و عمل کے حسین امتزاج ، سادگی و اخلاص کے پیکر ، دعوت و خدمت کے روشن چراغ حضرت مولانا غلام محمد وستانوی _رحمہ اللہ وکثر اللہ فینا أمثاله _ سے ہماری پہلی اور آخری ملاقات 1994 میں جامعہ امام ولی اللہ پھلت (مظفر نگر) میں ہوئی ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہم صرف چار میواتی طلبہ جامعہ کی آخری کلاس"عالیہ ثانیہ" میں زیرِ تعلیم تھے یہ بھی ایک عجوبہ روزگار ہے کہ اس وقت "عالیہ ثانیہ "کی کلاس الف سے یا تک ہمارے لئے ہی بپا کی گئی تھی ۔

ہم کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب ، دشمن آسماں اپنا

مولانا محمد عالم ندوی (جلال پور کھرک) مولانا عبدالغفار ندوی (بلی)، مولانا ظفرالدین (سین گل ہیڑی)، اور راقم الحرفین عاجز خاکسار ابو الفضل ۔

اس دن حضرت مولانا غلام محمد وستانوی اپنے ہم سفر حضرت مولانا محمد قاسم قاسمی رحمہ اللہ ،بانی مہتم دارالعلوم محمدیہ، میل کھیڑلا ضلع ڈیگ راجستھان (فرزندِ ارجمند حضرت مولانا محمد ایوب بن میاں جی موسی رحمہ اللہ) کے ہمراہ جامعہ تشریف لائے تھے ۔

ان حضرات کا مقصد اسیرِ دعوت داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی _حفظہ اللہ ورعاہ وفک اُسرہ عاجلا غیر آجل_سے کوئی اہم ملاقات کرنا تھا مگر ان کی پھلت میں عدم موجودگی کی بنا پر وہ ملاقات ارزاں نہ ہو سکی ۔مولانا وستانوی اس وقت دارالعلوم دیوبند شاید مجلسِ شوریٰ کی کسی میٹنگ میں شرکت کیلئے تشریف لے جا رہے تھے ۔ رب کریم کی خاص عنایت سے ہمیں جامعہ کے مہمان خانہ میں حضرت وستانوی سے بالمشافہ ملاقات کا شرف حاصل ہو گیا ۔ یہ ملاقات پہلی بھی تھی اور آخری بھی ثابت ہوئی ۔ وہ لمحہ گویا ہماری علمی زندگی کا ایک روشن چراغ تھا جس کی روشنی آج تک دل و دماغ کو متاثر کرتی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم قاسمی رحمہ اللہ نے ان کا تعارف ایک مختصر مگر جامع جملے میں چلتے چلتے یوں کرایا تھا :

اس وقت آپ انڈیا کے فعال ترین علماء میں سے ایک متحرک عالم ہیں ۔

حضرت وستانوی سفید تہبند میں ملبوس ، سادگی اور وقار کا مرقع خاموش لیکن گہری دور اندیش نگاہوں والے درویش دکھائی دے رہے تھے ۔ ان کی موجودگی میں عجیب روحانی سکون اور قلبی اطمینان محسوس ہوتا تھا ۔

آج جب حضرت مولانا غلام محمد وستانوی ہمارے درمیان نہیں رہے اور خالقِ حقیقی سے جا ملے تو دل اسی لمحے کو یاد کر کے رنج و حزن سے بھر بھر جاتا ہے ۔ لیکن ان کی بے لوث تعلیمی خدمات اور اخلاص کا اثر آج بھی ہمارے دلوں پر باقی ہے ۔

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا۔

علم و تقویٰ کا چراغ بجھ گیا

علم و عمل اخلاص اور ملی خدمت کا ایک روشن چراغ بجھ گیا ۔ برصغیر کی علمی دنیا آج ایک ایسے دیدہ ور مردِ قلندر سے محروم ہو گئی جو بیک وقت خادمِ قرآن ، مصلحِ تعلیم ، داعیِ وقت اور ملتِ اسلامیہ کا دردمند رہنما تھا ۔

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ ٥ذیقعدہ ١٤٤٦

4 مئی 2025 کو 74 برس کی عمر میں بروز اتوار اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے ۔ آپ نے اپنی تمام زندگی دینی تعلیمی اور دعوتی میدانوں میں وقف کر رکھی تھی۔ آپ کی شخصیت سادگی ، وقار اور عملیت کا حسین اور متحرک نمونہ تھی جو ہر ملنے والے پر ایک انمٹ نقش چھوڑ جاتی ۔

آپ نے 2011 میں برصغیر کے عظیم اسلامی ادارے دارالعلوم دیوبند کا اہتمام سنبھالا جو خود ایک بڑا اعزاز اور مشکل ذمہ داری تھی ۔ اس منصب پر رہتے ہوئے آپ نے ادارے میں کئی تعمیری اصلاحات کیں اور تدبیر و تحمل سے کام لیتے ہوئے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا ۔

آپ چاہتےتھےکہ حکومتی ادارے دارالعلوم کی سندفضیلت کو " illiterate" نہ لکھیں۔ اگرچہ بعد میں "میبذی" قطبی " کے دلدادگان کے اختلافات کی بنا پر آپ کو بہت جلد ادارے سے سبکدوش ہو جانا پڑا لیکن آپ کے عزم و استقلال میں کوئی کمی نہ آئی ۔

آپ نے مہاراشٹر کے شہر اکل کوا میں الجامعہ الاسلامیہ اِشاعۃ العلوم کے نام سے ایک ایسا ادارہ قائم کیا جو دینی اور عصری علوم کا حسین امتزاج ہے ۔ یہ بھارت کے پسماندہ

مسلمانوں کیلئے شاید پہلا علاقائی اقلیتی میڈیکل کالج تھا جسے (MCI) سے بھی منظوری حاصل ہوئی ۔ اس ادارے نے نہ صرف مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے خلا کو پُر کیا بلکہ بھارتی مسلمانوں کیلئے ایک نئے قابل اطلاق تعلیمی وژن کی بنیاد رکھی ۔

حضرت وستانویؒ کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو ان کی گہری بصیرت ، علم دوستی اور اخلاص و للہیت تھا۔وہ بلند مناصب پر بھی بیٹھے تو عاجزی ان کی طبیعت سے جدا نہ ہوئی اور اگر تنہا رہ گئے تو فقر وقناعت ان کا زیور بنا رہا ۔ وہ بہت بڑے ادارہ ساز بھی تھے مفکر مصلح بھی اور مربی بھی ۔آج ان کی وفات پر دل غم زدہ ہے آنکھیں اشک بار ہیں اور زبان یہ کہنے پر مجبور ہے۔إنا لله وإنا إليه راجعون۔ اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس وأبدله دارا خيرا من داره، وأهلا خيرا من أهله وأدخله الجنة وأعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے، ان کے قائم کئے گئے بے مثال تعلیمی اداروں کو قبولیت اور ترقی عطا فرمائے ، پسماندگان کو صبر جمیل اور ہم جیسے کمزوروں کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے ۔ ذاتِ حق جل مجدہ اپنے فضل وکرم سے مفلس امت مسلمہ کو ان کے نعم البدل متحرک متحد علماء عطا فرمائے ۔

آج "آفتاب ہند"غروب ہوگیا

بقلم :- ابو معاویہ محمد معین الدین ندوی قاسمی

مجھ ناتواں سے اگر کوئی کہے کہ عصر حاضر کے مخلص داعیان اسلام کی فہرست تیار کرو! تو احقر سر فہرست، سب سے اوپر اور جلی حروف میں ایک ایسی علمی و روحانی شخصیت کا نام لکھے گا کہ جس کا انکار شاید کوئی نہیں کرسکے گا اور وہ نام ہوگا "آفتاب ہند"حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ (خلیفہ عارف باللہ حضرت اقدس الشاہ قاری صدیق صاحب باندوی قدس سرہ)کا۔

حضرت مولانا وستانوی رحمہ اللہ جنہیں آج "رحمہ اللہ" لکھتے ہاتھ کانپ رہاہے ،دل مضطر اور ذہن و دماغ پارہ پارہ سا ہوا جارہا ہے لیکن یہ دعائیہ کلمات ہے اسی وجہ سے چار و ناچار لکھنا پڑ رہاہے اور اب ہمیشہ یہی کلماتِ دعائیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ لاحقہ کے طور پر لکھا جاتا رہے گا ان شاء اللہ

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ کا دنیا سے جانا تن تنہا جانا نہیں ہے بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا جانا ایک انجمن ایک ملت اور ایک جہان کا جانا ہے۔

پچھلے تقریباً ایک دو ماہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ برابرعلیل چل رہےتھے ، ملک و بیرون ملک کےلاکھوں آپؒ کے شیدائی آپؒ کی شفایابی کے لئے مسلسل دعائیں کررہے تھے آپؒ کے لیے نفلی روزے اور صدقے کئے جارہے تھے لیکن بالآخر تقدیر تدبیر پر غالب آگئی اور دو چار دن قبل یہ خبر آئی کہ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا ہے کہ اب حضرت والاؒ کو گھر

اور دو چار دن قبل یہ خبر آئی کہ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا ہے کہ اب حضرت والاؒ کو گھر پر ہی لے جائیں، کیونکہ ہم لوگ ظاہری طور پر حضرت والاؒ کی زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں۔
اس کے بعد بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحت یابی کے لئے برابر دعائیں ہورہی تھیں کہ آج بعد نماز ظہر واٹس ایپ کے ذریعہ یہ خونچکاں خبر آئی کہ عامر المساجد و المدارس خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد وستانوی قدس سرہ اپنی حیات مستعار کی 75/ بہار گزار کر رب کریم کے حضور تشریف لے گئے ۔

إنا لله و إنا إليه راجعون، إن الله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى

حضرت مولانا وستانوی قدس سرہ کی روحانی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے رب کریم نے انہیں ان گنت خوبیوں سے نوازا تھا ، وہ ملک کے تین مرکزی اداروں (دارالعلوم دیوبند، جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) میں سے ایک عظیم دینی درسگاہ "جامعہ مظاہر علوم سہارنپور" کے فاضل تھے، ملک کے کامیاب مہتممین حضرات میں سے ایک کامیاب و بافیض مہتمم تھے، وہ اپنے زمانہ کے ایک بافیض بزرگ عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمہ اللہ کے روحانی پروردہ اور خلیفہ تھے۔
حضرت مولاناوستانوی قدس سرہ کی روحانی و بافیض زندگی دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کی تابناک زندگی میں تابندہ نقوش چھوڑنے میں جہاں توفیق ایزدی ودیگر وجوہات ہوں ان میں ایک وجہ "بابا صدیقؒ کی آہ سحر گاہی" کا بھی بہت بڑا رول رہا ہے ۔
حضرت مولانارحمہ اللہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ایک مضبوط رکن تھے، اور اس عہدہ پر رہتے ہوئے مادر علمی دارالعلوم دیوبند کا بھر پور خدمت کیا ،اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب آپ "دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بنائے گئے" اور اس عظیم عہدہ پر

تقریباً آٹھ ماہ رہے ،پھر بعض عوارض کی وجہ سے اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے ،لیکن تا ہنوز دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے، اور شوری کے اجلاس میں برابر شریک ہوتے رہے۔

راقم الحروف کا جب 2014/ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف میں داخلہ ہوا تو دارالعلوم دیوبند اور وہاں کے مؤقر اساتذہ کرام نیز شوری کے بعض اراکین کو بھی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ، قیام دارالعلوم دیوبند ہی ایک مکتبہ میں ایک کتاب پر نگاہ پڑی اوررک گئی کتاب کانام تھا "آفتاب ہند" اس نام سے کتاب کی طرف ذہن کا متوجہ ہونا لازمی تھا کتاب سے قریب ہوا ،ہاتھ میں لیا الٹنے پلٹنے سے معلوم ہوا کہ اسکے مصنف کوئی مظفر نگر کے رہنے والے (اب مرتب کا نام بھی یاد نہیں ہے) فاضل دارالعلوم دیوبند ہیں، اور کتاب خادم القرآن عامرالمساجد و المدارس حضرت مولانا غلام محمد وستانوی قدس سرہ کی حیات سے متعلق ہے، یہاں وہاں سے پڑھنے کے بعد ہی حضرت مولانا رحمہ اللہ سے ملاقات کی دلی تمنا ہوئی ، اس کے کچھ دنوں بعد ہی شوری کے اجلاس میں حضرت مولانارحمہ اللہ تشریف لائے،معلوم ہوا کہ مہمان خانہ دارالعلوم دیوبند میں تشریف رکھتے ہیں،احقر مہمان خانہ پہنچا اور حضرت مولانارحمہ اللہ جس کمرہ میں تشریف رکھتے تھے وہاں چند گجرات کے طلبہ موجود تھے احقر اجازت لے کر کمرہ میں داخل ہوا سلام و مصافحہ کرنے کا شرف حاصل ہوا ،اور پھر بیٹھنے کا حکم ہوا۔

احقرنے کہا کہ حضرت! بندہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے عالمیت کرنے کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد صاحب قاسمی مدظلہ العالی کے حسب ایماں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف پڑھنے آیا ہے دعا کریں کہ اللہ تعالی یہاں سے بھر پور علمی فائدہ

اٹھانے کی توفیق بخشے اور اپنے اسلاف کے نقش پا پر چلنے کی توفیق عطافرمائے ۔
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کا نام سن کر خوش ہوئے اور یادپڑتاہے کہ فرمایا کیا آپ نے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب مظاہری پٹنی(نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) سے بھی پڑھی ہے ،احقر نے اثبات میں جواب دیا ، اور پھر مجلس کی باتیں ہوتی رہیں ،جب احقر رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو عرض کیا حضرت! کچھ نصیحت فرمادیں ،فرمایا: آپ دورہ حدیث شریف کے طالب علم ہیں اس لیےزیادہ سےزیادہ سنتوں پر عمل کریں، اور ادعیہ مسنونہ کی پابندی کریں ، احقر پھر مصافحہ کیا اور رخصت ہوا ،یہی ہماری مولانا رحمہ اللہ سے پہلی اور آخری ملاقات رہی، اور اب اس جہاں میں دوبارہ کبھی ملاقات نہیں ہوسکے گی، مولانا کی خدمت سے رخصت ہونے کے بعد یہ احساس ہوا کہ ماشاءاللہ! جیسا سنا تھا اس سے بہتر پایا ، واقعی میں خلاق عالم نے ان کی ذات میں اخلاص اور حلم و بردباری کو بدرجہ اتم عطا فرمایاتھا۔
آہ! آج حضرت رحمہ اللہ اپنے پیچھے ہزاروں شیدائی کو روتے بلکتے چھوڑ کر فردوس بریں ہوگئے ، اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس کےمکیں بنائے اور آپ کےلگائے ہوئے علمی شجر سایہ دار(جامعہ اشاعت العلوم،اکل کوا، نندوبار، مہاراشٹر) کوآپ کا نعم البدل عطا فرمائے، اور اس چمنستان علم وادب کوتاشام قیامت آباد و شاداب رکھے، پسماندگان خصوصاً صاحب زادہ گرامی قدر حضرت مولانا حذیفہ وستانوی صاحب مدظلہ العالی اور دیگر تمام اعزہ و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

ابو معاویہ محمد معین الدین ندوی قاسمی

۵/ذی قعدہ ،۱٤٤٦/ھ / 4/مئی ،2025/ء

ایک عظیم شخصیت کا سانحۂ ارتحال

بقلم :- مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی

دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کو صرف اپنے لیے نہیں، بلکہ دوسروں کے لیے جیتے ہیں۔ وہ اپنے علم، اخلاص، خدمت اور کردار کے ذریعے معاشرے پر گہرے اثرات چھوڑتے ہیں۔ جب ایسی کوئی شخصیت ہم سے جدا ہوتی ہے تو صرف ایک فرد نہیں، ایک پورا ادارہ، ایک تحریک، ایک روشن چراغ بجھ جاتا ہے۔حال ہی میں ہم نے ایک ایسی ہی عظیم شخصیت، [مولانا محمد وستانویؒ] کو کھو دیا۔ ان کا انتقال نہ صرف علمی و دینی دنیا کا نقصان ہے بلکہ سماج و معاشرے کی ایک قیمتی میراث کا خاتمہ بھی ہے۔
مولانامرحوم نےاپنی پوری زندگی دینِ اسلام کی خدمت، تعلیم و تربیت اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے وقف کر دی۔ ان کی گفتگو میں حکمت، کردار میں اخلاص، اور عمل میں سچائی نمایاں تھی۔ وہ نہ صرف ایک ممتاز عالمِ دین تھے بلکہ ایک بہترین منتظم، مصلح اور قائد بھی تھے۔ مدارس، تعلیمی ادارے، اوراصلاحی تحریکیں انکی کوششوں کی زندہ مثالیں ہیں۔
انکی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اسے پُر کرنا آسان نہیں۔ ان کے شاگرد، وابستگان، اور معتقدین آج غم زدہ ہیں، مگر ان کے چھوڑے ہوئے علمی و دینی نقوش ہمیشہ زندہ رہیں گے۔اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے اور ہم سب کو ان کی نیکیاں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

مولانا وستانوی تاریخ ہند کا ایک روشن باب تھے

بقلم :- مولانا ابوحنظلہ عبدالاحد قاسمی

بڑے رنج و الم کے ساتھ یہ اندوہناک خبر موصول ہوئی کہ حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب رحمہ اللہ آج اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔إنا لله وإنا إليه راجعون۔

اللّٰهم اغفر له وارحمه، وعافه واعف عنه، وأكرم نزله، ووسّع مدخله، واغسله بالماء والثلج والبرد، ونقّه من الخطايا كما نقّيت الثوب الأبيض من الدنس، وأبدله دارًا خيرًا من داره، وأهلاً خيرًا من أهله، وزوجًا خيرًا من زوجه، وأدخله الجنة، وأعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ صرف ایک فرد نہیں، بلکہ تاریخ ہند کا ایک روشن باب تھے۔ آزادی ہند کے بعد ہندی مسلمانوں کے لیے اگر آپ کی شخصیت کو سب سے زیادہ مفید، کارآمد، فعّال اور نفع رساں کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

مدارس و مساجد کی تعمیر، ان کی ترویج و اشاعت، دینی تعلیمات کی اشاعت، اور خصوصاً خدمت قرآن کے میدان میں حضرت نے جو شاندار، تابناک اور ناقابل فراموش خدمات انجام دیں، وہ ملت اسلامیہ ہندیہ کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپ کا نام دینی غیرت، ملی حمیت اور عملی جدوجہد کا استعارہ بن چکا تھا۔

حضرت کا وصال مسلمانانِ ہند کے لیے ایک ناقابل تلافی سانحہ ہے۔ ایسے عظیم المرتبت، درد مند دل رکھنے والے، قوم کے سچے خیر خواہ اور بے لوث خادم کا اٹھ جانا ایسا خلا ہے جو مدتوں پُر نہیں ہو سکتا۔

اللہ رب العزّت حضرت کے اہلِ خانہ اور متعلقین و متوسلین بالخصوص آپ کے لائق و فائق فرزند و جانشین مولانا حذیفہ وستانوی صاحب مدظلہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آپ کو والد محترم کے علمی، عملی، دینی و ملی ورثہ کا سچا وارث اور کامل جانشین بنائے، اور آپ کے وجود سے امت کو خوب فائدہ پہنچائے۔

اللہ رب العزّت حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبولیت تامہ سے نوازے اور امت مسلمہ کو ان کے نعم البدل سے محروم نہ فرمائے۔ آمین۔

خادم قوم و ملت جوار رحمت میں !

بقلم :- مولانا محمد قمر الزماں ندوی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آج مورخہ 4/ مئی بروز اتوار ظہر اور عصر کے درمیان یہ افسوس ناک خبر ملی کہ خادم قرآن اور ہزاروں اداروں اور جامعات و مکاتب کے ذمہ دار و سرپرست جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے روح رواں و میر کارواں جناب حضرت مولانا غلام وستانوری صاحب رح اس دار فانی سے دار باقی کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یقیناً مولانا مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور ملت کے لئے قیمتی سرمایہ تھے، وہ علم و عمل اور اخلاص ویقین کے جامع مرد مجاہد انسان تھے ،انھوں نے تنہا اتنے کام اور ذمہ داریاں انجام دیں، جو کام پوری ایک تنظیم اکادمی اور سوسائٹی کرتی ہے ، اس اعتبار سے وہ پوری ملت کے لئے اور بطور خاص میدان عمل میں کام کرنے والوں کے لئے آئیڈیل اور نمونہ تھے ۔ میں نے جن علماء کا نام و کام کا کثرت سے لوگوں کی زبان سے تذکرہ سنا،ان میں مولانا وستانوری رح بھی نمایاں اور سر فہرست ہیں ۔وہ ایک عظیم اور عبقری انسان تھے،انھوں اپنی پوری زندگی دین متین کی خدمت اورامت کی اصلاح و فلاح میں صرف کی ،بلکہ وقف کر دی تھی ، ان کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوا ہے۔

مولانا کی علالت کی خبر تقریباً ایک ہفتہ سے سوشل میڈیا پر گردش کر رہی تھی، لوگ اور بطور خاص ان کے محبین و تلامذہ ان کے ادارے سے فارغ ہزاروں علما و فضلا و حفاظ ان کے لیے دعاء صحت کر رہے تھے ، لیکن قضا و قدر کا فیصلہ آچکا تھا اور آج وہ اللہ تعالیٰ کے جوار میں اپنی طویل اور کثیر خدمات انجام دے کر پہنچ گئے اللہ تعالیٰ ان کو صدیقین اور ابرار کی زمرے میں شامل فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

مولانا مرحوم علم و عمل کے جامع انتہائی متواضع مخلص اور بے لوث انسان تھے اور اپنی عالمی شناخت اور پہنچان رکھتے تھے اور انہوں نے علم جدید و قدیم کے فرق کو مٹا کر ہر دو میدان میں اپنا لوہا منوایا ،انکی ذات خلوص اورسادگی کی پیکر تھی بلند اخلاق کے حامل انسان تھے، وہ محبوب العلماء تھے،ان میں نہ کوئی طرہ تھا نہ طمطراق،بس انہیں کام سے لگن اور دھن وہ کام کرنا اور کرانا جانتے تھے اور وسائل کا صحیح جگہ استعمال بھی ، بس اللہ تعالیٰ نے انھیں کام کرنے کا سلیقہ خوب دیا تھا،وہ پوری یکسوئی سے کسی کام کو انجام دیتے تھے اور حالات و مسائل کا ہمت و حوصلے سے سامنا کرکے آگے کے مشن میں لگ جاتے تھے،ان کی زندگی ،خدمت اور کارناموں پر مجھے رشک آتا تھا اور ان کو میں اپنے لئے بطور خاص نمونہ سمجھتا تھا اور جب کبھی کسی کام میں ہمت ہارتا تو ان کو یاد کرکے اپنے اندر مہمیز پیدا کرتا اور پھر لکھنے پڑھنے کے لئے تیار ہو جاتا ۔انہوں نے تنہا وہ کام کیا اور وہ کارنامے انجام دیے جو پوری بڑی تنظیم ادارہ اور جماعت کرتی ہے ۔

وہ انتہائی متحرک اور فعال انسان تھے وہ تنہا نہیں تھے وہ افراد اور انجمن کے مانند تھے ان کے زیر اہتمام اور زیر نگرانی ہزاروں لوگ کام کر رہے تھے ، ہزاروں لاکھوں

افراد کی کفالت کا وہ ذریعہ تھے ۔

غلام محمد وستانوی (پیدائش: یکم جون 1950ء) ایک بھارتی مسلمان عالم دین و ماہرِ تعلیم تھے،جوروایتی اسلامی تعلیم میں عصری مضامین کو شامل کرنے کی کوششوں کے لیے معروف تھے۔ وہ اکل کوا، مہاراشٹر میں واقع جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کے بانی و مہتمم تھے۔ یہ ادارہ بھارت کے اقلیتی طبقے کے زیر انتظام پہلے میڈیکل کالج کی میزبانی کرتا ہے، جو میڈیکل کونسل آف انڈیا (ایم سی آئی) سے تسلیم شدہ ہے۔ وستانوی نے 2011ء میں مختصر وقت کے لیے دار العلوم دیوبند کے مہتمم کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔

ابتدائی و تعلیمی زندگی

غلام محمد وستانوی یکم جون 1950ء کو کوساڑی، ضلع سورت، گجرات میں پیدا ہوئے۔ 1952ء یا 1953ء میں انکا خاندان وستان منتقل ہوا، جسکی طرف نسبت کرتے ہوئے وہ وستانوی لکھے جاتے ہیں۔ وستانوی نے اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ قوت الاسلام کوساڑی میں حاصل کی، جہاں انھوں نے حفظ قرآن کیا۔

انھوں نے بعد ازاں مدرسہ شمس العلوم بروڈہ میں تعلیم حاصل کی اورمزید تعلیم کے لیے 1964ء میں دار العلوم فلاح دارین، ترکیسر، گجرات میں داخلہ لیا،جہاں انھوں نے آٹھ سال تک تعلیم حاصل کی اور 1972ء کے اوائل میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ انکے اساتذہ میں احمد بیمات، عبد اللہ کاپودروی، شیر علی افغانی اور ذو الفقار علی شامل تھے۔

1972ء کے اواخر میں وستانوی نے مظاہر علوم سہارنپور، اتر پردیش میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث شریف پڑھ کر 1973ء میں وہاں سےفراغت حاصل کی۔انھوں نے بخاری

مولانا محمد یونس جونپوری سے پڑھی۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایم بی اے کی ڈگری بھی حاصل کی۔

1970ء میں دار العلوم فلاح دارین کے زمانۂ طالب علمی کے دوران، انھوں نے محمد زکریا کاندھلوی سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور 1982ء میں شیخ کی وفات تک ان سے استفادہ کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد، سید صدیق احمد باندوی سے رجوع کیا اور ان کے خلیفہ و مجاز ہوئے۔ مزید یہ کہ انھیں محمد یونس جونپوری سے بھی اجازتِ بیعت حاصل ہوئی۔

تدریسی و عملی زندگی

تعلیم سے فراغت کے بعد وستانوی نے قصبہ بوڈھان، ضلع سورت میں دس دن تدریس کے فرائض انجام دیے۔ اس کے بعد 1973ء میں وہ دار العلوم کنتھاریہ، بھروچ تشریف لے گئے، جہاں ابتدائی فارسی سے متوسطات تک کی مختلف کتابوں کی تدریس ان سے متعلق رہی۔

1979ء میں انھوں نے جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا کی بنیاد رکھی۔ ابتدا میں یہ ادارہ محدود وسائل کے ساتھ چھ طلبہ اور ایک استاد کے ساتھ مکتب کی صورت میں قائم ہوا۔ وقت کے ساتھ یہ ادارہ ترقی کرتا گیا اور اسلامی و عصری تعلیم کے امتزاج کے باعث ایک نمایاں تعلیمی مرکز کے طور پر ابھرا۔ ادارے کے بہتر انتظام کی غرض سے وہ مستقل طور پر اکل کوا منتقل ہو گئے اور تب سے مہتمم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ ادارہ ابتدائی اور اعلیٰ ثانوی اسکولوں، بیچلر آف ایجوکیشن (B.Ed.) اور ڈپلوما ان ایجوکیشن (D.Ed.) کالجوں کے ساتھ ساتھ پیشہ ورانہ تربیتی پروگرامز فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، ادارہ انجینئرنگ، فارمیسی اور میڈیکل کالج جیسے پیشہ ورانہ کورسز بھی پیش کرتا ہے، جنھیں میڈیکل کونسل آف انڈیا سے تسلیم شدہ حیثیت حاصل ہے۔ مزید یہ کہ آئی ٹی، دفتر انتظامیہ، سلائی اور سافٹ ویئر ڈویلپمنٹ جیسے شعبوں میں بھی تربیتی مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس جامع تعلیم کا مقصد طلبہ کو مذہبی اور عصری معاشرتی ذمہ داریوں کے لیے تیار کرنا ہے۔وستانوی نے جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کی بنیاد رکھنے اور اسے منظم کرنے کے ساتھ ساتھ بھارت کے مختلف علاقوں میں متعدد تعلیمی اور فلاحی ادارے بھی قائم کیے ہیں۔ وہ ان اداروں اور ملک بھر کے دیگر اداروں کے انتظام و انصرام میں بھی فعال طور پر شامل رہے ہیں۔

رکن مجلسِ شوریٰ، دار العلوم دیوبند

1419ھ مطابق 1998ء میں وستانوی دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے اور اپنے دورِ اہتمام میں بحیثیت مہتمم بھی مجلس شوریٰ کے رکن کے طور پر خدمات انجام دیں۔ وہ تاحال مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔اہتمامِ دار العلوم دیوبند اور درپیش مسائل

غلام محمد وستانوی 11 جنوری 2011ء کو دار العلوم دیوبند کے مہتمم (وائس چانسلر) منتخب ہوئے۔ اس فیصلے کو ادارے کی قیادت میں ایک اہم اصلاحی اقدام قرار دیا گیا۔ تاہم، 2002ء کے گجرات فسادات کے حوالے سے ان کے مفاہمتی بیانات نے تنازعات کو جنم

دیا اور مختلف حلقوں کی جانب سے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ ان بیانات کو مدرسے کے روایتی نظریات سے متصادم سمجھا گیا، جس کی وجہ سے داخلی اختلافات نے جنم لیا۔ 23 جولائی 2011ء کو داخلی دباؤ اور اختلافات کے باعث وستانوی کو ان کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔

عہدے سے برطرفی کے بعد وستانوی صاحب نے کہا کہ انھیں "کسی غلطی کے بغیر سزا دی گئی" اور ان کے بیانات کو سیاق و سباق سے ہٹا کر پیش کیا گیا۔

انھوں نے زور دیا کہ ان کا مقصد مسلم کمیونٹی کی ترقی اور ادارے کو مضبوط بنانے کے لیے اصلاحات متعارف کروانا تھا۔ ان کے مطابق، ان کی برطرفی اندرونی سیاست اور اصلاحات مخالف عناصر کی مزاحمت کا نتیجہ تھی۔

اوپر مولانا مرحوم کی زندگی سے متعلق یہ معلومات وکی پیڈیا سے ماخوذ ہیں ، عجلت میں صرف اتنے ہی اکتفا کرتے ہیں ان کی خدمات پر ہم مزید آگے لکھیں گے، آخری اقتباس سے قارئین کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

بس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم حضرت وستانوی رح کی مغفرت فرمائے اعلیٰ علین میں ان کو جگہ دے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے آمین نیز ان کے تمام ورثاء متعلقین مستفدین و مسترشدین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا وستانویؒ کی ہمہ جہت خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی

بقلم :- امیر جماعت اسلامی ہند

مولانا غلام محمد وستانویؒ کے انتقال کی خبر پر امیر جماعت اسلامی ہند جناب سید سعادت اللہ حسینی نے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی رحلت، اس نازک وقت میں ملت اسلامیہ ہند کے لیے ایک بڑا خسارہ ہے۔ ان کے انتقال سے ہم ایک مخلص خادمِ قرآن، باکمال منتظم، دینی و عصری تعلیم کے ممتاز ماہر، اور صاحبِ بصیرت عالم دین سے محروم ہو گئے ہیں۔

قوموں کی ترقی میں ادارہ سازی اور حسنِ انتظام کی صلاحیت کلیدی کردار ادا کرتی ہے، اور مولانا وستانویؒ کی شخصیت اس وصف کا درخشاں نمونہ تھی۔ انہوں نے نہ صرف گوناگوں چیلنجوں کا حکمت و جراءت سے سامنا کرتے ہوئے متعدد دینی و عصری تعلیمی ادارے قائم کیے، بلکہ اپنے سلیقے، دور اندیشی اور حسن انتظام سے انہیں قلیل عرصے میں معیاری اداروں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ دینی و عصری علوم کے امتزاج کی باتیں ملت کے مختلف حلقوں میں مسلسل ہوتی رہی ہیں لیکن اس کا جو کامیاب اور مؤثر تجربہ آپ کی سرپرستی میں ہوا، وہ ملک میں اپنی مثال آپ ہے۔

مختلف پروفیشنل علوم میں دینی تربیت اور کردار سازی کے ساتھ ماہر افراد کی تیاری ملت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ آپ نے اس دیرینہ خواب کو بھی ممکن کر دکھایا۔

مولانا مرحوم ایک عملی شخصیت کے مالک تھے، وقت کے تقاضوں اور ضروریات کو بخوبی سمجھتے تھے اور انہیں توازن، اعتدال اور حکمتِ عملی کے ساتھ پورا کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔

اپنی ان متنوع صلاحیتوں کو جس استقامت، اخلاص اور ایثار کے ساتھ انہوں نے ملت کی خدمت اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے استعمال کیا، وہ یقیناً انہیں ملت کے عظیم محسنوں کی صف میں شامل کرتا ہے۔

امیر جماعت نے فرمایا کہ مولانا وستانویؒ اتحادِ ملت کے سچے داعی اور مضبوط نقیب تھے۔ وہ تمام مکاتبِ فکر کی نمائندہ شخصیات سے قریبی تعلقات رکھتے تھے اور انکی دینی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

امیر جماعت نے مولانا مرحوم سے اپنے ذاتی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "ان سے میرے روابط اس دور سے ہیں جب میں ایس آئی او کا صدر تھا۔ ہماری دعوت پر وہ ایس آئی او کے بعض پروگراموں میں بھی تشریف لائے تھے اور بصد شفقت اپنے ادارے کا دورہ و معائنہ بھی بھی کرایاتھا۔ نوجوانوں کی سرپرستی، حوصلہ افزائی اور خورد نوازی ان کی ہمہ جہت شخصیت کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔"

آخر میں، امیر جماعت نے مرحوم کے اہل خانہ بالخصوص محترم دوست جناب حذیفہ وستانوی سے تعزیت کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائے، ان کی بے مثال خدمات کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، ان کے عظیم مشن کے تسلسل کا سامان فرمائے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان ، آہ ! مولانا وستانوی

بقلم :- مرزا عبدالقیوم ندوی اورنگ آباد

آج، 4 مئی 2025 کو، مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کے انتقال کی المناک خبر سامنے آئی ہے۔ وہ ہندوستانی مسلم کمیونٹی کے ایک ممتاز عالم دین اور ماہر تعلیم تھے، جن کی تعلیم اور سماجی اصلاح کے شعبوں میں خدمات ناقابل فراموش رہیں گی۔

ایک بصیرت افروز ماہر تعلیم:

یکم جون 1950 کو گجرات کے کوساڈی میں پیدا ہونے والے مولانا وستانوی نے روایتی اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید علم کی اہمیت کو بھی بخوبی سمجھا تھا۔ انہوں نے کوساڈی کے مدرسہ قوت الاسلام سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، جہاں انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا۔ اسکے بعد، انہوں نے آٹھ سال تک بڑودہ کے مدرسہ شمس العلوم اور ترکیسر کے مدرسہ فلاح الدارین میں اسلامی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے سہارنپور کے مظاہر علوم میں بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی، جہاں انہوں نے ممتاز علماء سے اسلامی علوم اور حدیث کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔

اپنی روایتی تعلیم کے ساتھ ساتھ، مولانا وستانوی نے ایم بی اے کی ڈگری بھی حاصل کی تھی، جو مذہبی اورجدید تعلیم کے امتزاج کے بارے میں ان کی منفرد سوچ کی عکاس ہے۔ انہوں نے ممتاز صوفی شخصیات سے روحانی رہنمائی بھی حاصل کی تھی۔

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کا قیام:

مولانا وستانوی کی سب سے اہم کامیابیوں میں سے ایک 1979 میں مہاراشٹر کے اکل کنواں میں جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کا قیام تھا۔ ایک چھوٹے سے مدرسے سے شروع ہو کر، یہ ادارہ ان کی بصیرت افروز قیادت میں ایک وسیع تعلیمی کمپلیکس میں تبدیل ہو گیا۔ جامعہ نہ صرف روایتی اسلامی تعلیم فراہم کرتا ہے، بلکہ سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ، طب اور فارمیسی جیسے جدید مضامین میں بھی کورسز چلاتا ہے۔

ان کی سب سے قابل ذکر کامیابی ہندوستان کے پہلے اقلیتی ملکیت والے میڈیکل کالج، جالنہ میں انڈین انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس اینڈ ریسرچ کا قیام تھا، جسے میڈیکل کونسل آف انڈیا (MCI) نے تسلیم کیا ہے۔ اس کے علاوہ، ان کی قیادت میں جامعہ نے مہاراشٹر اور دیگر علاقوں میں کئی اسکول اور مساجد قائم کیں، جس سے تعلیم اور کمیونٹی کی ترقی کو نمایاں فروغ ملا۔

دارالعلوم دیوبند میں مختصر اور متنازعہ دور:

مولانا وستانوی کو 10 جنوری 2011 کو دارالعلوم دیوبند کا مہتمم مقرر کیا گیا تھا، جو اس معتبر ادارے کی 200 سالہ تاریخ میں اس عہدے پر فائز ہونے والے پہلے گجراتی تھے۔ ان کی تقرری سے ادارے میں جدیدیت کی امیدیں پیدا ہوئی تھیں۔

تاہم، ان کا دور مختصر اور متنازعہ رہا۔ گجرات کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ نریندر مودی کی ترقیاتی پہلوؤں کی بظاہر تعریف کرنے اور 2002 کے فسادات سے آگے بڑھنے کی تجویز دینے والے ان کے تبصروں نے قدامت پسند عناصر کی مخالفت کو جنم دیا۔ بڑھتے

ہوئے تنازعہ کی وجہ سے انہیں جولائی 2011 میں اپنے عہدے سے استعفیٰ دینا پڑا۔

وراثت:

دارالعلوم دیوبند میں ان کا دور اگرچہ مختصر رہا، لیکن مولانا غلام محمد وستانوی نے تعلیم اور کمیونٹی کی ترقی کے شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم ان کی بصیرت اور تعلیم کے لیے لگن کا زندہ ثبوت ہے۔ انہوں نے روایتی اور جدید تعلیم کو ہم آہنگ کرنے کی ایک منفرد مثال پیش کی، جس سے لاتعداد طلباء مستفید ہوئے۔

مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کا انتقال ہندوستانی مسلم کمیونٹی اور تعلیمی برادری کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ان کی تعلیمات، ان کے قائم کردہ ادارے، اور ان کے ترقی پسند خیالات ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ہم ان کے اہل خانہ اور عزیز و اقارب سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو سکون عطا فرمائے۔

مولانا غلام محمد وستانویؒ - ایک زریں عہد کا خاتمہ

بقلم :- نیک محمد ادارہ مرکز المعارف، پیپاڑ شہر جودھپور راجستھان

آج عالم اسلام اور خصوصاً امتِ اسلامیہ ہندیہ ایک عظیم ملی اور تحریکی شخصیت سے محروم ہو گئی۔ مولانا غلام محمد وستانویؒ کا انتقال ایک ایسا ہمہ جہتی صدمہ ہے، جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ان کی وفات صرف ایک فرد کا نہیں بل کہ ایک ادارے، ایک تحریک اور ایک مشن کا خاتمہ ہے۔

مولانا وستانویؒ کا شمار ہندوستان کے ماضی قریب کے ان ممتاز علماء میں ہوتا تھا، جنھوں نے قرآنِ کریم اور دینِ متین کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا تھا۔ آپ نے روایتی دینی طرزِ تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم میں بھی ایک ایسے وقت میں ہاتھ ڈالا، جب اسے مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ شامل کرنا شجرۂ ممنوعہ سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے اس خیال کو نہ صرف عملی جامہ پہنایا، بل کہ اس میں ملکی سطح پر اپنا لوہا منوایا۔ آج بھی جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، ہندوستان میں دینی وعصری تعلیم کے سنگم کا خوب صورت استعارہ ہے۔ اس کے اس کامیاب تجربے کی مثال دی جاتی ہے۔

مولانا کو عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کے کچھ میدانوں میں ایسا امتیاز حاصل تھا، جو کم ہی کسی کے حصے میں آیا ہے۔ کل ہند مسابقاتِ قرآنیہ آپ کا ایک ایسا خاصہ تھا، جس نے جہاں خود آپ کو ملک کے کونے کونے تک پہنچایا اور غیر معمولی مقبولیت عطا کی،

وہیں آپ کا یہ نظام ملک کے طول و عرض میں موجود مدارسِ اسلامیہ میں تصحیحِ و تجویدِ قرآنی کی ایک بے مثال تحریک بن کے ابھرا، جس کے فیوض و برکات کھلی آنکھوں سے محسوس کیئے جا سکتے ہیں۔

اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ملک کی پچھڑی مسلم بستیوں اور دور دراز واقع دیہی علاقوں میں مساجد و مکاتب قرآنیہ کا ایسا خوبصورت نظام برپا کیا، جو یقیناً آپ کے لئے نجاتِ آخرت کا سامان اور ذخیرۂ صد خیر ہے۔

آپ کا سراپا ایک ملاقات ہی سے علم و عمل کا پیکر، تواضع و انکساری کی زندہ مثال، اور اخلاص و للہیت کا عملی نمونہ محسوس ہوتا تھا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دین کی اشاعت، تعلیم و تربیت، اصلاحِ معاشرہ اور امت کی فلاح کے لیے وقف کر دی تھی۔ آپ نے علمی خدمات کےساتھ ساتھ تنظیمی میدان میں بھی اپنی غیرمعمولی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ آپ کی قیادت و سرپرستی میں کئی ادارے ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے اور ہزاروں افراد نےانکے ہاتھوں دینی وعصری میدانوں میں مادی اورروحانی ترقیات کےپروانےوصول کئے۔ مولانا مرحوم کاانداز بیان نہایت دلنشین،گفتگو بہت عام فہم اور طرزِ عمل لائقِ تقلید تھا۔ اس حقیرنے اپنے دار العلوم دیوبند کے مختصر مدتی دورِ اہتمام میں آپ کوقریب سے دیکھا آپ نےاپنے آپ کوکسی بھی بناوٹی رنگ و تصنع سے دور رکھا۔ ہر سوال کا جواب دینے کے لئے آپ ہر دم تیار دیکھے اور سنے گئے۔ بعض نا عاقبت اندیش شرپسندوں کے انتہا پسندانہ رویے کو بھی آپ نے ہنس کر قبول کیا۔ اس اختلاف میں بھی آپ کبھی ادب کا دامن نہیں چھوڑتے اور ہمیشہ اتحاد و اتفاق کی بات کرتے تھے۔

آج جب آپ ہم میں نہیں رہے، تو آپ کا خلا پر کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن محسوس ہوتا ہے۔ لیکن آپ کی علمی و دینی میراث ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ہم آپ کے مشن کو آگے بڑھائیں، آپ کے اصولوں کو زندگی میں اپنائیں اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ آپ کے فیض یافتہ مدارس کو تو بہ طور خاص چاہیے کہ آپ کی فکر و کاوش کو آپ کے ساتھ رخصت نہ ہونے دیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا وستانویؒ کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

واہ کیا تاریخ پائ ہے حضرت وستانوی

بقلم :- مولانا عبدالباسط اشاعتی جالنوی مدیر گلوبل نیوز

واہ کیا تاریخ پائ ہے حضرت وستانوی.رح... مؤرخ جب داستان وستانوی کو قلم بند کریں گا تو یقیناً یہ تاریخ نہیں بھول پائیں گا۔ 4 مئ 1799 اور 4 مئ 2025 شیر میسور حضرت ٹیپو سلطان رحمت اللہ علیہ. جن کی وفات 4 مئ 1799 میں ہوئ تھی اور اس کے 226 سالوں بعد 4مئ 2025 کو سرزمین ھندوستان سے ایک ایسا مرد قلندررخصت ہوا جسے ھندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا غسال کعبہ خادم القرآن و عامرالمساجد حضرت مولانا غلام محمد وستانوی دامت برکاتھم کے. نام سے جانتی ہے حضرت آج اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے اور دامت برکاتھم سے رحمت اللہ علیہ ہوگئے ہیں واہ حضرت وستانوی علیہ الرحمۃ کیا تاریخ پائ ہے ایک طرف 4 مئ 1799 میں حضرت ٹیپو سلطان رحمت اللہ علیہ انگریزوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور اتنا ہی نہیں مؤرخ لکھتا ہے کہ حضرت ٹیپو سلطان رحمت اللہ علیہ نے قرآن کی آیت پڑھ کر آخری سانس لی تو دوسری طرف بس سال اور دن کافرق ہوں گا تاریخ وہی ہے حضرت ٹیپو سلطان شہیدرحمۃ اللہ علیہ کے وفات کے226 سالوں بعد امت کی بے لوث خدمت کرنے والے عاشق قرآن حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمت اللہ علیہ نے ھزارو حفاظ علماء کو قرآن پڑھاتے ہوئے آخری سانس لی اور اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔

حضرت کی خدمات کو قلم بند کرنے کے لئے الفاظ کم پڑھ جائے امت کے اس عظیم رہنما نے صرف ھندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں ھزارو مدارس مساجد قائم کئے صرف اتنا ہی نہیں ایک وقت تھا کہ جب لوگ کہتے تھے کہ. ملا کی دوڑ مسجد تک لیکن ایسے دور میں حضرت نے عصر تعلیم کی طرف قدم بڑھایا اور عصری ادارے قائم کرکے یہ پیغام دیا کہ اب علماء کی دوڑ مسجد تک ہی کیوں، ھمارے سماج میں بہترین ڈاکٹر انجینئر ٹیچرس وکیل. ہونا چاہیے. اور صرف اتنا ہی نہیں حضرت نے کہا کہ مرد پڑھا فرد پڑھا لڑکی پڑھی پورا خاندان پڑھا اس مشن کو لیکر نکلے اور کئی لڑکیوں کے ادارے قائم کیے.

بندہ ناچیز کو بھی 2010اور گیارہ میں حضرت کی صحبت نصیب ہوئی اور جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کے شعبہ دارالقرآن میں بندہ ناچیز کو نماز تہجد کے بعد حضرت کی خدمت کا شرف حاصل ہوا اور بندہ نے 2011 میں حضرت کے ہاتھوں ہی سند فراغت حاصل کی حضرت انتہائی خوش مزاج اور طلباء کے ساتھ عاجزی اور انکساری سے پیش آنا اور اکثر مرتبہ جلسوں کے دوران تعلیمی مذاکرہ پیش کرنے والے طلباء کو انعامات سے نوازنا اور انکی حوصلہ افزائی کرنا یہ حضرت کی زندگی کا اہم حصہ رہاہے، میں سمجھتا ہوں کہ مؤرخ جب 4 مئ 2025 کی تاریخ لکھیں گا تو ان میں سے ان میں سے چند باتیں وہ ضرور نوٹ کریں‌گا حضرت کی رحلت پوری امت مسلمہ کے لئے عظیم خسارہ ہے

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے انکے درجات کو بلند فرمائے اور انکی تعلیمی خدمات کو قبول فرمائے پسماندگان کو اور متوسلین جامعہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ حضرت کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ آمین

آہ! حضرت وستانوی قدس سرہ

بقلم :- مولانا محمد تنزیل حیاتی

موت برحق ہے اثر مست زندگی
توڑ دیتی ہے اجل حصن وحصار زندگی
گلشن ہستی کہ سرجب آکہ منڈلاتی ہے موت
ختم ہو جاتی ہے لمحوں میں بہار زندگی

عالم اسلام کی عظیم الشان شخصیت،آفتابِ ہند،خادم القرآن،سلطان المدارس ،عامرالمساجد، محبوب الامہ،عارف باللہ کی خبرکلفت اثرموصول ہوئی کہ بتاریخ۵/ ذوالقعدہ۱۴۴۶ھجری مطابق 4/مئی2025عیسوی روزیک شنبہ(اتوار) آسمان علم القرآن کا روشن ستارہ حضرت مولاناغلام محمدوستاونوی صاحب قدس سرہٗ رئیس جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کواسابق متہم اوررکن شوری دارالعلوم دیوبند طویل علالت کے بعدبعدنماز ظہر وقت موعودپربقضائےالہی آغوش رحمت ہوگئے،کلفت اثرنے قلب وروح کوتڑپاکرر کھ دیا،دل رنجیدہ عقل پریشان آنکھیں اشکبارہوگئی بےساختہ بول پڑا.

اناللہ واناالیہ راجعون،ان للہ ماأخذوله ماأعطى وكل شيءعنده بأجل مسمى،اللهم اغفرله وارحمه وعافه وعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبردونقه بالخطايا كمانقيت الثوب الأبيض من

الدنس وابدله دارا خیرا من داره وأهلا وخیرا من أهله وزوجاخیرا من زوجه

وأدخله الجنةواعذه من عذاب القبرومن عذاب النار. اللهم اغفرله وارحمه

وجعل قبره روضة من ریاض الجنة وأسکنهاالفردوس الاعلیٰ من الجنة وأن

یلهمکم وذویه الصبر والسلوان

حضرت قدس سرہ مشہور عالم دین وشرح متین کے علم برداراورناموردانشوروشخصیت علمی ذخائرکابفضلہ رحمان اسماءالرجال کے ماہرعربی واردوزبان وادب کے رمزشناس اوربحربیکراں تھے

ولادت: 1370ھجری مطابق یکم جون1950ع میں صوبہ گجرات، سورت کی تحصیل مانگرول کے ایک معروف گاؤں "کوساری" میں ہوئی۔

فراغت: 1972 میں مظاہرعلوم سہارنپورکارخ کیااور اپنی تعلیم مکمل فرمائی

بیعت وخلافت: عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی نوراللہ مرقدہ اوررئیس المحدثین حضرت شیخ یونس جون پوری رحمہ اللہ نےآپ کوبیعت خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

اس وقت پورے برصغیرپاک وہندمیں سرسیدکے مشن جدید تعلیم کے علم برداراور قاسم النانوتوی کے فکرونظرحقیقی امین تھے

آج دنیاایک خداترس عالم،خادم قرآن اورمربی زماں سے محروم ہوگئی آہ!حضرت مولانا وستاونوی صاحب قدس سرہ

وہ جوصدیوں میں ایک بارآتےہیں رخصت ہوگئے!

ابھی حال ہی میں(28اپریل) رئیس المحدثین فضیلت الشیخ السید عاقل صاحب شیخ الحدیث وناظم مظاہرعلوم سہارنپور اورحضرت مولانا یامین صاحب،سابق شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد کاسانحہ ارتحال ذہن میں پیوست تھاہی کہ حضرت وستاونوی کی الم ناک خبر موصول ہوئی واقعتاً ہم یہ الفاظ ببانگ دہل کہہ سکتے ہیں کہ دنیااہل علم و فضل

کےآفتاب وماہتاب اورقحط الرجال سےخالی ہوتی جارہی ہیں

ان خیالات کااظہارفی زمانناعلماءومشائخ کررہےہیں لاشک فیہ

بہرحال! ہمارے لئےجس قدرسوبان روح ہومژدہ مغفرت ہے

علماء کرام کی بکثرت اُموات ہمارے لئے"عام الحزن" سے بھی زیادہ دقیق بن گیا ہے اب اللہ ہی اس اُمت کوان اکابرین کانعم البدل عطا فرمائے(آمین)

دعاکریں کہ پروردگار عالم اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرمائے اور دنیاکی طرح آخرت میں بھی اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید الامین الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا وستانوی: حیات و خدمات کا ایک تابناک باب

بقلم :- ڈاکٹر مطیع الرحمن قاسمی

انا للہ وانا الیہ راجعون!

مدارسِ اسلامیہ، دینی تحریکات، اورعلم و حکمت کی دنیا کے لیے یہ ایک دل ہلا دینے والی خبر ہے کہ حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

یہ محض ایک عالم دین کی وفات نہیں،بلکہ ایک عہد کااختتام ہے،ایک تحریک کی خاموشی، ایک ستون کا گر جاناہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے،جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے پسماندگان و متعلقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

مولانا وستانوی رحمہ اللہ کی زندگی ان روشن چراغوں میں سے ایک تھی جنھوں نے تاریکیوں میں اجالے بکھیرے، بچھڑےہوئے قافلوں کو منزل کی سمت رواں کیا، اور تعلیم، دعوت و اصلاح، اور سماجی بہبود کے ایسے نقوش ثبت کیے جو مدتوں مٹنے والے نہیں۔

ابتدائی زندگی اور علمی سفر

مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ یکم جون 1950ء کو گجرات کے ضلع سورت کے ایک چھوٹے سے گاؤں کوساڑی میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان نے جلد ہی وستان منتقل ہوکر سکونت اختیار کی، جس نسبت سے آپ "وستانوی" کہلائے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ

قوت الاسلام، کوساڈی میں حاصل کی، جہاں قرآن مجید حفظ کیا۔ بعد ازاں مدرسہ شمس العلوم، بروڈہ اور دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر، گجرات سے علومِ دینیہ میں مہارت حاصل کی۔ 1972ء میں فراغت کے بعد مظاہر علوم سہارنپور سے حدیث کی تکمیل کی، جہاں آپکو شیخ الحدیث حضرت مولانامحمدیونس جونپوری رحمہ اللہ سےاکتساب کاشرف حاصل ہوا۔ اس علمی سفر کو محض دینی دائرے تک محدود نہ رکھتے ہوئے مولانا نے عصری تعلیم کی طرف بھی توجہ دی اور ایم بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ یہ ان کی دینی بصیرت اور عصری آگاہی کا حسین امتزاج تھا۔

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا – ایک خواب کی تعبیر

مولاناوستانوی رحمہ اللہ کی زندگی کا سب سے نمایاں کارنامہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا کاقیام ہے۔ 1970ء کی دہائی میں تبلیغی سفرکے دوران جب آپ نےاس علاقے کی دینی پسماندگی، تعلیمی فقر، اور معاشرتی پسماندگی دیکھی، تو آپ نے یہاں کے لیے خود کو وقف کرنے کا فیصلہ کیا۔ اکابرین سے مشورہ کیا، مقامی اہل خیر سے تعاون حاصل کیا، اور چھ ایکڑ زمین پر ایک چھوٹے مدرسے کی بنیاد رکھی۔ وہی مدرسہ آج ایک عظیم الشان جامعہ کی صورت اختیار کر چکا ہے، جس کے ماتحت:

دارالعلوم، حفظ و تجوید کے ادارے

میڈیکل کالج (MCI سے منظور شدہ)

انجینئرنگ، لا، فیزیو تھراپی اور دیگر عصری علوم کے مراکز

اسکول و کالج ، یتیم خانے اور فلاحی مراکز شامل ہیں۔

یہ محض ایک ادارہ نہیں، بلکہ ایک انقلابی فکر کا عملی نمونہ ہے، جہاں دینی اور عصری تعلیم اسلامی ماحول میں دی جاتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں مختصر قیام

مولانا وستانوی رحمہ اللہ 2011ء میں مختصر مدت کے لیے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مقرر ہوئے۔ یہ منصب برصغیر میں سب سے بلند علمی و انتظامی مقام سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض داخلی نزاعات کی وجہ سے آپ نے اس عہدے سے علیحدگی اختیار کی، لیکن ان کی تقرری ہی ان کے اعتماد اور قابلیت کی گواہی تھی۔

دعوت، تبلیغ اور اصلاحی خدمات

مولانا رحمہ اللہ ایک مصلح، داعی، اور درد مند راہنما بھی تھے۔ ان کا تعلق تبلیغی جماعت سے دیرینہ تھا، اور انہوں نے ہندوستان و بیرونِ ملک بے شمار دعوتی سفر کیے۔ ان کی تقاریر میں سادگی، اخلاص، اور عمل کی دعوت نمایاں ہوتی تھی۔ انہوں نے مساجد کی تعمیر، مکاتب کا قیام، اور قرآنی تعلیم کو عام کرنے کے لیے زندگی صرف کر دی۔
سعودی عرب میں عمرہ کے سفر کے دوران عالمی قرآنی مقابلہ دیکھ کر ان کے دل میں قرآن کے شعبے میں خاص خدمت کا جذبہ ابھرا، اور انہوں نے حفظ و قراءت کے شعبے میں بے مثال ادارے قائم کیے۔

فلاحی میدان میں خدمات

ان کی خدمات صرف تعلیم و تبلیغ تک محدود نہ تھیں۔ وہ ایک سچے فلاحی راہنما تھے۔ غریب طلبہ کے لیے وظائف، مفت رہائش و خوراک، فری میڈیکل سہولیات، بیواؤں

اور یتیموں کی کفالت، اور سماجی اصلاحات کے متعدد منصوبے ان کی نگرانی میں انجام پاتے رہے۔

وفات اور اثرات

4 مئی 2025ء کو مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ کی وفات نے مدارس و مساجد، علمی حلقوں اور تعلیمی اداروں کو سوگوار کر دیا۔ سوشل میڈیا پر سینکڑوں افراد نے انہیں "خادم القرآن والمساجد" اور "ملت کا محسن" قرار دیتے ہوئے دعاؤں کے نذرانے پیش کیے۔

ان کی وفات کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے ایک سایہ دار شجر کٹ گیا ہو، جو سینکڑوں قافلوں کو سایہ، رخ، اور سفر کی ہمت بخشتا کرتا تھا۔

مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ کی زندگی ایک کامل نمونہ تھی۔ وہ عالم بھی تھے، مصلح بھی، منتظم بھی اور داعی بھی۔ ان کی جدوجہد نے امت کو تعلیم، اتحاد، خوداعتمادی اور عملی بصیرت کا پیغام دیا۔ ان کا قائم کردہ جامعہ آج ہزاروں طلبہ و طالبات کے لیے علم، تربیت اور ترقی کا سرچشمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔۔۔ آمین یا رب العالمین۔

ڈاکٹر مطیع الرحمن قاسمی ، فاضلِ دیوبند
پی ایچ ڈی (ناگپور یونیورسٹی)
مقیم: پنویل، نوی ممبئی

مولانا وستانوی کا انتقال! ایک عہد کا خاتمہ!

بقلم :- مولانا نسیم احمد اشاعتی

سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، موجودہ رکن شوریٰ اور جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے بانی و مہتمم،خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحبؒ کا انتقال! ایک عہد کا خاتمہ!

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ملتِ اسلامیہ ہندیہ ایک جری، باوقار، باعمل اور دور اندیش عالمِ دین سے محروم ہو گئی۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم و مجلسِ شوریٰ کے رکن اور جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کو کے بانی و مہتمم حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انکے انتقال کی خبر نے علمی، دینی، تعلیمی اور فلاحی میدانوں میں کام کرنے والوں کو گہرے رنج و غم میں مبتلا کر دیا ہے۔ بلاشبہ ان کی وفات ایک فرد کی نہیں بلکہ ایک فکر، ایک تحریک اور ایک تعلیمی جدوجہد کے اختتام کی علامت ہے۔

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کی پیدائش یکم جون 1950ء کو گجرات کے ضلع سورت کے گاؤں کوساڑی میں ہوئی۔ تعلیم و تعلم کا شوق انہیں بچپن ہی سے ایسا ورثے میں ملا تھا کہ وہ علم کی طلب میں گاؤں۔گاؤں اور شہر۔ شہر پھرے۔

قرآن کریم حفظ کیا، ابتدائی تعلیم کوساڑی اور بروڈہ کے مدارس سے حاصل کی پھر 1964ء میں دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر میں داخل ہوئے اور وہاں آٹھ سالہ تعلیمی

سفر مکمل کرکے مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گئے۔ جہاں 1973ء میں دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔ ان کے اساتذہ میں احمد بیمات، عبداللہ کاپودروی، شیر علی افغانی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ جیسے جید علماء شامل ہیں۔

حضرت مولانا کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ نہ صرف علومِ دینیہ میں ماہر تھے بلکہ عصری تقاضوں کے پیش نظر ایم۔ بی۔ اے۔ کی ڈگری حاصل کر کے ایک ہمہ جہت شخصیت کے طور پر ابھرے۔

انکی عملی زندگی کا سب سے نمایاں کارنامہ 1979ء میں اکل کوا (مہاراشٹر) میں جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کی بنیاد ہے جو ابتداء میں صرف چھ طلبہ اور ایک استاد کے ساتھ قائم ہوا۔ جبکہ آج یہ ادارہ دینی و عصری تعلیم کا ایک ایسا امتزاج پیش کرتا ہے جس کی مثال ملک میں کم ہی ملتی ہے۔ اگرچہ میں نے ذاتی طور پر اس ادارے کا قریب سے مشاہدہ نہیں کیا ہے لیکن میرے کئی قریبی ساتھی بالخصوص برادرم محمد ساجد میواتی سلمہ زیر تعلیم ہیں جن کی علمی، فکری اور شخصی تربیت کو دیکھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ادارہ کس اعلیٰ تعلیمی معیار اور روحانی ماحول کا حامل ہے۔ کیونکہ وہاں کے طلبہ محض علم نہیں بلکہ شعور، تہذیب اور اخلاص کے گہوارہ کے پروردہ محسوس ہوتے ہیں جو کہ حضرت مولانا وستانوی صاحبؒ کے وژن اور نظام تعلیم کی زندہ شہادت ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ ادارہ نہ صرف علم کا قلعہ ہے بلکہ ملت کی سماجی تعمیر کا بھی ایک مؤثر مرکز بن چکا ہے۔

بہرحال! حضرت وستانوی صاحبؒ کا خواب تھا کہ دینی مدرسہ محض درس و تدریس کا

مرکز نہ رہے بلکہ وہ ملت کی رہنمائی،اصلاح اور تعمیرِ نو کا محور بنے۔ اسی سوچ کے تحت انہوں نے اپنے ادارے(اشاعت العلوم) میں اسکول، ہائیر سیکنڈری، بی ایڈ، ڈی ایڈ کالجز اور ساتھ ہی انجینئرنگ، فارمیسی اور میڈیکل جیسے کورسز کا بھی آغاز کیا۔ سافٹ ویئر ڈویلپمنٹ، آئی ٹی، دفتر انتظامیہ، سلائی اور دیگر ہنر مندی کے شعبے بھی اس ادارے میں اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ مولانا وستانوی صاحبؒ کا وژن روایتی نہیں بلکہ عہد ساز تھا۔

اس کے علاوہ ملک بھر میں انہوں نے کئی تعلیمی اور فلاحی ادارے قائم کیے اور ان کے انتظام میں کلیدی کردار ادا کیا۔ انکی انہی خدمات کےاعتراف میں 1998ء میں دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم ادارے کی مجلس شوریٰ نے انہیں رکن منتخب کیا۔ یہ اعزاز ان کی علمی عظمت، دینی اخلاص اور انتظامی مہارت کا اعتراف تھا۔

جبکہ اسکےعلاوہ اس شوریٰ رکنیت کی معراج اس وقت سامنےآئی جب 11جنوری 2011ء کو انہیں دارالعلوم دیوبند کا مہتمم مقرر کیا گیا۔ یہ فیصلہ بلاشبہ دارالعلوم کی تاریخ میں ایک "اصلاحی سنگِ میل" کی حیثیت رکھتا تھا۔

ان کا دور اہتمام اصلاحات، فعالیت اور شفاف نظم و نسق کا دور تھا۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہر صاحبِ فکر شخص کو سازشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مولانا وستانوی صاحبؒ کی علمی بصیرت اورانتظامی جرأت کچھ مخصوص خاندانی قبضہ گروں کوپسند نہ آئی۔ انہوں نے مولانا کی اصلاحی کوششوں کو اپنے موروثی مفادات کے لیے خطرہ سمجھا اور سازشوں کا جال بن کر محض چند بیانات کو بہانہ بنا کر 23 جولائی 2011ء کو انہیں ان کے منصب سے سبکدوش کروا دیا۔

حالانکہ مولانامرحوم کا کہنا تھا کہ ”مجھے بغیر کسی غلطی کے سزا دی گئی اور میرے بیانات کو سیاق و سباق سے ہٹا کر پیش کیا گیا۔“

میں سمجھتا ہوں کہ ان کی برطرفی دراصل اس وسیع المشربی، اعتدال پسندی اور عصری ہم آہنگی کی سوچ کے خلاف تھی جو مدارس کے اندرونی نظام میں اب بھی قبولیت کی راہ تک رہی ہے۔

تاہم مولانا نےاس سانحے کو اپنی ناکامی نہیں سمجھا بلکہ وہ خاموشی سے اکل کوا واپس چلے گئے اور وہاں ایک بار پھر اپنے مشن میں جٹ گئے۔ ان کے ادارے اور ان کے شاگرد آج بھی ان کی فکر، بصیرت، ایثار اور اخلاص کے امین ہیں۔

بہرکیف! حضرت مولاناغلام محمد وستانوی صاحبؒ کا انتقال ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ اسلئے کہ انکی ذات ایک فرد نہیں بلکہ ایک ادارہ، ایک تحریک اور ایک جہدِ مسلسل کا نام تھی۔ ان کی ذات ایک ایسا چراغ تھی جس نے بیک وقت دینی اقدار اور عصری تقاضوں کو روشن کیا۔

لیکن وہ چراغ آج بجھ گیا البتہ مجھے یقین ہے کہ اس کی لو آنے والی نسلوں کے دل و دماغ میں روشنی کرتی رہے گی۔ اور انکے علمی و عملی جانشین حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی مد ظلہ العالی اس وژن کو جو مولانا مرحوم کا تھا آگے پہلے کی طرح ترقی تک پہنچائیں گے۔ ان شاء اللہ!

میں اس نازک وقت میں ان کے اہلِ خاندان خصوصًا حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی مد ظلہ العالی اور متعلقین، تلامذہ، رفقاء نیز ان کے ادارہ اشاعت العلوم اکل کوا

کے تمام وابستگان کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے غم میں شریک ہوں۔دعا ھیکہ اللہ رب العزت سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

حضرت مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور ان کے قائم کردہ اداروں کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔نیز ان کا علمی، فکری و روحانی فیضان کو تا دیر جاری و ساری رکھے۔ آمین ثم آمین!

شریک غم :- نسیم احمد اشاعتی

مولانا غلام محمد وستانوی (ایسے شاگرد اور کہاں؟)

بقلم :- مولانا ناصرالدین مظاہری

کئی سال پہلے ایک دن حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ ناظم مظاہرعلوم وقف سہارنپور نے مجھے بلایا اور ایک خط دیا ، یہ خط حضرت مولانا غلام محمد وستانوی کا تحریر فرمودہ تھا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت وستانوی نے حضرت مولانا مفتی محمد یحیٰ حضرت مولانامفتی مظفر حسین حضرت مولاناشیخ محمد یونس جونپوری وغیرہ اپنے کئی اساتذہ کے بارے میں پوچھا تھا کہ ان حضرات نے مظاہرعلوم میں ملازمت کے دوران مجموعی طور پر کتنی تنخواہ لی ہے؟ مولانا کا ارادہ اپنے ان اساتذہ کی تنخواہوں کی واپسی کا تھا ، چونکہ پہلے یہ تمام حضرات قدیم مظاہرعلوم وقف سہارنپور میں پڑھاتے تھے دارجدید تو بعد میں الگ ہوا تھا (جس کے پہلے ناظم حضرت مفتی عبدالعزیز تھے،ان کے بعد حضرت مولانا محمد اللہ بعدہ حضرت مولانا محمد سلمان اور پھر حضرت مولاناسید محمد عاقل صاحب مسند نظامت پر فائز رہے)۔

چونکہ مدرسہ کی تمام قدیم عمارات ، مساجد ، درسگاہیں اور ہر قسم کا ریکارڈ مظاہرعلوم وقف سہارنپورمیں موجود و محفوظ ہے(حتیٰ کہ درج بالا تمام حضرات کا تعلیمی ریکارڈ بھی قدیم ادارے میں ہی ہے) اس لئے حضرت مولانا غلام محمد وستانوی نے مولانا محمد سعیدی سے گزارش کی کہ ان کے دورۂ حدیث کے اساتذہ کی مجموعی تنخواہ بتائی جائے۔حضرت ناظم صاحب نےمجھے بھی اس خدمت میں شامل فرمایا اور کئی دیگرحضرات بھی شامل رہے

قدیم ریکارڈ ، قبض الوصول ، روزنامچے ، رودادیں، سروس بک وغیرہ مختلف رجسٹروں کو کھنگالا گیا یہاں تک کہ تقریبا سبھی حضرات کی تنخواہیں الگ الگ یکجا کی گئیں۔

مظاہرعلوم میں پہلے تنخواہیں بہت معمولی تھیں اس لئے تمام تنخواہوں کا ٹوٹل بمشکل سات ہندسوں تک پہنچ سکا ۔بہرحال یہ رقم حضرت مولانا غلام محمد وستانوی نے اپنے چھوٹے بیٹے کے ذریعہ آدھی آدھی دونوں جگہ دفتر مالیات میں جمع کرائی۔فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

حضرت مولاناغلام محمدوستانوی کی تمام خوبیاں لکھی جائیں تو کئی رجسٹر بھر سکتے ہیں تاہم ان کا سب سے بڑا کارنامہ ان کا اپنا ادارہ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا ہے جہاں بیسیوں ہزار طلبہ پڑھتے ہیں سنا ہے کہ صرف درجات حفظ میں زیر تعلیم طلبہ کی تعداد بھی تقریبا پانچ ہزار ہے۔اندازہ کریں دیگر شعبوں ، درجوں، کلیات ، تخصصات میں کتنے بچے پڑھتے ہوں گے۔

میں اکل کوا نہیں گیالیکن جن لوگوں نے وہاں کا نظام دیکھا ہے نصاب دیکھا ہے ترتیب دیکھی ہے تنظیم دیکھی ہے اساتذہ کی محنتیں دیکھی ہیں طلبہ کی لگن دیکھی ہے، انتظامیہ کی دھن اوراسٹاف کی محنت دیکھی ہےوہ سب بیک زبان گواہی دیتےنظرآتے ہیں تعریف میں رطب اللسان نظرآتے ہیں،مولانا نےقرآن کریم کے جگہ جگہ پورے ملک میں انعامی مسابقے اسی لئےشروع کئے تاکہ قرآن کریم صحیح طور پر پڑھناآجائے ، مدارس میں تجوید کا ماحول بن جائے۔نمازیں حسن ترتیل سے مزین ہوجائیں ، اذانوں کی رس گھولتی آواز اپنا اثر چھوڑ جائے، مجودین اللہ کے کلام پاک کی ترتیل و قراءت کا حق ادا کرسکیں، اقرؤا القرآن بلحون العرب پر عمل ہوسکے۔زینوا القرآن باصواتکم پر حتی المقدور

سبھی حضرات کوشاں ہوسکیں ، چنانچہ یہ نظام بڑھا اور بڑھتا چلا گیا ، پھیلا اور پھیلتا چلا گیا، چمکا اورچمکتا چلا گیا،ماحول میں نکھار پیداہوگیا اور آج ملک کے چپہ چپہ پر جہاں جہاں یہ کوششیں پہنچیں وہاں اذانیں اورنمازیں صحیح مخارج کےساتھ ادکی جانے لگیں اور جہاں یہ سرگرمیاں نہیں پہنچ سکیں وہاں اب بھی اذان، قرآن اور نماز سمیت قرآن کریم سے مکمل زیادتی ہورہی ہے۔ مجھے لگتا ہے یہ سلسلہ سب سے پہلے تو محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی نے شروع کیا تھا پھر مزید بڑے پیمانے پر حضرت وستانوی نے شروع کیا اوراب اللہ کی ذات سے امید یہی ہے کہ وہ اس سلسلہ کو زندہ رکھنے کے لئے غیب سے دیگر افراد کو پیدا فرمائے گا۔

دارالعلوم دیوبند کے دو رکن شوری یعنی حضرت مولانا محمد عاقل صاحب اور پھر حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کےشاگرد رشید حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب یکے بعد دیگرے چند دن کے وقفہ سے رخصت ہوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگرحضرت مولانا وستانوی نے اپنے زمانہ حیات میں اپنے لائق فائق صاحب زادے مولانا محمد حذیفہ وستانوی کو کارنظامت اور بار نظامت سپرد کرکے صحیح جانشین تیار نہ کردیا ہوتا تو واقعی بڑی تشویش اور فکر کی بات ہوتی لیکن مقام شکرہے کہ جامعہ اشاعت العلوم کو بہترین منتظم، لائق فائق عالم، شاندار اردو و عربی ادیب اور جہاندیدہ و بالغ نظر ناظم ملا ہوا ہے اور ہم اس متاع گرانمایہ پر حضرت حق جل مجدہ کے شکر گزار ہیں۔

(چھ ذوالقعدہ چودہ سو چھیالیس ہجری)

جہالت کے اندھیرے میں روشنی کا ایک سفیر

بقلم :- مولانا محمود احمد خاں دریابادی

علامہ اقبال کی مشہور نظم ' جگنو ' آپ نے بارہا سنی ہوگی۔

جگنو کی روشنی ہے کا شانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

اسی نظم کا ایک شعر ہے۔

یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا
غربت میں آکے چمکا گمنام تھا وطن میں

حضرت مولانا غلام وستانوی صاحب اسی شعر کا مصداق تھے، مہاراشٹرا کے ایسے علاقے جہاں کے محنت کش وغریب مسلمان غربت وجہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں غیر اسلامی رسوم رواج کے درمیان زندگی گزار رہے تھے، پہاڑوں اور گھنے جنگلات سے گھرے اس دیار میں دینی تعلیم تو کیا ہوتی، دنیاوی تعلیم بھی نہیں تھی، راستہ بھی آسان نہیں، آج کے اس ترقی یافتہ دور بھی ممبئ سے ہوائی جہاز سے جائیں، ٹرین یا ذاتی گاڑی سے جائیں سات سے دس گھنٹے کا سفر ہوتا ہے، ....ایسے ظلمت بھرے علاقے میں مولانا وستاوی روشنی کا سفیر بن کر نمودار ہوئے، اور صرف چند سالوں کے اندر ایک معمولی سے مکتب کو عالمی پیمانے کی یونیورسٹی میں تبدیل کردیا،آج دنیا کے ہر گوشے میں وہاں کے فیض یافتہ

اپنے ادارے کا نام روشن کررہے ہیں -

مولانا اپنا تعارف آپ تھے، بس اُن کا نام لے لیجئے سننے والے کے سامنے اُن کے قائم کردہ عظیم الشان مدرسے، میڈیکل کالج، یونانی کالج، جن کی تعداد کئی ایک ہے، فارمیسی کالج، انجینرنگ کالج، نرسنگ کالج، جدید سہولیات سے لیس شاندار اسپتال وغیرہ کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے - بقول شاعر ....

بہت مختصر سا تعارف ہے میرا
نہ جوشِ جنوں ہوں نہ رازِ نہاں ہوں

کتابوں میں مجھ کو کہاں ڈھونڈتے ہو
میں چہرے پر لکھی ہوئی داستاں ہوں

مولانا کی شہرت خادم القران کی حیثیت سے بھی تھی اور بالکل بجا تھی، پورے ملک میں قرانی مسابقات کا چلن اس کا گواہ ہے، مساجد کی تعمیر سے بھی خصوصی دلچسپی تھی، ملک کی سیکڑوں مسجدیں قیامت میں مولانا کے لئے انشااللہ ذخیرہ آخرت ثابت ہوں گی -

مولانا سے ہمارے ذاتی مراسم کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ مرشدی و مولائی عارف بااللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھےاور ناچیز کے ساتھ جامعہ عربیہ ہتورا باندہ کی شوریٰ کے رکن بھی تھے........ اسی تعلق کو نبھاتے ہوئے مولانا نے میری اکل کوا میں پہلی حاضری کے موقع پر خصوصی اکرام فرمایا، ساتھ چل کر پورے ادارے کی زیارت کرائی، ایک جگہ طلبا کی بڑی تعداد کو جمع کرکے انکار

کے باوجود احقر کو تقریر کے لئے مجبور کیا - اس کے بعد بھی مختلف امور کے سلسلے میں متعدد حاضریاں ہوئیں مگر ہر مرتبہ کچھ حالات ایسے بنے کہ بس مولانا سے ملاقات اور گفتگو کے بعد فورا واپسی ہوگئی، .... پچھلے ایک ڈیڑھ سال سے شدید خواہش ہورہی تھی کہ ایک بار پھر اکل کوا حاضری ہوجائے مگر ممبئی کی زندگی، یہاں کی ضروری و غیرضروری مشغولیات سد راہ بنتی رہیں یہاں تک مولانا " مدظلہ سے رحمت اللہ علیہ" کی طرف سدھار گئے -

بہر حال حضرت مولانا غلام وستانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ذاتی کمالات اور اپنی ہمہ جہت خدمات کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے - امید ہے مولانا جانشین خصوصا مولانا حذیفہ وستانوی مولانا کے مشن کو آگے بڑھاتے رہیں گے اور اُن کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے، اللہ درجات بلند فدمرمائے، ملت کو نعم البدل اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے -

مولانا سے متعلق بہت سے چشم دید واقعات یاد آرہے ہیں جن کا ذکر پھر کبھی! .... فی الحال میرا وجدان مجھ سے یوں کہہ رہا کہ مولانا اعلی علیین سے ہمیں یہ پیغام بھیج رہے ہیں کہ

تمہیں یاد ہی نہ آؤں یہ ہے اور بات ورنہ
میں نہیں ہوں دور اتنا کہ سلام تک نہ پہنچے

محمود احمد خاں دریابادی

6 مئی 2025 شب ایک بجے

خادم القرآن مولانا غلام محمد وستانوی

بقلم :- مفتی امانت علی قاسمی استاذ و مفتی دار العلوم وقف دیوبند

۴/مئی ۲۰۲۵ء بروز اتوار قریب ڈھائی بجے واٹس اپ کے ذریعہ یہ خبر موصول ہوئی کہ خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب طویل علالت کے بعد راہی دار بقا ہوگئے،پچھلے کچھ دنوں سے، بلکہ کئی مہینوں سے حضرت کے تعلق سے ایسی خبریں آرہی تھیں جن سے توقع ہوگئی کہ کبھی بھی وہ خبر مل سکتی ہے جس سے امت مسلمہ کرب و بے چینی میں مبتلا ہوجائے گی ۔جانا توہر کسی کو ہے،لیکن بعض کے جانے کا صدمہ گہرا ہوتاہے، دل کو چوٹ لگتی ہے ، بعض کے جانے سے ایک خاندان یا چند ا فراد کو ان کا خلا محسوس ہوتاہے لیکن کچھ شخصیت ایسی بھی ہوتی ہیں کہ ان کے جانے کا صدمہ پوری ملت کوہوتاہے، ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ درد وکرب محسوس کرتے ہیں، بے شمار آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں ، ایک جم غفیر غم و اندوہ میں ڈوب جاتی ہے یقینا مولانا محمد وستانوی کی شخصیت ایسی تھی جن کے الوداع کہنے سے پوری ملت ہندیہ نےاپنا خسارہ محسوس کیا ہے خاص کر مدارس کے حلقوں میں بے چینی پائی گئی، بہت سے ادارے یتیم ہوگئے، بہتوں نے اپنا مربی کھودیا ۔اشاعت العلوم کا بانی و مہتم او ربہت سے دینی و ملی اداروں کا سرپرست رخصت ہوگیا ۔

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی کی شخصیت ہمہ جہت تھی، ان کی سوچ بلند ، حوصلہ

عظیم تھا،انکی فکر آفاقی اورکردار نرالہ تھا، ان کے کارنامے بے مثال تھے، دینی مدارس کے حوالے سے ان کی کدو کاوش اور جہد مسلسل جلی حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے،خدمت قرآن کے سلسلے میں آپ کا بے پایاں قربانیاں تاریخ کا جھومر بن چکی ہیں ، انہوں نے تنہا مدارس کی دنیا میں جو کیا ہے وہ بہت کم لوگ کر پاتے ہیں اور اس عہد میں انہوں نےجو کچھ کیا ہےوہ بعد والوں کے لیے نمونہ او رمثال ہے ۔انہوں نے اکل کوا میں وسیع و عریض اور بلند و با لا عمارتوں پر مشتمل ادارہ قائم کیا جس میں دینیات کےتمام درجوں کی تعلیم ہوتی ہے،اس کے علاوہ عصری تعلیم کے متعدد ادارے قائم کیے انجیرنگ کالج،میڈیکل کالج،سائنس کالج،نرسنگ کالج،یونانی کالج، فارمیسی کالج اس کے علاوہ پورے ہندوستان میں بڑے بڑے ادارے قائم کیے، کئی ہزار مکاتب قائم کیے ،ہندوستان بھر میں کئی ہزار مساجد تعمیر کرائیں،اشاعت العلوم کہنا چاہیے کہ وہ واحد ادارہ ہے جو ہندوستان کےبے شمار مدارس کا تعاون کرتا ہے ۔ان سب کی اہم وجہ یہ تھی کہ مدراس کے تعاون کرنے والوں کے درمیان آپ حد درجہ قابل اعتماد تھے ۔

حضرت کو میں اپنی طالب علمی کے ز مانے سے ہی جانتاتھا اور حقیقت یہ ہے کہ مدارس کی دنیا میں آپ کانام محتاج تعارف نہیں، آپ نے جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے نام سے جو ادارہ قائم کیااس نے شہرت و عظمت کی تمام تر بلندیوں کو چھو لیا تھا، اس ادارہ کی خوبی یہ تھی جوبچہ ایک مرتبہ ناظرہ قرآن میں وہاں داخل ہوتاتوحافظ ،عالم ،قاری اور مفتی تک بن کروہاں سےنکلتاتھا میں ایسے بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں جنھوں نے دس اور پندرہ سال تک اسی ایک مدرسہ میں تعلیم حاصل کی، اپنی تعلیم کا آغاز وہیں سے کیا

اور رسمی تعلیم کا اختتام بھی اسی مدرسہ سے کیا گویا اشاعت العلوم بچوں کے لیے ماں کے گود کی طرح ہے جہاں سے بچے نے دودھ پینا بھی سیکھا،تربیت بھی پائی اور زندگی گزارنے کا ہنر بھی ، یہ ادارہ کی مقبولیت اور حضرت وستانوی کی محبوبیت کی علامت ہے۔

آپ دارالعلوم دیوبند کی شوری کے رکن رکین تھے اس لیے ہر سال آپ کی دیوبند آمد ہوتی تھی اور آپ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہوتا تھا ،۲۰۰۶ ء کی بات ہے دارالعلوم دیوبند سے طلبہ کی جماعت نندور بار گئی، اس قافلہ میں راقم بھی شریک تھا، اس موقع پر اشاعت العلوم اکل کوا دیکھنے اورحضرت وستانوی کے ساتھ رہنے اوران سے فیض پانے کا موقع ملا ، جامعہ اور وہاں کے تمام شعبہ جات کو دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی ، وہاں کی عمارتیں ، وہاں کا نظم و نسق، بچوں کی تربیت ،انتہائی شاندار ، رمضان کی چھٹی میں مدارس کے طلبہ اپنےاپنے وطن جاچکے تھے، اسکول و کالج کے طلبہ وہاں تعلیم حاصل کررہے تھے لیکن مسجدیں پوری طرح آباد تھیں اور نمازوں کے بعد اسکولی بچے قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف نظر آتے تھے ۔یہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے کسی بڑی نعمت سے کم نہیں،آج عموماً مسلمانوں کے اپنے اسکول نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان بچے صحیح دینی تربیت سے محروم ہیں اور ارتداد کی طرف جارہے ہیں اس طرح کے تعلیمی ادارے نسل نو کے مستقبل ان کے ایمان کے تحفظ ،اور ان روحانی تربیت کے لیے سنگ میل ثابت ہوتے ہیں ۔

مولانا وستانوی رجال ساز شخصیت تھے ، طبیعت کے سادہ تھے لیکن ان کا دماغ عالی تھا ، انہوں نے بچوں میں مسابقتی ذہن کوخوب پروان چڑھایا،مسابقہ کےذریعہ پورے ہندوستان

میں قرآن کا ماحول بنایا ، ان کے ادارے میں ہزاروں طلبہ حفظ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، ملک کے مختلف صوبوں میں وہ مسابقہ قرآن کا پروگرام کراتے تھےاس طرح چھوٹے اور معصوم بچوں میں لہجے کےساتھ قرآن کا عمومی ماحول بنا یقینا یہ آپ کے حسنات میں اضافے کا باعث ہے ، چھوٹوں کے ساتھ محبت ،اپنے فضلا ساتھ شفقت اور اہل علم کے ساتھ اکرام کامعاملہ فرماتے تھے۔ ۲۰۱۷ کی بات ہے جب دارالعلوم حیدرآباد میں مسابقہ قرآن کا پروگرام تھا حضرت وستانوی تشریف لائےتھے احقر نے اپنی کتاب ’’امام ابوحنیفہ سوانح و افکار ‘‘ انہیں ہدیہ میں پیش کی حضرت نے کتاب کا تھوڑی دیر مطالعہ فرمایا اور خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب فلاحیؒ سے کہا کہ مولانا یہ کتاب سو عدد خرید لیجیے ۔مصنفین کے ساتھ ان کی حوصلہ افزائی کا طریقہ تھا۔اللہ تعالی حضرت کی مغفرت کاملہ فرمائے آپ نے جو خدمات انجام دی ہیں اور جتنے افراد تیار کیے ہیں ،قرآن کے حوالے سے آپ نے جو کوششیں ہیں یقین کامل ہے کہ آپ اعلی علیین میں ہوں گے ،قرآن کریم آپ کا بہترین سفارشی ہوگا اور ہزاروں اشاعتی فضلا آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں جن کے نیک اعمال کا ثواب آپ کو پہونچتا رہے گا۔

مفتی امانت علی قاسمیؔ

استاذ و مفتی دار العلوم وقف دیوبند

میں نے ایک شب زندہ دار کو دیکھا ہے

بقلم :- مولانا محمد اطہر ملی ندوی ، مالیگاؤں

بات ہے بائیس تئیس سال پرانی۔
گرمی کا موسم ہے، رات کے تین بجے کا وقت ہے۔
مدرسہ عمر بن خطاب پر سکوتِ شب طاری ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں، رات رانی کے پھولوں کی مہک مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہے۔ اکثر طلبہ اپنے کمروں میں سوئے ہوئے ہیں، کچھ کھلے آسمان کے نیچے مسجدِ عمری کے صحن میں گرمی سے بچاؤ کے لیے سوئے ہیں۔ راقم الحروف بھی وہیں صحنِ مسجد میں سویا ہے۔
یکایک قرآن مجید کی بلند آواز میں تلاوت کی صدا سنائی دیتی ہے۔ آنکھ کھل جاتی ہے۔ مسجد کے ایک گوشے میں، اندھیرے میں ڈوبا ہوا ایک نورانی سایہ تہجد کی نماز میں مشغول ہے۔
آواز میں سوز، لہجے میں تڑپ، اور دل کی کیفیت میں وہ گداز ہے کہ کچھ ہی دیر میں اشکوں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ ضبط کا بندھن ٹوٹتا ہے اور وہ بندۂ خدا سجدوں میں اشک بہا رہا ہوتا ہے۔
یہ دیکھ کر دل کہتا ہے: "اس عرقِ انفعال کو شانِ کریمی موتی سمجھ کر چن رہی ہوگی!" بارگاہِ الٰہی میں یہ بندہ کتنا مقبول ہوگا کہ جب سب سو رہے ہیں، یہ جاگ رہا ہے۔

جب سب غفلت میں پڑے ہیں، یہ خانۂ خدا میں کلام الٰہی کے ذریعے ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔

نماز مکمل ہوتی ہے، دعائیں شروع ہوتی ہیں، عجز و انکساری کے بعد آہیں، آسمان کا سینہ چیر دیتی ہیں۔

وہ چہرہ ایسے اطمینان سے منور ہوتا ہے جیسے بچہ ماں کی گود میں آ گیا ہو۔

آہستہ آہستہ ذکر کرتا ہوا خدا کا یہ ولی مدرسے کے مہمان خانہ کی طرف چلا جاتا ہے۔

فجر سے پہلے ایک استاذ حفظ کے طلبہ کو جگاتے ہوئے خوش خبری دیتے ہیں:

"بڑے حضرت آ گئے!"

یعنی:

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب، خادم القرآن والمساجد رحمۃ اللہ علیہ۔

تب معلوم ہوا کہ وہ تہجد گزار، وہ شب زندہ دار، وہ گریہ کناں شخص، یہی تھے! مولانا غلام محمد وستانوی رحمۃ اللہ علیہ!

راستے سے گزر رہے تھے، اپنے ہاتھوں سے لگائے ہوئے چمن کی کیفیت دیکھنے کو رک گئے،

اور رات کی خلوت میں وہی کر رہے تھے جس کے لیے ان کی زندگی وقف تھی: اللہ سے لو لگانا، دین کی فکر کرنا، اور خاموشی سے آ کر مدرسے کی فضا کو اپنی روحانیت سے بھر دینا۔ نہ کوئی شور و غل، نہ کوئی جلسہ و جلوس، نہ کوئی نعرۂ زندہ باد، نہ کوئی پروٹوکول ۔ سادگی کا یہ عالم کہ آمد کی خبر بھی خود ان کے بعد آئی ۔

نمازِ فجر کے بعد مختصر مگر مؤثر نصیحت کرتے ہیں، اور پھر کچھ دیر میں یہی مسافر، یہی دین کا سپاہی، دینِ محمدی کی آبیاری کے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔

یہ حضرت وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ پہلی تصویر ہے جو میرے دل و دماغ پر نقش ہے۔

کتنا عظیم تعلق مع اللہ، کیسی بے ریا عبادت، کیسا خلوص و للہیت!

اگر چاہتے تو آدھی رات کو بیداری کا اہتمام کرواتے، مدرسہ جگا دیتے، شاگردوں کا ہجوم لگا دیتے...

مگر یہ خادمِ دین تو اپنے مالک کے در پر گریہ و زاری کرنے میں مصروف رہا۔

اللہ اکبر!

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ہمیں پورا یقین ہے کہ

کل وہ جنت الفردوس میں،اپنے متبعین، محبین اوروابستگان کو یہ کہتے ہوئے خوش ہوں گے:

سرِ محشر فرشتوں کی زباں پر میرا نام آیا
کہ وہ دیکھو محمد کے غلاموں کا غلام آیا

محمد اطہر ملی ندوی
استاذ: جامعہ ابوالحسن علی ندوی، مالیگاؤں

مولانا غلام وستانوی: شہر آباد تھا جن کے دم سے

بقلم :- مولانا محمد شمشاد اشاعتی ضلع گھڑیا بہار

کل بروزاتوارساڑھے تین بجےدن میں استاذ محترم حافظ امان اللہ صاحب،اُستاذجامعہ اشاعت العلوم،اکل کوا کا فون آیا، اور انہوں نے بھری آواز میں یہ غمناک خبر دی کہ " بڑے حضرت ابھی کچھ دیر قبل انتقال فرماگئے" بڑے حضرت سے مراد حضرت مولانا غلام وستانوی تھے،وہاں مولانا کو بڑے حضرت ہی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا،یہ خبر کیا تھی ،بلکہ ایک بجلی تھی افسوس کی،کسک کی،حسرت کی اور غم واندوہ کی جومیرے جسم ناتواں پر آ گری۔

مولانا وستانوی نہ یہ کہ صرف ہم اکل کوا والوں کےروحانی سرپرست تھے، بلکہ ہم سب لوگوں کی بے پناہ عقیدت و محبت کامحور اور سرچشمہ تھے، کیا مجال کے جسے اُس ذات کا دیدار نصیب ہوا ہو اور اُس سے محبت نہ ہوجائے ،کیا مجال کہ جس نے برسوں اس ادارہ میں سانس لیا ہو اورعلمی پرورش اورفکری تربیت پائی ہواُسے ادارہ سے عشق نہ ہو جائے اور عشق بھی وہ جو اولین عشق ہو، جس کا جادو تاعمر اپنا اثر قائم رکھتا ہے۔

مولانا وستانوی اور اس ادارہ سے میری وابستگی اور محبت بھی کچھ اسی نوعیت کی تھی ۔

نقل فؤادك حيث شئت من الهوى : ما الحب إلا للحبيب الأول

كمْ منْزل في الأرْض يألفه الفتي : وحنينه أبدا لأوّل منْزل

(ابو تمام)

میری زندگی کی دوسری دہائی کا بالکل ہی ابتدائی زمانہ تھا جب میں ملک کے اس عظیم اِدارے میں حصول تعلیم کے لئے پہنچا تھا، ابھی ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ تحفیظ القرآن کی مسجد میں ایک صبح نئے آنے والے طلبہ کے لئے ایک جلسہ کا انعقاد کیا گیا جس میں حضرت مولانا وستانوی صاحب خود تشریف لائے اور طلبہ سے خطاب کیا،وہ خطاب کیا تھا بلکہ ہر لفظ درد میں ڈوبا ہوا تھا،ہر لفظ سےایک دردمند باپ، مخلص سرپرست اور فکرمند رہنما کا احساس جھلک رہا تھا، مستزاد یہ کہ جلسہ کے اختتام پر مولانا نے جو رقت آمیز دعاء کرائی تھی اس کااثر آج بھی طبیعت پر محسوس کرتا ہوں، بلا شبہ مولانااس صدی کے ایک معجزہ اور آیۃ من آیات اللہ تھے، اُنکے بےمثال کارنامے آنکھوں کو خیرہ اور ذہن و دماغ کوحیرت میں ڈال دیتے ہیں،وہ ایک شخص اورایک فرد نہیں بلکہ ایک پوری صدی اور مکمل صدی کا استعارہ تھے، ہندوستان کے تناظر میں آئندہ جب بھی اس صدی کے مسلمانوں کی تعلیمی اور سماجی صورت حال پربات ہوگی تواُس میں مولاناکا نام بڑے رشک اور فخر سے لیاجائےگا، دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں کہ انہوں نےاکل کوا میں رنگ برنگ کے کیسے کیسے پُھول لگا رکھے تھے، علوم عصریہ اور دینیہ کا کیسا حسین امتزاج ہے یہاں، خوش سلیقگی سے بھرپور اور بہترین نظم و نسق سے معمور اس چمن کو دیکھ کر اقبال فوراً یاد آجاتے ہیں ، کاش آج اقبال خود ہوتے تو اس چمن کو دیکھ کر انہیں کتنی خوشی ہوتی اور بےساختہ کہ اُٹھتے کہ وستانوی صاحب آپ نےمیری وہ حسرت اور تمنا پوری کر دی ہے جس کا اظہار میں نے ان لفظوں میں کیا تھا۔

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد : مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

ایمانی بصیرت اور فراست سے لبریز مولانا مرحوم کی قائم کردہ یہ تازہ بستی، علم و فن کے شہسواروں سے آباد یہ بستی اور مولانا مرحوم کے خون پسینوں سے سینچی ہوئی یہ بستی مولانا کی عظمت اور عبقریت کی شہادت صدیوں دیتی رہے گی، اس چمن کے قیام کے لئے نہ جلسے اور سمپوزیم کیے گئے، نہ اخباروں میں اشتہار شائع کیا گیا، اور نہ ہی ہنگامی چندہ کیا گیا، بس مولانا کی نگاہِ دوربین اور فکر مند طبیعت نے پوری خاموشی سے ایک سنسان اور ویران جگہ پر علم کا چراغ روشن کرنے کا عزم کیا اور اپنے مقصد کی طرف رواں ہو گئے، وہ نہایت مثبت قسم کے آدمی تھے، اُن کا ذہن ہردم تازہ رہتا، وہ ہر دم ملت کی بھلائی اور بہبود کے لئے سوچتے رہتے، ہر لمحہ اکل کوا کو ترقی کی بلند منزلوں کی طرف لیجانے کا پلان بناتے رہتے، اُنکے اخلاص اور سچی تڑپ کو دیکھتے ہوئے ملک و بیرون ملک کے مخیرین مال و زر کے ساتھ خود اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مولانا بے تکان ادارہ کی تعمیر و ترقی کے لئے کوشاں رہتے، ان کی تعمیر و ترقی اور علم و فن کی اشاعت کا دائرہ نہ صرف اکل کوا بلکہ ہندوستان کے ہر گوشے تک پھیلا ہوا ہے، سر دست ایک معمولی سا واقعہ یاد آتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مولانا کی ذات سے عام تو عام بلکہ خواص بھی وابستہ تھے اور اُمید بہار رکھتے تھے، مولانا بھی بے جھجھک اُن کا تعاون کرتے تھے، مجھے نہیں معلوم کہ یہ واقعہ بیان کرنا کہاں تک درست ہے لیکن چونکہ یہ دو دردمندوں کے بیچ کا واقعہ ہے اور ذاتی سے زیادہ قومی نوعیت کا ہے، اس لئے مجھے لگتا ہے کہ اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، واقعہ یوں ہیکہ ایک دن میں مفتی ظفیرالدین صاحب مفتاحی مرحوم، سابق مفتی دار العلوم دیوبند کی خدمت میں اُن کے گھر دربھنگہ میں اپنے

ایک دوست کی معیت میں حاضر ہوا، مفتی صاحب کو جب معلوم ہوا کہ میں اکل کوا میں زیر تعلیم ہُوں تو مفتی صاحب نے خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ دیکھو یہ میرے گھر کے سامنے مسجد ہے اور اُسکی تعمیر کا کام ابھی کچھ ادھورا ہے، میں نے وستانوی صاحب سے اس تعلق سے کہا تھا سو یاد دہانی کے لئے اُن کی خدمت میں یہ خط لیتے جانا، میں اپنی سعادت سمجھتے ہوئے یہ خط مولانا کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا، مولانا نے خط کھول کر پڑھا اور اسی وقت ایک ذمے دار کو بلا کر حکم دیا کہ ابھی فورًا مفتی صاحب کے اکاؤنٹ پر اِتنی..... رقم لگا دی جائے ۔

یہ واقعہ تو بظاہر ایک معمولی اور چھوٹا سا واقعہ معلوم ہوتا ہے، لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قوم و ملت کی نہ یہ کہ صرف علمی خدمات انجام دے رہے تھے بلکہ وہ ضرورت کے وقت مساجد ومدارس کے فروغ کے لئے بھرپور مالی معاونت بھی کرتے تھے، اور تعمیری کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔

بلا شبہ مولانا کی ذات ہشت پہلو تھی، وہ صحیح معنوں میں ایک انجمن اور تحریک تھے، ایک خاموش اور نہایت موثر تحریک، ایسی تحریک جس میں نہ شور تھا اور نہ کسی طرح کا نعرہ اور غوغہ تھا، اُنکے اندر نہ نام و نمود کی چاہ تھی اور نہ ہی شہرت اور صلے کی طلب ۔ **"نہ ستایش کی تمنا نہ صلے کی پروا"** بلکہ وہ اپنے ہر عمل اور کارہائے نمایاں کو یاد کر کے اکثر کہتے: "ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء"

یوں تو مولانا کو اپنے ادارہ کے ایک ایک شعبہ سے بے پناہ محبت تھی لیکن جہاں تک مجھے یاد آتا ہے وہ "تحفیظ القرآن " سے حد درجہ محبت کرتے تھے، اور فرماتے کہ مجھے دوران

سفر تحفیظ القرآن کی بہت یاد آتی ہے اور میرا دل اُس وقت بے چینی محسوس کرتا ہے جب میں سحر کے وقت یہاں سے پیدا ہونے والی دلفریب آواز کو سننے سے محروم رہ جاتا ہوں اکل کوا کے شعبہ تحفیظ القرآن سے وابستہ حضرات مولانا کے ان الفاظ کا پس منظر اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں،واقعہ یہ ہیکہ اس شعبہ کے نظام کے مطابق فجر سے ایک گھنٹہ قبل یہاں حفظ کی کلاس شروع ہو جاتی ہے، اس شعبہ کی عمارت چوکور اور تین منزلہ ہے، جس کا ایک ہی دروازہ ہے، میرے علم کے مطابق دو ہزار پانچ وغیرہ میں یہاں تقریبا سو کے قریب حفظ کے درجے تھے ،اور ہر درجہ میں تقریباً پچیس سے تیس طلبہ ہوتے اور جب انکی آوازیں فجر سے قبل اس عمارت کے اندرون میں گونجتیں تو اُسکا ایک الگ ہی سماں اور ایک دلکش صوتی آہنگ پیدا ہوتا، اسی کو مولانا پرندوں کی آواز سے تشبیہ دیتے،وُہ فجر سے قبل اس عمارت کے ہر فلور پر آواز کے لطف و سماع کے لئے ایک چکر ضرور لگاتے اور اس طرح اُن کی طبیعت کو سکون ملتا۔

قرآن کریم سے اسی لگاؤ اورحیرت انگیزخدمات کی وجہ سے آپ کو خادم القرآن کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے، لیکن سچ یہ ہے کی آپ کی شخصیت القاب و آداب سے پرے تھی،آپ کی زندگی کا مقصد و محور مختلف اور متنوع تھا، آپ کے اندر اقبال کا وہ شاہین سانس لے رہا تھا جو اپنی پرواز سے کبھی نہیں تھکتاہے،اور بے تکان اپنے مقصد کی طرف تازہ دم رواں رہتا ہے۔۔ لیکن افسوس کے ملت کا یہ گنج ہائے گراں مایہ ایک جہاں کو سوگوار کرکے اس دنیاسے رخصت ہو چکا ہے اور اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کر گیا ہے،اور مکران کے قبرستان میں آسودہ خاک ہو گیا ہے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی : اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

کیا لوگ تھے جو راہِ وفا سے گزر گئے

بقلم :- مولانا محمد ادریس موسالوی

کیا لوگ تھے جو راہِ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

یہ سن 1973 یا ۷۴ کی بات ہے ، مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ کا شباب کا زمانہ ،، ابھی شادی بھی نہیں ہوئی ہے،درس نظامی کی تکمیل کے بعد،،انکے مخدوم ومربی حضرت مفکرملت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی رحمہ اللہ تعالی کے ایماء پر دار العلوم کنتھاریہ تدریسی خدمت کے مقصد سے پہونچے،، مسجد کے کمرہ میں اقامت گزیں تھے، دار العلوم کنتھاریہ کے نائب متہم حضرت مولانا علی بھائی کاوی رحمہ اللہ کے صاحب زادے مولانا قاسم صاحب اُس وقت طالبعلم تھے وہ کہتے ہیں مولانا غلام محمد وستانوی میرے استاذ ہیں اور صبح کی چائے انکے لئے میں ہی بناتا تھا ،،ایک دن میں بوقت تہجد پہونچا تو مجھے مسجد میں رونے کی آواز سنائی دی،، میں نے دیکھا کون ہے ،،،،،، تو وہ مولانا غلام محمد تھے اور گریہ و زاری کےساتھ دعاء میں مشغول تھے،،میں بھی پیچھے جا کر بیٹھ گیا اور شریک دعا ہو گیا ۔۔،،، کافی دیر تک بیٹھا رہا ...,,آدھ گھنٹہ گزر گیا ،، میں تھک کر اٹھ گیا اور نکل گیا ،،،، مولانا مسلسل ایک ہی دعا کرتے جا رہے تھے کہ " اے اللہ مجھ سے دین کی خدمت لے لے،، اے اللہ مجھ سے دین کی خدمت لے لے" ۔۔۔

آہ کیا تڑپ ہوگی ،،کیا اضطراب ہوگا ،، کس سوز و گداز سے وہ اپنے رب سے سر گوشی کرتے رہے ہونگے،،، کیا ایسا گدا کی جھولی دینے والے نے خالی چھوڑی ہوگی۔۔ دینے والا بھی وہ سب داتاؤں کا داتا ہے ،، جہاں مانگنے والے تھک جائیں مگر دینے والے کی طرف سے ھل من مزید ہی کی منادی ہر دم سنائی دیتی ہے۔۔
خود مولانا قاسم صاحب ہی روایت کرتے ہیں کہ اُن ہی دنوں میں نے خواب دیکھا کہ چٹیل ریگستان جیسا علاقہ ہے پہاڑیاں ہیں اور لوگ چھوٹے موٹے برتن لیکر دوڑے جا رہے ہیں ، کوئی پیالہ لیکر تو کوئی ڈول وغیرہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں ،، میں نے پوچھا کہ کہاں بھاگے جا رہے ہو ؟ تو کہنے لگے کہ دودھ تقسیم ہو رہا ہے!!! میں کہا کیا کبھی دودھ دیکھا نہیں ہے! کیا دودھ کی کی کمی ہے! کہ اس طرح بھاگے جا رہے ہیں!!!
تو لوگ کہنے لگے ارے! دوڑو ، آؤ،،، نہیں آؤگے تو پچھتاؤ گے !!! ای بڑی شخصیت تقسیم کر رہی ہے۔۔۔
یہ سن کر میں بھی دوڑا ،،،،، دیکھا تو مولانا غلام صاحب وستانوی بڑے برتن سے نکال نکال کر دودھ دے رہے ہیں۔۔۔
اُس زمانہ کے ایک بڑے بزرگ راندیر میں ہو کرتے تھے ،،حضرت شیخ اجمیری رحمہ اللہ (موجودہ شیخ رشیداحمداجمیری مدت فیوضہم کے والد گرامی) شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر ،،میں انکے پاس تعبیر کے لئے پہونچا۔۔،،حضرت شیخ میرے والد مرحوم (مولانا علی بھائی کاوی رحمہ اللہ) کی وجہ سے بندہ پر نظر عنایت فرماتے تھے،،، میں اُنکے سامنے خواب بیان کیا تو حضرت نے پوچھا کہ خواب کس نے دیکھا ہے؟ میں نے کہا میں نے ہی دیکھا ہے

،،، تو فرمایا کہ مجھے یہی توقع تھی کہ تم نے ہی دیکھا ہوگا،،، پھر فرمایا : اللہ پاک مولانا غلام محمد سے دین کی بڑی خدمات لے گا۔۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کو شرمندہ تعبیر ہونے میں مفسرین فرماتے ہیں چالیس سال لگے،،، یہاں حضرت وستانوی کے بارے میں دیکھا گیا یہ خواب آج دنیااکل کوا اور اسکی سرپرستی اور زیر نگرانی چلنے والے مکاتب ، مدارس ، اسکولز اور کالجز کے اِس دینی اور عصری تعلیم (دینی رنگ و ماحول میں)کے زرین سلسلہ کی شکل میں دیکھ چکی ہے،،، اللہ پاک اِسے دائما آباد رکھے ،، نظر بد سے محفوظ رکھے اور سلسلہ کو دراز سے دراز تر فرمائےت

آہ...مولانا غلام وستانوی رحمۃ اللہ علیہ

بقلم :- حافظ عبدالرحیم جلگاؤں

بھارت میں ایسا جناز شاید اب دوبارہ دیکھنے کو نہ ملے , حضرت مولانا غلام و ستانوی صاحب کا 4 مئی 2025 بروز اتوار کو انتقال ہوا مولانا غلام وستانوی صاحب ایک ممتاز عالم دین؛ ماہر تعلیم اوراصلاح پسندر ہنما تھے؛ جنہوں نے قران کریم کی تعلیم کو بھارت کے چپے چپے میں پہنچانے کی کوشش کی قران سے محبت طلباء سے محبت مدارس سے محبت ان کا شوق اور جذبہ ایمانی تھا؛ بھارت کے ساتھ ساتھ دنیا کے ایسے کئی علاقے جہاں پر مولانانےقران کی خدمت انجام دی ہے؛مولانا غلام وستانوی نے حفظ قران کے فروغ اور عالمی سطح پر مسابقات قران میں شرکت کے لیے نمایاں خدمات انجام دی ہے؛ انہوں نے سعودی عرب میں منعقدہ عالمی مسابقات قران میں شرکت کی؛ اور اس تجربے سے متاثر ہو کر ہندوستان میں بھی ایسے مسابقات کے انعقاد کا اغاز کیا؛مولانا غلام وستانوی صاحب نےاپنے ادارے جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوّا میں حفظ قران کی کلاسز کوبہت اہمیت دی؛انکے ادارے میں ہزاروں حفاظ تیار ہوئے؛ جن میں نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے مختلف ممالک کے طلبہ شامل ہیں؛مولانا نے قران کریم کی تعلیم کوجدید علوم کےساتھ جوڑنے کی کوشش کی؛ تاکہ طلبہ دین اوردنیادونوں میدانوں میں کامیاب ہو؛ان کے نزدیک قران صرف حفظ یا قرات تک محدود نہیں؛بلکہ زندگی گزارنے کا رہنما ہے اس لیے انہوں نے طلبہ کی تربیت میں قران کی عملی تعلیم کو شامل کیا مولانا کی قران سے محبت اور مدارس کا جال جو مولانا نے پورے ملک میں بچھایا ہے؛ اس کو دیکھتے ہوئے یہ بات میں کہنا چاہتا ہوں کہ بھارت کی تاریخ میں شایداب ایساجنازہ کسی کا نہیں اٹھے گا؛قران کریم کے ذریعے بھارت میں اگرکسی نے انقلاب برپا کیا تھا تو وہ تھے مولانا غلام و ستانوی رحمۃاللہ علیہ

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی: ایک عہد ساز شخصیت

بقلم :- مولانا شاھنواز بدر قاسمی

اپنی بلند و بالا خدمات اور عظیم کارناموں کیلئے مشہور، جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے سربراہ اور دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم و رکن شوریٰ حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب عالمی سطح پر محتاج تعارف نہیں، دینی و عصری تعلیم کے میدان میں مولانا وستانوی صاحب نے جو قابل فخر کارنامہ انجام دیا ہے وہ بلاشبہ اکیسویں صدی میں اس کی مثال نہیں ملتی، ہندوستان کی تاریخ میں وہ پہلے عالم دین ہیں جنھوں نے نہ صرف ہزاروں مدارس قائم کئے بلکہ عصری تعلیم کیلئے انہوں نے سینکڑوں اسکول سے لیکر میڈیکل کالج تک بنائے، ملک بھر میں سات سو سے زائد مساجد تعمیر کروا کر ایک مثال قائم کی، ہزاروں کی تعداد میں دینی و عصری تعلیم کیلئے الگ الگ ادارے قائم کئے، خدمت قرآن کیلئے بہت شمار کام کئے، حضرت مولانا غلام محمد وستانوی اپنی مختصر سی زندگی میں وہ کار نامے انجام دے گئے جسے کرنے کیلئے صدیوں گزر جاتے ہیں، وہ ایک ہمہ گیر، دور اندیش اور انقلابی شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے تعلیمی میدان اور خدمت خلق کو اپنا مشن بنایا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب کر گزر گئے جو سن کر اور دیکھ کر یقین نہیں ہوتا۔
مولانا وستانوی صاحب سے میری پہلی ملاقات دارالعلوم دیوبند کا اہتمام سنبھالنے کے بعد اسی دن دارالعلوم کے مہمان خانہ میں ہوئی اور ملاقات اور رابطے کا یہ سلسلہ دراز ہوتا

چلا گیا۔ مولانا کے ساتھ کئی سفر کئے، ان سے قریب رہنے کا خوب موقع ملا، وہ ایک ایماندار اور حق گو انسان تھے، انتہائی پرکشش اور نرم مزاج شخصیت کے مالک تھے، وہ تعمیر ی فکر پر یقین رکھتے ہیں، فضول اور غیر ضروری سرگرمیوں سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں تھی، وہ اپنے وقت کے مومن کامل اور حضرت نانوتویؒ اور سرسید علیہ الرحمہ کے فکر کے حقیقی ترجمان تھے، انہوں نے اپنے عملی زندگی سے یہ ثابت کردیا کہ آج بھی ناممکن کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ایک نئی تاریخ رقم کرکے مولانا وستانوی ہم سب سے رخصت ہوگئے لیکن انہوں نے مسلمانوں کی ترقی و خوشحالی کیلئے جو تعمیری خواب دیکھا تھا اسے شرمندہ تعبیر کرنے کیلئے وابستگانِ وستانوی ملک و بیرون ملک کے ہر کونے کونے میں سرگرم عمل ہیں۔

مولانا وستانوی یکم جون 1950 ء میں صوبہ گجرات کے ضلع سورت میں واقع ایک گمنام گاؤں سرزمین وستان میں پیدا ہوئے، ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل ہوئے صرف تین سال کا عرصہ گزرا تھا گویا آزادی ہند کا آفتاب طلوع ہونے کے چند سال بعدہی اسی ہندوستان کےافق پر ایک ایساآفتاب بھی طلوع ہواجس نے محض 75سال کی عمر میں اپنی خدمات اور روشن کارناموں سے دینا کو منور کردیا، علماء بہت ہوئے ہیں، علم دوستوں کی بھی کمی نہیں، خدا کی بنائی ہوئی اس سرزمین پر بڑے بڑے علم والے موجود ہیں لیکن خدمت کا جو جذبہ مولانا وستانوی کو حاصل ہوا، اس کی مثال نہیں، انکی جلیل القدر خدمات اور کارنامے کا اثر ہے کہ انکا گاؤں وستان جو کسی زمانے میں گمنا م تھا آج وہ ہندوستان کے نقشے پر اپنا ایک خاص مقام اور اپنی شاندار شناخت رکھتا ہے۔

مولانا وستانوی کو اپنے دور کے اچھے اساتذہ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا، وہ زندگی کی آخری ایام میں بھی اپنےاساتذہ کی خدمت میں حاضری دے کر دعائیں لینے کاسلسلہ جاری رکھا، مدرسہ قوت الاسلام سورت اورمدرسہ شمس العلوم بڑودہ کےبعد مدرسہ فلاح دارین ترکیسر گجرات میں رہکر1972ء میں دستارفضیلت حاصل کی، ترکیسر سے فراغت کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر مزید علمی تشنگی کو بجھاتے ہوئے حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانایونس صاحب اور حضرت مولانا عاقل صاحب جیسے اہل علم سے فیض یاب ہوئے۔

فراغت کے بعد اپنی تدریسی زندگی کی شروعات دارالعلوم کنتھاریہ جیسے عظیم ادارے سے کی اور اپنی علمی صلاحیتوں سے وہاں کے طلباء کو مالا مال کیا۔ 1980ء میں انہوں نے مہاراشٹر کےاکل کوا نامی ایک علاقہ جوعلم دین کی روشنی سےناآشنا تھا، جہالت و بدعقیدگی اور بدعات و خرافات حد درجہ بڑھ چکا تھا، مولانا وستانوی نے پوری ہمت، جرات اور جفا کشی کے ساتھ صرف چھ طلبہ اور ایک استاذ سے جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کا آغاز کیا جو اس وقت الحمدللہ ہندوستان کی سرزمین پر اپنی نوعیت کا عظیم اور سب سے بڑا دینی و تعلیمی مرکز بن چکا ہے۔مولانا وستانوی نے دینی تعلیم کیلئے جو مثالی قدم اٹھایا اسی کے ساتھ وقت اور حالات کو دیکھتے ہوئے اپنی دور اندیشی کی وجہ سے عصری تعلیم کیلئے بھی بے پناہ کام کئے۔مولاناوستانوی نے اشاعت العلوم کے پلیٹ فارم سے اب تک تیس سے زائد کالج قائم کئے، انہوں نے عملی میدان میں کام کرنے والے نوجوان علماء کو تیار کرکے کام پر لگایا اور پورے ملک میں تعلیمی ادارے کا جال بچھا دیا۔مدارس اور اسکولوں

کے ساتھ مکاتب کے قیام پر بھی خاص زور دیا، مولانا نے قرآنی تعلیم پر توجہ دیتے ہوئے ملک بھر میں مسابقوں کا سلسلہ شروع کیا اور عمدہ قرآن پڑھنے والوں کی خوب حوصلہ افزائی کی اور گراں قدر انعامات سے نوازا۔ مولانا وستانوی صاحب کا اصلاحی تعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ سے رہا اور انہوں نے اپنے معمولات کو کبھی متاثر نہیں ہونے دیا۔ مولاناوستانوی اس عہد میں بھی اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شادگی کی زندگی تو ترجیح دی اور تمام تر سہولیات ہونے کے باوجود شاہی زندگی سے دور رہے۔

مولانا وستانوی صاحب کے دو صاحبزادے برادرم مولانا حذیفہ وستانوی اور مولانا اویس وستانوی کو اللہ پاک صبر جمیل عطافرمائے اور اللہ پاک جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کو حاسدین کے حسد سے حفاظت فرمائےاوراس عظیم تعلیمی مرکز کو مزید ترقیات سے نوازے حضرت مولانا وستانوی کی وفات مسلمانانِ ہند کوجو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے کی بھرائی مشکل ہے، تمام متعلقین خصوصاً محبان جامعہ اکل کوا کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

مولانا غلام محمد وستانوی ، سوانحِ حیات

بقلم :- محمد اسحاق پٹھان گجرات

نام: مولانا غلام محمد وستانویؒ

پیدائش: 1 جون 1950ء

مقامِ پیدائش: کوساڑی، ضلع سورت، گجرات، بھارت

نسبت: بعد ازاں گاؤں 'وِستان' سے منسوب ہونے کی وجہ سے 'وستانوی' کہلائے

تعلیم و تربیت:

- **قرآن مجید حفظ**: مدرسہ قوت الاسلام، کوساڑی
- **ابتدائی تعلیم**: مدرسہ شمس العلوم، بروڈہ
- **1964ء تا 1972ء**: دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر
- **1973ء**: مظاہر علوم سہارنپور میں دورۂ حدیث
- **عصری تعلیم**: ایم بی اے کی ڈگری حاصل کی

علمی و تعلیمی خدمات:

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکلکوا (مہاراشٹر): 1979ء میں 6 طلبہ سے آغاز کیا۔ آج یہ ادارہ ایک عظیم دینی و عصری مرکز ہے جس کے تحت دارالعلوم، اسکول، جونیئر کالج،

انجینئرنگ، فارمیسی اور MBBS میڈیکل کالج سمیت کئی ادارے قائم ہیں۔

دارالعلوم دیوبند سے وابستگی:

- 1998ء: مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے
- 11 جنوری 2011ء: مہتمم مقرر ہوئے
- 23 جولائی 2011ء: تنازع کے بعد سبکدوشی

خصوصی صفات: دینی و عصری تعلیم کا امتزاج، اقلیتوں کی تعلیمی پسماندگی کے خاتمے کے لیے عملی کوششیں، انتظامی مہارت اور اصلاحی جذبہ

وفات: 4 مئی 2025ء (عمر: 74 سال)

دعائیہ کلمات: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، اور ان کے اداروں کو تا قیامت باقی رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

دعاگو:

محمد اسحاق پٹھان

ایم اے اسلامیات

بھوج کچھ گجرات انڈیا

ایک عہد ساز شخصیت کا خاتمہ

بقلم :- مولانا محمد شمیم اختر ندوی

4 مئی 2025 کی دوپہر تھی۔ وقت قریباً تین بجے کا ہوگا، جب ایک ہولناک خبر نے دل کو ہلا کر رکھ دیا— سرسید ثانی، خادمِ قرآن، محسنِ ملت، مردِ اخلاص، اور بانیِ ادارہ اشاعت العلوم اکل کنواں حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس فانی دنیا کو چھوڑ کر دارالبقاء کی جانب کوچ فرما گئے۔

یہ خبر گویا بجلی بن کر گری، دل تھرا گیا، آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ فکر و عمل کا ایک ایسا آفتاب غروب ہو گیا، جو ہزاروں قلوب کو دین و دنیا کی روشنی عطا کر رہا تھا۔ ایک چراغ جو جلتا رہا، اندھیروں میں راہ دکھاتا رہا، بالآخر خاموش ہوگیا۔ لیکن اس کی لو اب بھی دلوں میں روشن ہے۔

حضرت سے پہلی بالمشافہ ملاقات جامعہ عربیہ منہاج السنہ مالونی ملاڈ ممبئی میں منعقدہ "مظاہرہ قراءت" کے ایک تاریخی جلسے میں ہوئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ صدرِ اجلاس تھے اور میں ناظم اجلاس کی حیثیت سے موجود تھا، پہلی ہی ملاقات نے دل میں ایسا نقش چھوڑا، جو وقت کے ساتھ مزید گہرا ہوتا چلا گیا، بعد ازاں جب "رابطہ ادب اسلامی" کے پروگرام میں جامعہ اشاعت العلوم اکل کنواں حاضری ہوئی، تو حضرت نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ فوراً پہچان لیا، گویا کوئی قریبی رشتہ ہو "ممبئی والے مولانا!" کہہ کر مخاطب کیا،

اپنے پاس بٹھایا، خیریت دریافت کی، اور پھر کھانے میں بھی ساتھ شریک کیا۔ یہ انکساری صرف انہی کا خاصہ تھی۔

ایک بار پھر حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، تو وہی محبت، وہی شفقت، اور وہی اپنائیت کا عالم دیکھا،انکی گفتگو میں علم و فہم کی گہرائی تھی، لہجے میں شفقت بھری نرمی، اور رویے میں ایسا وقار جو تربیت یافتہ دلوں کاخاصہ ہوتا ہے۔ اب وہ منظر ہمیشہ کے لیے نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے، لیکن دل کے آئینے میں وہ تصویر تادیر جگمگاتی رہے گی۔

جیسے ہی وصال کی خبر ملی، دل بے قرار ہو اٹھا۔ میں نے اپنے مخلص رفیق مفتی حشمت اللہ قاسمی صاحب سے رابطہ کیا جن کے کئی بچے حضرت کے ادارے سے فیضیاب ہوچکے ہیں۔ اکل کنواں جانے کی خواہش کا اظہار کیا، اور انہوں نے فوراً ساتھ دینے کی حامی بھر لی۔ ہم تینوں ، میں، مفتی صاحب، اور ان کے فرزند انجینئر رفیع اللہ ،شام پانچ بجے روانہ ہوگئے۔

نہ ریزرویشن تھا، نہ ہی یقین کہ جنازہ میں شریک ہو سکیں گے، کیونکہ ساڑھے بارہ بجے شب نمازِ جنازہ کہ ادائیگی کا وقت متعین ہوچکا تھا، لیکن جذبہ یہی تھا کہ کسی بھی طرح پہونچا جائے۔ اصل محبت وہی ہے جو صرف حیات تک محدود نہ ہو، بلکہ بعد از وصال بھی جاری رہے۔

حسنِ اتفاق ٹرین خالی ملی، ہم رات سوا دس بجے بآسانی انکلیشور تک پہونچے۔ انکلیشور سے اکل کنواں 121 کیلو میٹر تک کا سفر قدرے دشوار تھا،رات کے اس پہر کوئی سواری آسانی سے نہیں ملتی ہے، قریب سوا گھنٹہ کے بعد ایک فور ویلر والا تیار ہوا اور یوں ہم رات دو بجے اکل کنواں پہونچے۔ حافظ عبدالرزاق صاحب(مہتم جامعہ تجوید القرآن

سورت)حافظ بلال صاحب(متعلم اکل کنواں)اور ہمارے ادارہ جامعہ الابرار کے وہ طلبہ جو یہاں اپنی اگلی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں مسلسل حالات سے باخبر کرتے رہے۔
نمازِ جنازہ سے تو محروم رہے، لیکن حسن اتفاق یہ رہا کہ ازدحام کی وجہ سے جنازہ کو قبرستان پہونچنے میں بڑی تاخیر ہوئی اور اس طرح ہم لوگ بھی قبرستان اس وقت پہونچے جب جنازہ سوئے قبر پہونچنے ہی والا تھا ،کندھا دینے کی بڑی کوشش کی لیکن لوگوں کے بھیڑ کی وجہ سے اس مختصر سے وقفہ میں ممکن نہیں ہوسکا، ساڑھے تین بجے تدفین سے فارغ ہوئے،اللہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو نور سے منور فرمائے آمین یارب العالمین
اس کے بعد حسب ترتیب جامعہ کے ایک کالج کے"حذیفہ بن یمان منزل" میں آرام کیلئے چلے گئے۔
حضرت کا علمی، دینی اور تنظیمی کارنامہ ایک پوری کتاب کا تقاضہ کرتا ہے، لیکن جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، اسے چند جملوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے: حضرت نے ایک چھوٹے گاؤں "اکل کنواں"کو نہ صرف علمی مرکز بنایا، بلکہ اسے ملک بھر میں ایک عظیم تعلیمی تحریک کی علامت بنا دیا۔ سڑک کے ایک جانب جامعہ اشاعت العلوم کے مختلف شعبہ جات کی پُرشکوہ عمارتیں تو دوسری جانب عصری تعلیم کی شاندار عمارتیں و درسگاہیں ، تاحد نگاہ دونوں جانب عمارتوں کا ایک دراز سلسلہ اور ہر طرف علم و عمل کا چراغاں، یہ سب حضرت کی بے مثال قیادت، اخلاص اور بصیرت کا نتیجہ ہے۔
جامعہ میں صرف "حفظ" کی 128 درسگاہیں ہیں ، اس کے علاوہ عالمیت ،افتاء، تخصصات کی الگ الگ درسگاہیں ہیں، جامعہ میں کل ساڑھے چودہ ہزار (14500) طلبہ رہتے ہیں جن میں، اسکول و کالجز کے 3500 سو طلبہ ہیں اور 500 سو اسٹاف ہیں ،اس طرح

روزانہ 15 ہزار افراد کا کھانا بنتا ہے،یہ محض اعداد نہیں، بلکہ ایک خاموش انقلاب کے گواہ ہیں۔ بی یو ایم ایس، ایم بی بی ایس ،انجینئرنگ، لا، بی ایڈ، ٹریننگ کالجز،سب اس علمی سلطنت کا حصہ ہیں، جو حضرت نے انتہائی سادہ زندگی اور خاموش مزاجی میں قائم کیئے ہیں

5/ اپریل کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند، مولانا حذیفہ وستانوی اور اویس وستانوی کے پر گھر تعزیت کیلئے حاضری ہوئی، رفیق سفر مفتی حشمت اللہ قاسمی نے بڑے ہی بہتر انداز میں کلمات تعزیت ادا کئے اور دعائیں دیں،دونوں بھائی نہایت متواضع اور حضرت کی سادگی کے آئینہ دار نکلے۔ حضرت نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بڑے صاحبزادے کو تنظیمی ذمہ داری سونپ دی تھی، اور وہ اس وراثت کو کامیابی سے سنبھال رہے ہیں الحمدللہ، اللہ انہیں استقامت دے اور ہر شر سے حفاظت فرمائے آمین

ملک بھر میں "مظاہرہ قراءت کا نظام ہو، یا مسابقہ حفظ قرآن" یہ سب حضرت ہی کے فیضان کا ثمر ہے۔ حضرت نے صرف ایک ادارہ نہیں، بلکہ ایک پورا تعلیمی نظام قائم کیا، جو آج بھی قوم کی رہنمائی کر رہا ہے۔ پورے ملک میں آپ کے ذریعہ 2000 سے زائد دینی ادارے قائم ہیں ، ہزاروں مساجد ،متعدد اسپتال ،یہ سب ان کی دینی بصیرت اور سماجی شعور کا آئینہ ہیں۔

ظہر کی نماز کے بعد انجیرنگ کالج کے پرنسپل محترم سید وجاہت صاحب سے ملاقات اور ان کی فیکلٹی کے نظام سے متعلق ان کی آفس میں گفتگو ہوئ ،ظہر بعد بی یو ایم ایس کالج گیا اور داخلہ کے نظام پر تبادلہ خیال ہوا ،سارے نظام مستحکم اور فعال نظر آئے ، اللہ تعالیٰ کسی ادارے کو کامیاب کرنا چاہتا ہے تو اسے اچھا عملہ بھی عطاء کرتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کی برکتیں ہیں کہ ان کو عملہ بھی مخلص میسر ہیں ،شام چار بجے ہم لوگ ممبئ کیلئے روانہ ہوئے اور پھر صبح فجر سے پہلے ممبئ اپنی منزل پر پہونچ گئے

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ کی زندگی علم، عمل، اخلاص، تنظیم، اور ملت کی خدمت کا نایاب نمونہ تھی۔ ان کے جانے سے ایک عہد زرریں تمام ہوا، لیکن ان کی یادیں، ان کا فیضان، اور ان کے کارنامے صدیوں تک زندہ رہیں گے۔

حضرت کے ان سارے کارنامے کو دیکھنے کے بعد دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ بات نکلتی ہے کہ واقعی میں آپ اپنے عہد کے *سرسید ثانی* تھے الحمدللہ

اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر کو نور سے بھر دے، ان کے درجات بلند فرمائے، اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی – علم و حکمت کا درخشندہ چراغ

بقلم :- مولانا توقیر احمد کاندھلوی نقشبندی

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ عصرِ حاضر کے ان نادر روزگار علماء میں سے تھے جنہوں نے دین و دنیا کے امتزاج سے ایک ایسا تعلیمی ماڈل پیش کیا جس پر ملتِ اسلامیہ کو بجا طور پر فخر ہے۔ آپ نے مہاراشٹر کے پسماندہ علاقے اکل کواں میں جامعہ اشاعت العلوم کی بنیاد رکھ کر ایک عظیم تعلیمی انقلاب برپا کیا، جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ میڈیکل، انجینئرنگ اور جدید علوم کی اعلیٰ تعلیم کا بندوبست کیا گیا۔
آپ کا شمار دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے فعال اور مدبر ارکان میں ہوتا تھا۔ مختصر مدت کے لیے آپ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بھی رہے۔ تنظیم، تربیت اور تعمیرِ ملت—ہر میدان میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔
روحانیت میں آپ کو حضرت ولی کامل اور عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد باندویؒ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ سادگی، اخلاص، للہیت اور حکمت آپ کی شخصیت کا خاصہ تھے۔
آپ کا وصال ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، اور ان کے قائم کردہ اداروں کو تا قیامت جاری و ساری رکھے۔

اللهم اغفر له وارحمه، وعافه واعف عنه، واجعل قبره روضة من رياض الجنة۔

مولانا غلام محمد وستانوی

بقلم :- مولانا نایاب حسن

اس کی امیدیں قلیل : اس کے مقاصد جلیل

ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا رونا رونے والے دانشوروں کی کمی نہیں،مگر ایسے باہمت مردانِ کارانگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں،جو سینہ کوبی کی بجائے عملی جدوجہد میں یقین رکھتے اور قوم کو تعلیمی ترقیات سے ہم کنار کرنے میں اپنی زندگیاں کھپا دیتے ہیں۔ بلا شبہ مولاناغلام محمد وستانوی انھی چیدہ و چنیدہ شخصیات میں تھے۔مولاناکو ایک اور خاصیت ایسے دوسرے خادمینِ قوم سے یوں ممتاز کرتی تھی کہ وہ خود خالص دینی و مذہبی تعلیمی پس منظر رکھنے کے باوجود قوم کی ہمہ جہت ترقی کا خواب دیکھتے رہے اور اسے شرمندۂ تعبیر کرنے کی بھی بھرپور کاوشیں کیں؛چنانچہ جہاں انھوں نے مہاراشٹر کے دوردراز خطے اکل کوا،نندوربار میں 1979 میں ایک عظیم الشان دینی تعلیمی مرکز قائم کیا،جہاں درسِ نظامی کے مطابق فضیلت تک کی تعلیم کے علاوہ تخصصات کے مختلف شعبے قائم ہیں،وہیں انجینئرنگ، میڈیکل،فارمیسی، لا، ٹیچرٹریننگ،انڈسٹریل ٹریننگ وغیرہ کے ادارے قائم کرکے مسلم نوجوانوں کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ علوم اور اسکلز سے لیس کرنے کی مہم بھی انھوں نے چلائی اور اپنی اس نیک اور انقلابی مہم میں نہایت کامیاب بھی رہے ۔ کئی کلو میٹر میں پھیلے جامعہ اشاعت العلوم اور اس سے ملحق دیگر اداروں کی عمارتوں،ان

کے کیمپسز،وہاں کے ماحول کی شفافیت،نظم ونسق وغیرہ دیکھ کر زائرین عش عش کرتے ہیں اور بہت سی خوشگوار حیرانیاں سمیٹ کر اس دیار سے لوٹتے ہیں۔

رفاہی شعبوں میں بھی ان کی خدمات نہایت تابناک ہیں،قومی و ملی بحرانوں کے موقعوں پر انھوں نے بلا تفریق متاثرین کی مدد کی اور انکے درد کا مداوا کرنے کی بھرپور کوششیں کیں ۔دینی اداروں اور مدارس کو بھی ان کے ہاں سے صرف تصدیق نامے نہیں جاری کیے جاتے تھے؛بلکہ بہت سے اداروں کے لیے سالانہ ایک متعینہ امدادی رقم بھی جاری کی جاتی تھی۔

مولانا وستانوی کی خدمت کا ایک نہایت روشن پہلو قرآنی مسابقوں کانہایت خوب صورت سلسلہ بھی ہے،جسکی بدولت انھوں نے ہندوستان میں قرآن فہمی اور قرآن کو تجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھنے کی عمومی فضا قائم کی،یہ سلسلہ آج بھی اسی طرح جاری ہے ؛ بلکہ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بہت سے ادارے اور افراد بھی اس قسم کے مسابقوں کا اہتمام کرنے لگے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے منصبِ اہتمام پر فائز کیے جانے کے بعد ان کے خلاف برکا کیے گئے ہنگامے کے دوران انکی شخصیت اور کیرکٹر کا ایک روشن پہلو یہ سامنے آیا کہ انھوں نے تمام تر وسائل ہم دست ہونے کے باوجود مخالف فریقوں کو زیر کرنے کے لیے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا،جس سے دارالعلوم جیسے عالمی ادارے کی توقیر کو نقصان پہنچے؛بلکہ اس سب کے بعد بھی دارالعلوم سے بحیثیت رکن شوریٰ وابستہ رہے اور اس کی تعمیر و ترقی میں حسبِ معمول حصہ لیتے رہے۔

ہمیشہ خنداں و فرحاں اور سادہ و بے تکلف نظر آنے والے مولانا وستانوی چھوٹی بڑی مجلسوں میں گفتگو بھی بڑی سادہ اور زوداثر کرتے تھے، ان کی آواز میں گھن گرج،چرب زبانی اور ہنگامہ آرائی کی کیفیت نہ ہوتی تھی،ٹھہر ٹھہر کر،نہایت سنجیدہ انداز میں گفتگو کرتے اور قوم و ملت کے تئیں اپنے دل کا درد سامعین و مخاطین میں منتقل کرنے کی کوشش کرتے۔ الغرض مولانا وستانوی کی شخصیت متنوع الجہات، قابل قدر،پرکشش اور ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی ترقی،رفاہی و سماجی خدمت کے حوالے سے غیر معمولی امتیاز و انفراد کی حامل تھی۔اللہ پاک ان کی مغفرتِ کاملہ فرمائے اور ان کی چھیڑی گئی تعلیمی تحریک یوں ہی جاری و ساری رہے۔

وہ کوہ کن کی بات، خادمِ قرآن کا ذکر جمیل

بقلم :- مولانا خلیل الرحمن قاسمی برنی

"کوہ کن" فرہاد کا لقب ہے۔مجازا اس عاشق صادق کو کہا جاتاہے جو اپنے عشق کے حوالے سے مشکل ترین؛بلکہ ناممکن تصور کیے جانے والے کام کو کر گزرنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ اسی سے "کوہ کنی"ماخوذ ہے، جو مشکل یا تقریبا ناممکن کام کو انجام دینے کے معنی میں مستعمل ہے۔ جوئے شیر لانا بھی اسی کا مترادف ہے۔

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ خدمتِ قرآن مدرسہ اشاعت العلوم اور قوم و ملت کی تعلیم و تربیت اور اس کو ترقی دینے کے عنوان سے، جس عاشقانہ انداز سے کام کرتے رہے اور اپنی ہمہ جہت صلاحیتوں کےذریعے،جس طرح ملتِ اسلامیہ کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے رکھا اور اس سلسلے میں،جس طرح جان و تن، صحت و عافیت، راحت و آرام کو تج کر،دینی وعصری اداروں اور بےشمار مساجد کی تعمیر سے لے کر، با صلاحیت افراد کی ایک پوری نسل تیار کر دینے تک کا جو ناقابلِ فراموش کارنامہ انجام دیا ہے، وہ بظاہرِحال بہت مشکل،صعوبتوں سے پر؛ مگر بےحد عظیم اور وقیع ہے۔ملک کے حالات کےلحاظ سےایسی خدمت یقینا بہت مشکل تھی۔یہ جاں سوزی کوہ کنی اور جوئے شیر لانے کا عمل انہی کا حصہ تھا۔

حضرت مولاناغلام محمدوستانوی رحمہ اللہ نےاس دورمیں تعلیمی ورفاہی لحاظ سےجوحسنِ عمل انجام دیا ہے، وہ تاریخ کا ایک روشن باب بن کر چمکتا رہے گا ۔ دینی تعلیم کے کاروان

کو آگے بڑھانے اور مسلم قوم کو فکری و نظریاتی سطح پر بلندی فراہم کرنے میں آپ کا کردار، موجودہ دور کے تمام علماء میں ممتاز نظر آتا ہے۔ خالص مدرسے کے ماحول میں پرورش پا کر بھی، آپ کے یہاں فکر کی پختگی، الوالعزمی، بلند ہمتی کے ساتھ وسعتِ نظر کی کافی جہتیں تھیں۔

مولانا مرحوم سچے عاشقِ قرآن اور خادمِ قرآن تھے اس حوالے سے بھی ان کی خدمات کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ وہ خود بھی تلاوتِ قرآن کے عادی تھے اور دوسروں کو بھی قرآن کی طرف لانے والے عظیم داعی تھے۔ روزانہ صبح سویرے اذکار جہریہ کے ساتھ دو پارے قران کریم پڑھنے کا معمول تھا۔انہوں نے اشاعتِ قرآن اور تصحیح و تجویدِ قرآن کریم کے لیے پورے ملک میں قرآنی مسابقوں کا ایک عمدہ اور مفید سلسلہ قائم کیا تھا؛ اسی کا اثر تھا کہ ملک کے بے شمار علاقوں میں قرآن فہمی اور قرآن کریم کو تجوید و تصحیح کے ساتھ پڑھنے کی عمومی فضا قائم ہوئی۔ ان کی تقلید میں یہ سلسلہ دیگر کئی لوگوں نے بھی شروع کر دیا تھا، جو تاحال قائم ہے اور اس کے بھی مفید اثرات دیکھنے میں آ رہے ہیں۔

حضرت مولانا وستانوی رحمہ اللہ کے مزاج میں ارتقاء ،ادارہ سازی، مردم گری اور حسنِ انتظام والےاوصاف کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے کئی طرح کے چیلنجوں کا حکمت و جرآت کےساتھ سامنا کرتے ہوئے ،دینی وعصری ادارے اس طرح قائم کیے کہ آج وہ قوم و ملت کی ترقی کا استعارہ ہیں۔انہوں نے ان اداروں کو اپنی سلیقہ مندی دوراندیشی حسنِ انتظام اور للّٰہیت و بےغرضی کےسہارے ،بہت قلیل عرصے میں معیاری اداروں کی صف میں لا کھڑا کیا۔دینی علوم کےامتزاج کاجوکامیاب اور موثر تجربہ آپ کی

سرپرستی میں ہوا، وہ پورے بر صغیر میں اپنی مثال آپ ہے۔
اشاعت العلوم کی بنا اور اس کی اس طرح تعمیر و ترقی کے وسیع و عریض اور بلند و بالا عمارتیں، جن میں دینیات کے تمام درجوں کی تعلیم،مثالی درس نظامی،عصری علوم کے لیے انجینیرنگ کالج ،میڈیکل کالج، سائنس کالج، نرسنگ کالج، یونانی کالج،فارمیسی کالج، مولانا وستانوی کے ممتاز کارناموں میں سے ہے۔اس کے علاوہ پورے ملک میں کئی بڑے بڑے ادارے، ہزاروں مکاتب کا قیام، ہزاروں مساجد کی تعمیر کا سہرا مولانا مرحوم کے سر جاتا ہے۔دراصل آپ بے لوث خادمِ دین و شریعت تھے۔حبِ جاہ،حبِ مال سے کوسوں دور اخلاص و تواضع کا پیکر تھے؛اس لیےآپ تعاون کرنے والوں کے درمیان بہت معتبر اور معتمد تھے۔ بڑے بڑے اہل ثروت آپ پر اعتماد کر کے، دینی راہوں میں خرچ کرنے کے لیے، بے دریغ پیسہ آپ کے حوالے کر کے اطمینان محسوس کرتے تھے۔
بلا شبہ! دیانت داری اور امانت داری کے اس عظیم اور روشن پہلو سے آپ کے ذریعے پوری علماء برادری کا وقار بلند ہوا ۔
مولانا مرحوم ایک متصلب حنفی دیوبندی عالمِ دین تھے۔سلامتیِ فکر اور جودتِ طبع ان کی پہچان تھی؛ لیکن انکے کاموں کو امام النانوتوی اور سرسید احمد خان سے موازن کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔
سر سید احمد خان اگرچہ اپنی بعض فکروں کے لحاظ سے متنازع رہے؛لیکن جہاں تک ان کے کارناموں کی عظمت ہے، تو وہ ایسی حقیقت ہے کہ جس کا کوئی منکر نہیں۔ ان کا دور انگریزی استعمار کا دور ہے،اور روز اول سے؛ چونکہ مسلمانوں سے اس کی لڑائی رہی اس لیے اس نے برادرانِ وطن کو آگے بڑھانے کی ٹھان رکھی تھی۔ اِن حالات میں

سر سید احمد خان نے، جس جرآت و حکمت کے ساتھ علی گڑھ تحریک کی بنیاد رکھی، وہ اپنی مثال آپ ہے ۔

بے شک! مولانا وستانوی نے بھی تعلیمی میدان میں بہت عظیم و وسیع و رفیع خدمات انجام دی ہیں؛ مگر سر سید احمد خان اور ان کے درمیان تقابل کرتے وقت ہر ایک کے زمانے وقت اور چیلنج کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے ۔

ان کی بلند اخلاقی، عالی ظرفی،اور علوِ ہمتی کو اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ: جب انہیں دارالعلوم دیوبند کے اہتمام سے بعض داخلی خلفشار کی وجہ سے معزول کیا گیا، تو انہوں نے اس وقت مثالی تحمل کا مظاہرہ کیا۔وہ چاہتے تو وسائل و تعلقات کو بروئے کار لا کر انتشار کی فضا بنا سکتے تھے۔ مقابلہ آرائی پر اتر سکتے تھے،ناپسندیدہ عوامل کو دور کر سکتے تھے؛مگر انہوں نے کوئی بھی ایسی حرکت و عمل سے اجتناب کیا،جس سے دارالعلوم دیوبند کی حرمت پر ذرا بھی آنچ آئے۔انہوں نے ہمیشہ مادر علمی کے وقاروادب کو ملحوظِ نظر رکھا اور بحیثیت رکنِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھا۔

قلیل عرصے میں اس قدر رفعتیں، بلندیاں،اقبال و ظفر مندی، ہر ایک کی نگاہ میں عزت و احترام کا حاصل ہو جانا، نصرتِ الہی کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ نصرتِ الٰہی معرفتِ رب اور قربِ الہی کے طفیل حاصل ہوتی ہے۔اس کے لیے قیام اللیل جیسی عبادت، شب بیداری، آہِ سحر گاہی، نرم و گرم خوابگاہوں سے میٹھی میٹھی نیند کی قربانی، رب سے سچے عشق کا اظہار، تاریک راتوں میں خالق کے حضور دھیمی دھیمی سرگوشیاں، اپنی کمزوریوں کا اعتراف و اقرار اور ان سے توبہ، گریہ وزاری، معافی و نصرتِ الہی کا سوال، ضروری ہوتا ہے۔

جاننے والے جانتے ہیں اور بتانے والے بتاتے ہیں کہ:

مولانامرحوم معرفتِ رب اورقرب الٰہی کے خاص مقامات کے حامل تھے۔ احسان و اخلاص کی کیفیات اور ہمدردی و غم گساری کے جذبات سے پوری طرح آراستہ تھے۔ انکی راتیں آہوں، سسکیوں اور پرنم نالوں کے ساتھ بسر ہوتی تھیں ۔وہ اپنے رب سے دعا و مناجات کے وقت بہت گڑگڑاتے تھے،روتے تھے،آہیں بھرتے تھے۔ خدماتِ دینی کے لیے قبولیت کا سوال کرتے تھے۔خدائے کریم نے ان کی اس انابت و سوال کا بھرم رکھا اور ان کو ان کے مانگنے سے زیادہ عطا کیا۔ کام بھی دیا احترام بھی دیا اور اچھا نام بھی۔

حضرت مولانا وستانوی رحمہ اللہ نےتصوف وسلوک کے مراحل،حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی قدس سرہ کی نگرانی میں طے کیے۔آپ ان سے بیعت تھے اور پوری طرح ان کی تربیت میں تھے۔ حضرت قاری صاحب کی نگاہِ قدسی الاثر نے موصوف پر بہت اچھا اثر چھوڑا۔ ان کے اندر حبِ الٰہی حبِ رسول اور ملت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے جذبات، اسی نگاہ مرد مومن کے اثرات تھے۔ اس لیے موصوف کے ہر عمل میں بے لوثی، اخلاص اور احسان نظر آتا تھا۔

جب عشق سکھاتاہےآدابِ خودآگاہی : کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

عطارہو،رومی ہو،رازی ہو،کہ غزالی : کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

افسوس اکابر و اسلاف کی یہ خوبصورت نشانی، چار مئی 2025 کو داغِ مفارت دے گئی۔ انکا مدرسہ،انکے کئی سارے ادارے،خدمتِ قران کی حوالےسے انکی عظیم المرتبت خدماتِ جلیلہ اور انکے تیار کیے ہوئے رجالِ کار، ان کے تابندہ نقوش ہیں۔ جو ان کو زندہ رکھنے کیلیے کافی ہی اللہ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔

بڑے حضرت کی کچھ یادیں کچھ باتیں

بقلم :- مولانا عبد الکریم رنجن گاؤں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبي بعدہ

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ؛ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الذین اذا اصابتھم مصیبہ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون وقال۔ الذي خلق

الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا

وقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم اذکروا محاسن موتاکم قال قائل موت العالم

موت العالم. اولئك ابائي فجئني بمثلھم. مضت الدھور وما اتین بمثلہ

بسیار خوباں دیدہ ام مگر تو چیزے دیگری

سرزمین ہند پر محمد بن قاسم سے لیکر بہادر شاہ ظفر تک مغلیہ سلطنت میں بہت سے بادشاہ ہوئے لیکن کسی نے اتنی کثیر تعداد میں مدارس اسلامیہ اور مساجد تعمیر نہ کرائی جتنی کہ ہمارے بڑے حضرت مولانا غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اکیلے ہی کرا دی دنیا سے تو ہر کسی کو جانا ہے مگر اس مرد قلندر نے جو کام کر دکھایا وہ سب کے بس کی بات نہیں ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اس مرد قلندر نے جامعہ اور شاخہائے جامعہ کے لیے اپنا

سچا پکا جانشین فکروستانوی کو اوڑھنا بچھونا بنانے والامرد مجاہد حضرت مولانا حذیفہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو چھوڑ کر گیا یعنی ایک سبب ظاہری کے طور پر جامعہ اورشاخہائے جامعہ کو مضبوط ہاتھوں میں سپرد کرکےداعی اجل کو لبیک کہا ہمارے پیارے بڑے حضرت جی رحمہ اللہ سے متعلق کچھ مضامین اوربیانات کا خلاصہ نیز عاجز بندہ کریم کی کچھ یادیں کچھ باتیں پیش خدمت ہیں

۱۔پیکر علم و عمل اخلاص وللّٰہیت دینی اہمیت اور تعلیمی بیداری کے تاج محل تھے۔

۲۔ اپنے سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھنا طبیعت ثانیہ تھی۔

۳۔ یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا کا بار بار اعلان تھا۔

۴۔انابت اللہ تعلق مع اللہ توکل کامل آپ کا خاص وصف تھا۔

۵۔ اپنے اساتذہ مشائخ کی خدمت ہدیہ محبت استفادہ آپ کا شیوہ تھا۔

۶۔غیر معمولی انتظامی صلاحیت خداداد نعمت تھی۔

۷۔ تعاون سب سے لیتے مگر استغناء کے ساتھ ایک مالدار شخص کا کہنا ہے کہ مال کی بنیاد پر مولانا وستانوی سے بات نہیں کر سکتے۔

۸۔ اہل فضل و کمال کی قدردانی طرہ امتیاز تھا۔

۹۔ سخاوت و تواضع بے مثال تھی۔

۱۰۔کسی نے عالمگیر ثانی کہا توکسی نے وقت کا شاہ جہاں کہا اسلیے کہ جامعہ میں تعمیرات ہوتی نہیں تھی بلکہ اگتی تھی۔

۱۱۔ طلبہ پر نہایت شفقت اور پیار ومحبت فرماتےتھے وقت کی قدرکی تلقین فرماتےتھے۔

۱۲۔ جامعہ اور شاخہائےجامعہ کو دینی و عصری تعلیم کا مجمع البحرین بنا دیا۔

۱۳۔ نہ کسی سے انتقام کا جذبہ نہ اعتراض کا جواب بس اپنے کام کی دھن۔
۱۴۔ قران اور اہل قران سے خاص محبت

۱۵۔ **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها.** حسنہ کہتے ہیں قابل رشک نیکی کو ہمارے بڑے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر عمل الحمدللہ قابل رشک ہے۔

۱۶۔ **خیر الناس من ینفع الناس.** کی عملی تشریح تھے۔

۱۷۔ مردم سازی مردم شناسی مہمان نوازی احسان شناسی نرم روئی فلاحی خدمات اور اپنے کام پر فخر نہ کرنا یہ جبلت تھی۔

۱۸۔ **الحكمة ضالة المؤمن۔** ہر جگہ کی خوبیوں کو لینا آپکے رگ وریشہ میں پیوست تھا۔ مولاناالیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ امت کےدرد میں بےچین ہوئےتو دعوت وتبلیغ کا جال پھیل گیا اورمولانا غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے چین ہوئے تو مدارس کا جال پھیل گیا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

از قلم :- عبد الکریم رنجن گاؤں
خادم التدریس جامعہ محمدیہ بارہ بابھلی احمد نگر

مولانا وستانوی انقلاب آفرین شخصیت کے حامل تھے

بقلم :- مولانا سلمان سنت کبیر نگر، یوپی

مولانا غلام محمد وستانوی کے انتقال سے دینی، تعلیمی اور اصلاحی میدانوں میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے، جس کا پُر ہونا آسان نہیں۔ مولانا مرحوم ایک سچے خادمِ دین اور ملت کے مخلص رہنما تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت، ملت کی اصلاح اور علمی و تعلیمی ترقی کے لیے وقف کر دی۔ دو اہم میدان ایسے ہیں جہاں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں: آپ نے گجرات اور مہاراشٹر میں بے شمار مدارس کا قیام فرمایا، اور ساتھ ہی کئی معیاری کالجز کی بنیاد بھی رکھی۔ یہ ادارے آج بھی آپ کی دور اندیشی، اخلاص اور تعلیمی معیار کے گواہ ہیں۔ مگر افسوس کہ وہاں آپ کو وہ مقام نہیں دیا جا سکا جس کے آپ مستحق تھے، ورنہ آپ کی قیادت میں ملک بھر کے دینی اداروں میں ایک مؤثر اصلاحی لہر کی امید کی جا رہی تھی۔ غلام محمد وستانوی صاحب رحمہ اللہ کی علمی و روحانی خدمات کا بھرپور اعتراف کرتا ہے۔ ان کی جدائی ملت اسلامیہ ہند کے لیے واقعی ایک بڑا نقصان ہے، خصوصاً تعلیمی و اصلاحی میدان میں جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ فوری طور پر پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔ ان کے قائم کردہ مدارس و کالجز اور ان کی دینی قیادت کے جو نقوش ہیں، وہ ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ دارالعلوم دیوبند میں ان کا انتخاب مہتمم کے طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ علمی حلقوں میں ان کی صلاحیتوں کو تسلیم کیا گیا۔ انہوں نے اپنے محلے سے

نکل کر پورے ملک میں تعلیمی انقلاب برپا کیا اور وہی وعصری علوم کو ایک ساتھ ایک چھت کے نیچے کسی خوبصورتی سے پڑھایا جا سکتا ہے، اس کا تجربہ دنیا کے سامنے رکھا۔ ان کی وفات کو ملت اسلامیہ کے لیے بڑا خسارہ قرار دیتے ہوئے فرمایا آج جب کہ اہل علم اورملت کے لیے کام کرنے والے افراد میدان میں کم ہیں،وستانوی ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھےاور انہوں نے مختلف جہتوں میں ملت کی خدمت انجام دہی، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، دار العلوم دیو بند اور ان کے قائم کیے گئے اداروں کے پلیٹ فارم سے انہوں نے جو علمی تحریک پر پاکی ہے، وہ رہتی دنیا تک ان کی ولاتی رہے گی۔ جنہوں نے ایک ویرانے کو علم کے گلشن میں تبدیل کر دیا، انہوں نے جس انداز سے ادارے قائم کیے،اس نے قریب مسلمانوں کی علمی ترقی میں بڑی مدد کی، اس ناحیت سے پوری ملت پر ان کا احسان ہے، مولانامرحوم اپنی مثال آپ تھے ، وہ ایسے چراغ کے مانند تھے جس سے روشنی حاصل کر کے بہت سے جواں ہمت علماء اور ائل واٹسن نے اپنے اپنے علاقوں میں علم کی شمع روشن کی مولانا وستانوی صرف ایک عالم دین اور ماہر تعلیم تھے، بلکہ ایک صوفی با صفا ہی تھے،انہوں نےاپنی طالب علمی کے دوری میں اپنا اسلامی تعلق حضرت شیخ زکریا سے قائم کر لیا جس نے ان کے دل کو منور اور مصلی کر دیا تھا،

مولانا رحمتہ اللہ کے وفات سے ہزاروں طلبہ اور علامہ یتیم ہو گئے انکی وجہ سے ہزاروں غریب طلبہ نے علم کی دولت حاصل کی اور کررہے ہیں اور دنیا کے مختلف شعبوں میں اپنی خدمات الجام دے رہے ہیں ، غلام محمدوستانوی ایک انقلاب آفرین شخصیت کے مالک تھے، جنکی شخصیت کی کشش اور مقناطیسیت برس وناکس کو ان کا گرویدہ بنادیتا تھا۔ انکے

سینے میں امت کے لیے دھڑکنے والا دل اور امت کی نظر میں کھلنے والا دماغ بھت ، جو ہر وقت ملت کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیےسوچتا رہتا تھا۔انہوں نے ہزاروں مسجدیں بنوائیں دور دراز علاقوں کے دیہاتوں میں مکاتب کا نظام قائم کیا۔اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سلمان کبیرنگری ، ایڈیٹر سہ ماہی میگزین نئ روشنی
برینیاں، سنت کبیر نگر،یوپی 9918165041
Salmaahmed2771991@gmail.com

جہالت کی تاریکیوں میں روشنی کا ایک چراغ

بقلم :- مولانا عمر اعجازی ، پشوری

حضرت مولانا محمد غلام وستانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئ علاقوں میں مدارس اور مساجد کے ایسے سدا بہار درخت قائم کر دیئے کہ کہی سے ،،دینی تعلیم،، حاصل کی جارہی ہے، کہی سے ،،عصری تعلیم،،حاصل کی جارہی ۔

حضرت ہمارے وہ رہبر تھے، جنکی جدائی نے دلوں کو مغموم اور ملک کو سوگوار کر دیا۔

حضرت کی محنت امت کیلئے ایسی تھی جیسے ایک ماں اپنے بچہ کے لئے محنت کرتی ہے۔

حضرت ہمارے رہبر تھے

حضرت ہماری روح کا سکون تھے

حضرت ہمارے رہنما تھے

حضرت ہمارے دلوں کی دھڑکن تھے

حضرت ہمارے چہرے کی مسکراہٹ تھے

جب اُن کا نام لیا جا تو دل کو قرار آتا تھا

اور اللہ تعالٰی حضرت کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطاء فرمائے

لبوں پر خدا کا کلام آرہا ہے ۔ زمیں کو فلک کا سلام آرہا ہے

اے رب ذولجلال جنت کے دروازے کھول دے : آپ کے محبوب کا غلام آرہا ہے

اک فلک بوس تاج محل

بقلم :- مولانا محمد طاہر سورتی

مرحوم محبوب العلماء والصلحاء تھے۔فلاح دارین ترکیسر کی طالب علمی کے زمانے میں رئیس الجامعات حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی علیہ الرحمۃ کی خوب خدمت کرکے اپنی فوز و فلاح اور نجات آخرت کا سامان کیا۔

مظاہر علوم سہارن پور پہنچے تو وہ دور تھا جسے چندے ماہ و چندے خورشید یا

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

کہا جا سکتا ہے ۔ایک جانب قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ کا فیضان جاری و ساری تھا۔

تو دوسری جانب اسعد زماں حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب رام پوری رحمہ اللہ اپنے جمال و کمال ظاہری وباطنی سے طالبان عشق ومعرفت کو گم نامی اور یک سوئی کے ساتھ سیراب و شاداب کرنے میں منہمک تھے۔

صالحین کے فدائے بے مثال کو ان دونوں حضرات کا قرب خاص اور خدمت کی سعادت حاصل رہی۔اسکے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب چون پوری نور اللہ مرقدہ کی خدمت کچھ اس شان سے کی کہ فراغت کے کئی سال بعد جب سہارن پور تشریف لائے تو شیخ نے فرمایا : "میرا غلام آگیا "۔

شیخ جب پہلی مرتبہ اکل کوا تشریف لے گئے تو خلاف معمول و عادت کام کے تنوع و توسع کو دیکھ کر بے انتہا مسرت کا اظہار فرمایا۔

فراغت کے بعد صدیق دوراں حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ ضریحہ سے با قاعدہ اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور بہت جلد خلعت خلافت سے آراستہ کر دیے گئے۔

سفر و حضر کے رفیق بننے کی سعادت بھی ایک عرصے تک حضرت کو حاصل رہی۔

اور سب سے زیادہ حضرت مرحوم ہی کی دعائیں اور بشارتیں اپنے دامن میں لیں۔

حضرت الاستاذ مفتی عباس صاحب بسم اللہ دام مجدہم نے فرمایا کہ : ایسا انسان پوری صدی میں ایک مرتبہ پیدا ہوتا ہے۔

غالبا یہ حدیث مجدد کی جانب تلمیح ہے۔جو سنن ابو داود میں ہے کہ :

اللہ تعالٰی ہر سو سال میں وہ انسان بھیجتا ہے جو تجدید دین کا کارنامہ انجام دیتا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم کو خلاق عالم نے چند ایسے کمالات سے نوازا تھا جن میں سے ہر کمال ان کو انمول ہیرا بنانے کے لیے کافی تھا۔چہ جائے کہ ایسی کئی خوبیاں حضرت ممدوح میں جمع ہو گئی تھیں۔

لیس علی اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

اور اقبال کے الفاظ میں

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

حضرت وستانوی حقیقی معنوں میں اقبال کے شاہین تھے۔

کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں

نیز

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

اور

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد میں
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

مولانا نے شاید یہ اپنی لوح دل پر نقش کر رکھا تھا کہ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
زمیں اور بھی آسماں اور بھی ہیں

دو بڑی کلیدی صفات ہمیں مرحوم میں نمایاں نظر آتی ہیں جس نے ممدوح مرحوم کو ایک فلک بوس تاج محل بنا دیا تھا۔

ایک تو ذات باری تعالیٰ پر توکل ، جس پر **فھو حسبه** اور **یرزقه من حیث لا یحتسب** کا اٹل وعدہ ہے۔ اسی کا نتیجہ وہ وسیع و عریض رقبہ ہے جس پر حضرت کام پھیلا ہوا ہے ۔اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

دوسرے : امانت داری ، نیز حساب و کتاب کی شفافی۔ہمیشہ سے حضرت کا یہ معمول رہا کہ کسی نے پانچ روپیے بھی دیے تو اس کو حساب بتایا کہ آپ کا پیسہ یہاں خرچ ہوا۔

تغمدہ اللہ تعالی برحمۃ منہ و رضوان

مولانا غلام وستانوی دین کے سچے خادم تھے

بقلم :- مولانا سیف الاسلام مدنی

ملتِ اسلامیہ ہند ایک بار پھراپنے ایک عظیم محسن، سچے خادم، بے باک مصلح اور عبقری قائد سے محروم ہوگئی۔ ملک کے نامور عالمِ دین، عالمی شہرت یافتہ شخصیت، دارالعلوم دیوبند کے مؤقر رکنِ شوریٰ اور جامعہ اشاعت العلوم، اکل کُوّاں (مہاراشٹر) کے بانی و مؤسس، حضرت مولاناغلام وستانویؒ کا حالیہ انتقال ایک ایسا اندوہناک سانحہ ہے، جس کا خلا مدتوں محسوس کیا جاتا رہے گا۔

مولانا وستانویؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ان کی زندگی نصف صدی سے زائد عرصے پر محیط دینی، علمی،فکری اور اصلاحی خدمات سے عبارت ہے۔ انہوں نے قوم و ملت کے لیے جو بے مثال قربانیاں دیں،وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان کا وجود ملت کے لیے سائبان تھا، ان کی کاوشیں بے شمار دلوں کے لیے مشعلِ راہ تھیں، اور ان کا ہر لمحہ امت کی فلاح و بہبود کے لیے وقف تھا۔

جامعہ اشاعت العلوم اکل کُوّاں، ان کا وہ تابندہ کارنامہ ہے جو آج بھی علم و عرفان کے متلاشیوں کو سیراب کررہا ہے۔اس عظیم دینی درسگاہ سے اب تک لاکھوں طلبہ نے فیض پایاہے۔مولانا مرحوم نےنہ صرف دینی علوم کےفروغ پر توجہ دی،بلکہ ملت کے نوجوانوں کو عصری تعلیم سے بھی آراستہ کرنے کےلیے جدید طرز کے ادارے قائم کیے، جن سے امت مسلمہ کو غیر معمولی فائدہ پہنچا۔

ایسی نابغہ روزگار شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں، جو اپنی خدا داد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔ مولانا وستانویؒ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دینی قیادت سے نوازا، وہیں آپ کو دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم ادارے کی امارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ منصب ان کی علمی، عملی اور انتظامی قابلیت کا واضح اعتراف تھا۔

مولانا کی رحلت پر ملک و بیرونِ ملک میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ لاکھوں افراد ان کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہیں اور اہلِ خانہ کے ساتھ اظہارِ تعزیت کر رہے ہیں۔ ہم بھی اس عظیم صدمے میں برابر کے شریک ہیں اورمولانا مرحوم کے پس ماندگان سے تعزیت کرتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں دعا کرتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا غلام وستانویؒ کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، انکی خدمات کو شرفِ قبول عطا فرمائے، اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

ستارۂ ہند کا غروب ایک عہد، ایک پیغام

بقلم :-مولانا سیماب احمد یکہتہ مدھوبنی

کبھی کبھی تاریخ کے افق پر ایسے درخشندہ ستارے طلوع ہوتے ہیں جو وقت کی قید سے آزاد ہو کر صدیاں روشن کرتے ہیں۔ وہ صرف عالم، معلم یا منتظم نہیں ہوتے، بلکہ وہ ایک پورا مکتبِ فکر، ایک روشنی کی کرن،ایک زندگی بخش پیغام بن جاتے ہیں۔مولانا غلام محمد وستانویؒ کا وجود بھی ایسا ہی ایک نایاب مظہر تھا۔ وہ جن کی ذات میں علم کی گہرائی، حکمت کی روشنی، دل سوزی کی حرارت اور قیادت کی فراست یکجا ہو گئی تھی۔

ایک خاموش آغاز، ایک جلال انگیز سفر

یکم جون 1950ء کو گجرات کے ضلع سورت کی ایک گمنام بستی "وستان"میں ایک چراغ روشن ہوا۔کس کو علم تھاکہ یہ چھوٹا سا چراغ آنےوالے دنوں میں ہزاروں دلوں کو منور کرے گا ؟ ایک معمولی گھرانے کا یہ ہونہار فرزند، علم کی تڑپ لے کر کوساری، بڑودہ، ترکیسر اور سہارنپور کی خاک چھانتا رہا۔ حضرت یحییٰؒ حضرت یونس جونپوریؒ اور حضرت زکریاؒ جیسے مشاہیرِ علم و عرفان سے فیض یاب ہوا، اور اپنے وقت کا ایسا عالم و مربی بنا جو خود درسگاہِ حیات میں تبدیل ہو گیا۔

خواب جو تعبیر بنے

وہ صرف خواب دیکھنے والے نہیں تھے، وہ خوابوں کو مجسم کرنے والے تھے۔ 1979ء

میں جب اکل کوا کی بنجر زمین پر جامعہ اشاعت العلوم کی بنیاد رکھی، توصرف چھ طلبہ اور ایک استاد تھے۔ لیکن اخلاص ، دُعاؤں، جہدِ مسلسل اور حسنِ تدبیر کے ساتھ یہ بیج تناور درخت میں تبدیل ہو گیا— جس کی شاخیں آج ہندوستان سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل چکی ہیں۔

یہ سب کچھ محض انتظامی قابلیت کا نتیجہ نہیں تھا ، بلکہ یہ اس دل کی صداقت تھی جو امت کے لیے دھڑکتا تھا، اس فکر کی صداقت تھی جو قرآن و سنت کی روشنی میں جہانِ نو کی تعمیر چاہتی تھی۔ وہ ایسے ہی مردِ مومن تھے جن پر اقبال نے کہا تھا:

"خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے"

تحریک جس نے تاریخ بدل دی

مولانا وستانویؒ کی سوچ صرف مدارس تک محدود نہیں تھی۔ ان کے وژن نے مکاتب، مساجد، یتیم خانے، اسپتال، فنی ادارے،انجینئرنگ اور میڈیکل کالجز کی صورت اختیار کی۔ انہوں نے بتا دیا کہ دین کا خادم صرف محراب و منبر کا نمائندہ نہیں، بلکہ سائنس، ٹیکنالوجی اور مینجمنٹ جیسے میدانوں میں بھی امت کا قائد ہو سکتا ہے۔

بھارت میں اقلیتوں کا پہلا MCI منظور شدہ میڈیکل کالج انہی کے اخلاص کا ثمر تھا— ایک کارنامہ جس نے تاریخ کے اوراق میں ان کا نام زرّین حروف سے لکھوا دیا۔

اکل کوا کے چمن میں خزاں سی چھا گئی ہے
جو مالی تھا وہی خوابوں کا گلستاں چھوڑ گیا

اہتمامِ دیوبند: جرأت کی روشن قندیل

جب 2011ء میں دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم ادارے کی نظامت مولانا وستانویؒ کو سونپی گئی، تو یہ ملت کا ایک طرح سے اعلان تھا کہ قیادت اب وژن اور عمل کی بنیاد پر دی جائے گی، نہ کہ جمود اور روایت پر۔ اگرچہ مخالف آندھیوں نے اس چراغ کو بجھانے کی کوشش کی، لیکن یہ مختصر لمحہ بھی ان کی بے مثال صلاحیتوں کو دنیا پر واضح کر گیا۔ وہ چلے گئے، لیکن اصولوں پر ڈٹے رہے، اور اپنی استقامت سے یہ ثابت کر دیا کہ اصل کامیابی منصب میں نہیں، موقف میں ہوتی ہے۔

خاموشی کا وہ مبلغ جو گرجنے سے نہیں، برستے رہنے سے پہچانا گیا

آج کے شور زدہ دور میں جہاں آوازیں بلند اور خیالات سطحی ہو چکے ہیں، وہاں حضرت وستانویؒ ایک خاموش مگر گہرے دریا کی مانند تھے۔انہوں نے کیمرے،مائیک اورشہ سرخیوں کی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی، لیکن ان کے ادارے، شاگرد، مساجد اور تحریکیں ان کی آواز بن گئیں۔ وہ بولتے کم تھے، کرتے زیادہ تھے۔

جب ستارہ غروب ہوا...

اور 4مئی بروز اتوار کو وہ اندوہناک گھڑی آن پہنچی جب یہ روشن ستارہ افقِ زیست سے غروب ہو گیا۔ ان کی وفات کی خبر بجلی بن کر امتِ مسلمہ پر گری۔ جیسے وقت تھم گیا ہو، ہوائیں ساکت ہو گئی ہوں، اور دلوں پر ایک عجیب سا بوجھ آن پڑا ہو۔ مدارس ماتم کناں، مسجدیں اشکبار، اور دل و دماغ افسردہ—ہر جگہ سوگ کی کیفیت تھی۔

کلیجے منہ کو آنے لگے، زبانیں گنگ ہو گئیں، اور آسمانوں پر بھی شاید افسوس کی چادر تنی ہوئی تھی۔ ایک بزرگ شاگرد کی زبانی سنا گیا:

"ایسا لگتا ہے جیسے سایہ اٹھ گیا ہو۔۔۔ اور ہم ایک بے سائبان قافلے میں تبدیل ہو گئے ہوں۔۔۔"

ے قریہ قریہ، کوچہ کوچہ، مدرسہ مدرسہ سوگوار ہے
یہ موت نہیں، قیادت کی ایک کہکشاں کا غروب ہے

لیکن چراغ جلتا رہے گا

وہ چلے گئے، لیکن ان کی لگائی ہوئی بنیادیں، بوئے ہوئے بیج اور اگائے ہوئے ادارے رہتی دنیا تک گواہی دیتے رہیں گے کہ یہاں ایک مردِ درویش آیا تھا، جس نے خاموشی سے انقلاب برپا کیا تھا۔ ان کا مشن اب ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ ان کی تحریک اب ہم سب کا قرض ہے۔ان کا خواب اب ہماری آنکھوں میں ہے۔

"نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے"

دعا

اے ربِ کریم! ہمیں اپنے اس محبوب بندے کی خدمت، اخلاص، دردمندی اور جرأت کی روشنی میں جینے کی توفیق عطا فرما۔ ان کی مغفرت فرمایئے، درجات بلند کیجیے، اور ان کے لگائے ہوئے اداروں کو بقا، تسلسل اور عالمی اثر عطا فرمایئے۔اناللہ واناالیہ راجعون

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

کبھی کبھی زمین پر ایسی ہستیاں جلوہ گر ہوتی ہیں، جن کے وجود سے زمانے میں روشنی پھیلتی ہے، جن کے افکار قلوب کو زندگی بخشتے ہیں، اور جن کی خاموشی بھی ہزاروں

قافلوں کی راہ متعین کر جاتی ہے۔ انہی بلند آہنگ، صاحبِ درد اور نافعُ الناس شخصیات میں حضرت مولانا محمد غلام وستانویؒ ایک چمکتا ہوا نام ہیں، جنہوں نے اپنے علم، عمل اور اخلاص سے ملت کے قلب و جگر میں نئی زندگی کی لہر دوڑا دی۔
وہ تنہا ایک کارواں تھے۔ وہ خاموشی میں بجلی تھے، سادگی میں جلال، اور فقر میں کمال۔ انہوں نے وہ کام کیے جو سلاطین کی فہرستِ فتوحات میں بھی کم کم نظر آتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حنیف لوہاروی گجراتی کی روایت کے مطابق:

— 126 باوقار دارالعلوم

— 28 نور سے لبریز مدارسِ بنات

— 2400 قرآنی تعلیم کے مکاتب

— 7000 روح پرور مساجد

یہ سب حضرت مولانا وستانویؒ کے دستِ مبارک سے وجود میں آئے۔ یوں آپ 9554 دینی مراکز کے بانی، معمار، اور روحِ رواں تھے۔ یہ اعداد نہیں، یہ زندہ تاریخ ہے۔ یہ کارنامے نہیں، یہ چراغ ہیں جو تاریک زمانوں کو روشن کرنے کے لیے جلے ہیں۔
یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ جو خدمات حضرت مولاناوستانویؒ نے بغیر کسی ریاستی طاقت، ظاہری اقتدار یا مال و زر کے انجام دیں، وہ اکثر حکومتیں بھی نہیں کر پاتیں۔ ان کا ہر قدم ایک تحریک تھا، ہر منصوبہ ایک انقلاب، اور ہر ادارہ ایک صدقۂ جاریہ۔
آپ کا قائم کردہ مرکزِ علم و عرفان، جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، جسے ابھی صرف 45 سال مکمل ہوئے ہیں،آج ایک بین الاقوامی علمی اورروحانی نیٹ ورک کی حیثیت رکھتا ہے یہ بات کسی ظاہری تدبیر یا نظم کا نتیجہ نہیں،بلکہ اس دل کی دلیل ہے جواپنے رب کے

ہاں مقبول تھا۔ اس دل کی جس کی ہر دھڑکن دین کے لیے تھی، اور ہر سانس امت کے لیے۔

حضرت وستانویؒ کی زندگی ایک درویش کی زندگی تھی، لیکن ان کا اثر ایک سلطنت سے کم نہ تھا۔ انہوں نے خود کو مٹا کر ایک نسل کو تراشا، اور جاتے جاتے ایک ایسا چراغ چھوڑ گئے جو صدیوں تک جلتا رہے گا۔

اے ربِ کریم!

ان کی قبر کو نور سے بھر دے،

ان کے قائم کردہ اداروں کو تا قیامت ہدایت کا سرچشمہ بنا،

ان کے درجات بلند کر، اور انہیں اپنے نیک بندوں کے ساتھ جنت کے اعلیٰ مقام پر جگہ عطا فرما۔

آمین یا رب العالمین، ثم آمین۔

ایک چراغ جو طوفان میں بھی جلتا رہا

بقلم :- مفتی شمشاد مدھوبنی اشاعتی

آہ: روشنی کا ایک بیج، جو زمین میں دفن ہو کر آسمان سے جا ملا

کو ساڑی کی زمین پر جب وہ بچہ پیدا ہوا،تو شاید زمین نے محسوس کیا ہوگا کہ اسکی آغوش میں کچھ خاص اترا ہے۔ وقت نے اسے عام بچوں کے درمیان رکھا، لیکن اس کی روح کسی اور ہی کائنات سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے لہجے میں سکون، آنکھوں میں سوال، اور قدموں میں تلاش تھی۔ وہ معمولی دکھائی دیتا تھا، لیکن اندر سے ایک عجیب کیفیت کا مسافر تھا۔

وہ بچہ کتابیں پڑھنے سے زیادہ، چہروں کو پڑھنا چاہتا تھا۔ اسے مٹی میں خواب دکھائی دیتے تھے،اور چپ میں پیغام سنائی دیتے تھے۔وہ جانتا تھا کہ ایک دن وہ خاموشی کوزبان دے گا، اور اندھیرے کو چراغ۔

علم: ایک زخم کی طرح، جو شفا بن گیا

مدرسے کے فرش پر جب اس نےپہلا سبق پڑھا،تو اس کی زبان نے الفاظ نہیں دہرائے، اس کے دل نے قسم کھائی کہ وہ علم کا خادم بنے گا۔ وہ قاعدے کی سطروں میں چھپی ہوئی روشنی کو چومتا، اور دعاؤں کی طرح رٹتا۔ اس کی زندگی کا ہر دن علم کے سنگ بیتا ——نہ صرف خود سیکھنے کے لیے، بلکہ دوسروں کو سکھانے کے لیے۔

مولانا وستانوی نے کتابیں اس لیے نہیں پڑھیں کہ وہ مفتی کہلائیں، بلکہ اس لیے کہ وہ

انسان بن سکیں، اور انسان بنا سکیں۔ ان کے علم میں رعونت نہیں تھی، بلکہ عجز تھا۔
وہ لفظوں سے جادو نہیں کرتے تھے، بلکہ زخموں پر مرہم رکھتے تھے۔

مدرسہ نہیں، ایک انقلاب: جامعہ اشاعۃ العلوم اکل کواں

اکل کوا میں جو درسگاہ انہوں نے قائم کی، وہ مدرسہ نہیں، ایک دھڑکتا دل تھا۔ ہر کمرہ، ہر طالب علم، ہر درس، ہر صدا، یہ سب گواہ تھے کہ ایک شخص نے اکیلے خواب دیکھے، اور پوری قوم کو ان خوابوں میں شریک کر لیا۔

وہاں قرآن پڑھایا جاتا تھا، لیکن ساتھ ساتھ کردار بھی تراشا جاتا تھا۔ وہاں حدیث سنائی جاتی تھی،لیکن ساتھ ساتھ اخلاق کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔اور سب سے بڑھ کر، وہاں محبت بانٹی جاتی تھی—ایسی محبت جو نسلوں تک چلتی ہے۔

خدمت: خاموشی سے لکھی گئی ایک طویل دعا

6,793 مساجد، 33 اسپتال،ہزاروں مکاتب، اور لاکھوں دل... یہ صرف اعداد نہیں، یہ دعا کے قافلے تھے، جو مولانا کی نیت سے اٹھے اور زمین پر حقیقت بن کر اترے۔

انہوں نے دنیا کو دکھایا کہ ایمان صرف الفاظ میں نہیں، عمل میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اسپتالوں میں درد کی دوا رکھی، لیکن ساتھ ساتھ دل کا مرہم بھی عطا کیا۔

انہوں نے پانی کے کنویں نہیں کھودے، بلکہ پیاسے دلوں کو سیراب کیا۔ انکے پروجیکٹس صرف رفاہی نہیں تھے، وہ روحانی بھی تھے—کیونکہ وہ اللہ کے لیے تھے، دکھاوے کے لیے نہیں۔

بیعت، تربیت، اور روح کی پرواز

قاری صدیق احمد باندوی سے بیعت، مولانا کے لیے ایک ٹرننگ پوائنٹ تھی۔ یہاں سے

انکے اندر کی روشنی باہر چھلکنے لگی۔ انہوں نے سنا، برداشت کیا، دعا کی، اور معاف کیا۔ ان کی روحانیت ایسی تھی کہ وہ بات کرتے تو سننے والا خاموشی سے رو دیتا۔ وہ خاموش رہتے، تو ماحول بولنے لگتا۔

انکے سجدے صرف زمین پر نہیں پڑتے تھے،وہ آسمان تک جاتے تھے۔ انکی دعائیں صرف الفاظ کی شکل میں نہیں تھیں، وہ دل کے دھڑکنے کا دوسرا نام تھیں۔

وفات نہیں، روشنی کا دوسرا جنم

جب وہ اس دنیاسے رخصت ہوئے،تب نہ صرف انسان روئے، بلکہ در و دیوار بھی گواہی دینے لگے۔ان کی قبر پر ہری گھاسیں، ان کی قبولیت کا اعلان تھی۔ اور خوابوں میں سبز لباس پہنے ان کا آنا، اس بات کی دلیل کہ روشنی کبھی مر نہیں سکتی۔

جو دلوں میں جیتے ہیں،وہ مٹی کےنیچے جا کربھی روشنی بانٹتے ہیں۔مولانا وستانوی کی موت، ایک اختتام نہیں تھی، بلکہ ان کے خوابوں کے نئے سفر کی ابتدا تھی—ایسی ابتدا جو ہر اس دل میں زندہ ہے، جو خدمت، علم اور سچائی سے جڑنا چاہتا ہے۔

اور ہم؟ کیا ہم بھی چراغ بن سکتے ہیں؟

ہاں، اگر ہم بھی مولانا کی طرح کسی کے لیے سوچیں، کسی کے لیے جئیں، اور اللہ کے لیے کچھ کر جائیں—تو ہم بھی چراغ بن سکتے ہیں۔

کیا آپ نے کبھی کسی کو صرف اللہ کے لیے پانی پلایا؟

کیا آپ نے کسی طالب علم کی فیس خفیہ طور پر ادا کی؟

کیا آپ نے رات کے سناٹے میں کسی کے لیے دعا مانگی جو آپ کو جانتا بھی نہ ہو؟

اگر ہاں... تو آپ اس چراغ کے قبیلے سے ہیں، جو طوفان میں بھی جلتے ہیں۔

آہ: کچھ لوگ تاریخ میں نہیں، دلوں میں لکھے جاتے ہیں
مولانا وستانوی رحمہ اللہ نہ صرف ایک شخصیت تھے، بلکہ ایک سلسلہ تھے—ایسا سلسلہ جو وقت، سرحد، نسل، زبان اور حالات سے ماورا ہو کر صرف خدمت اور سچائی کے دھاگے سے جڑا ہوا تھا۔

اے خدا! ہمیں بھی ایسا دل دے
جس میں درد ہو
ایسا ہاتھ دے
جس میں دینے کا جنون ہو
اور ایسی زبان دے
جو صرف تیرے لیے بولے
آمین۔

اکیسویں صدی کا مجدد، ہم سے رخصت ہوا

بقلم :- مولانا الطاف مدھوبنی اشاعتی

کچھ بات ہے دل کی، لکھتاہوں قلم سے
مجھے ان سے محبت ہے، بے پناہ قسم سے

یہ محض ایک سانحہ ارتحال نہیں، ایک انقلاب کی آخری سانس ہے۔ ایک ایسی شخصیت کا رخصت ہو جانا، جس نے خواب نہیں دیکھے، بلکہ خوابوں کو تعبیر کا لباس پہنایا۔

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ چلے گئے—لیکن ایک ایسی تاریخ رقم کر گئے جسے وقت کی گرد بھی مٹا نہیں سکتی۔

وہ جن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ:

"وہ سایہ بھی تھے، سرور بھی تھے، اور راستہ بھی تھے۔"

آج اشکبار آنکھیں ہیں، رنجیدہ دل ہیں، اور ایک سوال گردش میں ہے:

کیا واقعی وہ چلے گئے؟

مولانا وستانویؒ کا قد صرف جسمانی نہیں، فکری، روحانی، تعلیمی اور انقلابی تھا۔ وہ گجرات کی ایک بستی وستان میں پیدا ہوئے، لیکن ان کا خواب پورے ہندوستان کی بیداری تھا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ جب لوگ خوابوں میں سیاست تلاش کرتے تھے، وہ مٹی میں علم تلاش کرتے تھے۔

چالاکی کی نہیں، چالاک بصیرت کی علامت تھے وہ۔

انہوں نے جامعہ اسلامیہ اکل کوا کی بنیاد رکھی۔ نہیں، صرف بنیاد نہیں—روح رکھی، حوصلہ رکھا، یقین رکھا۔ اور اس یقین کی طاقت کا عالم یہ تھا کہ چالیس برسوں میں آٹھ سو سالہ تاریخ کا خلا پُر ہو گیا۔

کتنے لوگ آتے ہیں، نعرے لگا کر چلے جاتے ہیں۔

کتنے لوگ آتے ہیں، تصویریں کھنچوا کر رخصت ہو جاتے ہیں۔

لیکن کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کام کر کے خاموش ہو جاتے ہیں، اور ان کا کام صدیوں بولتا ہے۔

مولانا وستانویؒ ان ہی لوگوں میں سے ایک تھے۔

انہوں نے قوم کے لیے کیا کیا؟

آیئے، ذرا گنتی لگاتے ہیں:

100 سے زائد خالی اسکول آباد کیے،

دینی مدارس، بی ایڈ کالجز، فارمیسی، ایم بی بی ایس، انجینئرنگ،

آئی ٹی آئی، پالی ٹیکنیک—سب کچھ۔

لیکن پھر بھی وہ خود مسکراتے ہوئے کہتے:

"یہ سب اللہ کا فضل ہے، میں تو بس وسیلہ ہوں۔"

ہزاروں بیوائیں ان کے عطا کردہ وظائف سے زندگی گزار رہی ہیں۔

لاکھوں یتیم بچے ان کے اداروں میں علم و کردار سے آراستہ ہو رہے ہیں۔

جس بستی میں مایوسی کی دیواریں بلند تھیں، وہاں امید کے مینار کھڑے ہو گئے۔

اور سب سے بڑھ کر، مولاناؒ نے دین اور دنیا کو گلے لگایا،

نہ صرف مسجد آباد کی، بلکہ لیبارٹری بھی سجائی۔
نہ صرف قال اللہ و قال الرسول سنایا، بلکہ انجینئر، ڈاکٹر، سائنسدان، فلاحی کارکن بھی بنایا۔
اب بتائیے، اس مردِ مومن کا نعم البدل کون ہو سکتا ہے؟
دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ میں ان کی موجودگی،
اور کچھ وقت کے لیے ناظم اعلیٰ کا عہدہ—
یہ سب ان کی عظمت کا بین الاقوامی اعتراف تھا۔
لیکن پھر ایک دن،
وقت نے کروٹ لی،
اور وہ چپکے سے رخصت ہو گئے۔
نہ کوئی شور، نہ کوئی گلہ، بس
خاموشی سے اک چراغ بجھ گیا، اور اندھیرے کی دیواریں لرز گئیں۔
آج ہر آنکھ نم ہے، ہر دل سوزاں،
ہر ذہن میں سوال ہے:
کیا اب بھی کوئی ایسا آئے گا؟
جو علم کا مینار بنے،
خدمت کا قافلہ چلے،
اور قوم کو اٹھا کر کھڑا کر دے؟
ہم بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کرتے ہیں:

یا رب! مولانا کی مغفرت فرما، ان کے درجات بلند کر،
ان کے اداروں کو بقا عطا فرما،
اور ہمیں ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ہمارے بعد اندھیرا رہیگا زمانے میں
بہت چراغ جلاوگے تم وشنی کے لئے

یہ مسند، خوابوں کی نہیں... قربانیوں کی گواہ ہے

یہ لکڑی سے بنی ایک عام سی کرسی نہیں۔
یہ ایک چبوترہ نہیں جہاں صرف بیٹھا جاتا ہے۔
یہ مسند حضرت وستانوی ہے—
جس پر بیٹھنے سے پہلے وقت بھی اپنا سانس روک لیتا تھا،
یہ وہ مسند ہے،
جہاں سے صرف درس نہیں، درد اٹھا۔
جہاں صرف تقریر نہیں، تقدیر بدلی گئی۔
یہ وہ جگہ ہے جہاں قلم کو شمشیر سمجھا گیا،
اور سوچ کو انقلاب کی بنیاد۔
یہاں سے نکلنے والا ہر لفظ
کسی غریب کی امید بنتا،
کسی گمراہ کا راستہ،
اور کسی قوم کی صبح۔

حضرت وستانوی نے
اپنی عمر کا ایک ایک لمحہ
اس مسند پر گروی رکھ دیا۔
انہوں نے صرف وقت نہیں دیا،
خون دیا، فکر دی، نسلیں سنواری۔
اور اب...
یہ مسند خاموش ہے، مگر منتظر بھی۔
منتظر ہے اُن قدموں کی،
جو اُس نقشِ قدم کے وارث ہوں
جو کبھی یہاں سے اُٹھا کرتے تھے۔
مولانا حذیفہ اویس صاحب!
اب یہ مسند آپ کی طرف دیکھ رہی ہے—
نہ صرف اس لیے کہ آپ فرزندِ حضرت ہیں،
بلکہ اس لیے کہ یہ مسند آپ کے دل کی دھڑکن پہچانتی ہے۔
یہ مسند روایتی وارث نہیں مانگتی،
یہ فکری وارث مانگتی ہے،
وہ جو اکیلے کھڑا ہو کر بھی سچ بولے،
وہ جو چراغ کی لو سے طوفان کو شرمندہ کر دے،
وہ جو ماضی کی روشنی میں مستقبل کو تراشے۔
یہ انقلابی مسند ہے—
یہاں بیٹھنے والا صرف شخص نہیں ہوتا،
سوچ بنتا ہے، صدا بنتا ہے، سلسلہ بن جاتا ہے۔

اب یہ مسند آپ کے حوالے ہے۔
یہ ذمہ داری ہے،
یہ سوال بھی ہے،
اور اگر چاہیں... تو یہ جواب بھی بن سکتی ہے۔
اب وقت ہے کہ آپ وہ باب لکھیں
جس کے لیے مسند، تاریخ سے درخواست کرتی رہی ہے۔

الطاف مدھوبنی

مسجد میمنی کی یادیں

یاد ان کی آ گئی مجھ کو، رو لینے دو
ابھرے جذبات کو مجھ کو لکھ لینے دو

اک خاموشی ہے... اور دل کے اندر کوئی ہلکی سی صدا گونج رہی ہے...
وہی صدا جو مسجد میمنی کی صبحوں میں گونجتی تھی۔
وہی "اللہ، اللہ" کی مترنم لے، جو تاریک فضا کو بھی روشن کر دیتی تھی۔

اب نہ وہ آواز ہے، نہ وہ سایہ،
مگر وہ کیفیت — وہ آج بھی باقی ہے۔
آنکھیں بند کرو تو محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی بھی حضرت وستانی رحمہ اللہ کی آواز آ رہی ہے،
ذکر کی وہ نرمی، وہ رقت،
ایسا لگتا ہے کہ کوئی دل کے اندر انگلی رکھ کر کہہ رہا ہو:
"ذرا یہاں سے بھی پکارو... یہاں جو درد ہے، وہی دعا بنے گا۔"

فجر کا وقت...
میمنی کی محراب کے قریب حضرت بیٹھے ہیں،
ششم اور دورۂ حدیث کے وہ مخصوص طلبہ ساکت و صامت،
ذکر کی آواز دھیمی، مگر دل پر بجلی کی طرح گرتی ہوئی...
ہر "اللہ" کے ساتھ ایک آنسو، ایک لرزش، ایک جُھکاؤ...
یہ منظر نہیں، یہ کیفیت ہے — جو صرف محسوس کی جاتی ہے۔
پھر عصر آتا...
نماز ختم ہوتی ہے...
اور مسجد میں خاموشی چھا جاتی ہے — ایسی خاموشی جیسے خود وقت رک گیا ہو۔
حضرت بولتے ہیں...
نصیحتیں، واقعات، بزرگوں کے تذکرے،
ایسے انداز میں کہ لفظ لفظ دل میں اترتا ہے،
اور آدمی بے اختیار ہو کر کہتا ہے:
"یا اللہ! یہ جو سن رہا ہوں، یہ صرف الفاظ نہیں... یہ ایک زندگی ہے۔"
کبھی کبھی حضرت کی آواز رُک جاتی تھی...
اور صرف آنکھوں سے دو موتی گرتے...
پھر کہتے:
"میرے بچو، نصیحت سننے کے لیے نہیں، سنبھالنے کے لیے ہے۔"
ایسی باتوں پر آنکھیں بہتی تھیں،
دل پگھلتے تھے،
اور مسجد میمنی کی فضا —
ذکر و نصیحت کی عطر میں بَس جایا کرتی تھی۔

آج...
نہ وہ لمحے ہیں،
نہ وہ حضرت...
مگر مسجد کے در و دیوار اب بھی وہ کیفیت سنبھالے ہوئے ہیں۔
وہ ہوا، جو ان کی سانسوں سے معطر تھی،
آج بھی کبھی کبھی چلتی ہے...
اور دل پھر سے رونے لگتا ہے۔
لیکن یہ رونا کمزوری نہیں،
یہ محبت کا رونا ہے...
جو رب کے نیک بندوں کی جدائی میں بہتا ہے۔
پھر ایک اور سایہ —
حضرت جانشین وستانوی رحمہ اللہ
وہی چراغ، وہی خوشبو، وہی نرمی
جس نے میمنی کے آنگن میں پھر سے ذکر کی گونج پیدا کی۔
انہوں نے بتایا کہ میمنی فقط ایک جگہ نہیں،
یہ ایک سلسلہ ہے —
دلوں کو جوڑنے والا،
روحوں کو جگانے والا۔
اور اب...
اے مسجد میمنی، آ!
ساتھ میں ہم سوگ منائیں — مگر وہ سوگ جو بے نوری نہ ہو،
بلکہ روشنی کا ماتم ہو۔

ایسا سوگ، جس میں آنکھیں اشکبار ہوں،
مگر دل امید سے روشن۔
جس میں یادیں بوجھ نہ بنیں،
بلکہ چراغ بن کر راہیں دکھائیں۔

الطاف احمد مدھوبنی

بچوں کے بیچ میں بیٹھا ایک ولی

شعبہ دینیات کی یادگار لمحے
یہ کوئی تخت پر بیٹھا سلطان نہیں تھا،
نہ کسی کرسی پر جلوہ افروز متہم...
یہ تو بچوں کے بیچ میں بیٹھا ایک ولی تھا —
جس کی مسکراہٹ میں روشنی تھی،
اور شفقت میں وہ ٹھنڈک، جو فقط دادا کی گود میں ملتی ہے۔
عصر کی نماز کے بعد،
جب سورج مٹیالی روشنی میں ڈھلنے لگتا،
تب ایک نورانی چہرہ،
اپنی عبا کو سمیٹتا،
بچوں کے ہجوم میں داخل ہو جاتا —
نہ کسی اعلان کے ساتھ،
نہ کسی ہجوم کی توقع لیے،
بس... دل کے کشش کے ساتھ!

یہ شعبہ دینیات تھا...
جہاں تین ہزار ننھے چراغ
قرآن کے ہجے کرتے تھے،
کبھی الجھتے، کبھی ہنستے، کبھی روتے...
اور وہ ولی اُن کے بیچ میں بیٹھا
جیسے کوئی باغبان اپنے پودوں کی سرگوشیاں سن رہا ہو۔
کوئی بچہ کپڑوں کو پکڑ کر کہتا: "حضرت! نیا جوڑا!"
تو حضرت کی آنکھیں جھک کر مسکرا دیتیں،
جیسے کہہ رہی ہوں: "مبارک ہو، میرے دل کے سلطان!"
کوئی کہتا: "آج لڑ پڑا تھا فلاں سے!"
حضرت قہقہہ لگا دیتے:
"چلو، اب صلح ہو گئی نا؟ جنتی بچوں کو لڑنا نہیں چاہیے!"
اور بچے پھر ہنس پڑتے۔
کیا یہ مدرسہ تھا؟
یا جنت کا منظر؟
جہاں بچے کھیل بھی رہے تھے،
اور کسی ولی کے قدموں سے برکت بھی لے رہے تھے!
یہ تربیت تھی... محبت میں گندھی ہوئی،
یہ نصیحت تھی... بغیر خطبے کے،
یہ کفالت تھی... بغیر احسان کے۔
حضرت وستانویؒ کے ہاتھ میں نہ چھڑی تھی، نہ فائل،
بس دل تھا — جو ہر بچے کے ساتھ دھڑکتا تھا۔

یہ تصویر ہم کیسے بھول سکتے ہیں؟
یہ سبق ہمیں کون سکھائے گا؟
کہ تعلیم، تربیت، محبت اور روحانیت
سب ایک ہی گود میں سما سکتے ہیں...
اگر دینے والا، ولی ہو —
اور لینے والے، معصوم چراغ۔

الطاف مدھوبنی

"غم کی گونج، ہر سمت حضرت وستانوی کی یاد"

جہاں کہیں دل دھڑکا، وہاں تعزیتی مجلس برپا۔
کہیں سسکیاں، کہیں آہیں، کہیں خاموشی کی زبان میں دعا۔
حضرت کی رحلت کوئی معمولی خبر نہ تھی،
یہ تو ایسا درد تھا جو کانوں سے نہیں، دلوں سے سنا گیا۔
نہ کوئی زبان خاموش رہی، نہ کوئی دل بے خبر۔
ہر گاؤں، ہر کوچہ، ہر بستی کی فضا ایک ہی صدا سے لبریز ہوئی:
یاد... دعا... اشک...
کہیں مسجدوں میں فرشِ غم بچھا،
کہیں مدرسوں میں نامِ حضرت لے کر آنکھیں برسات بنیں۔
کبھی ٹوٹی جھونپڑیوں میں، کبھی صحنِ خانقاہ میں،
کبھی کسی حجرے میں بیٹھے چند دل گرفتہ چہرے
"إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" پڑھتے رہے —

سسکیوں کی ترجمانی کرتی ہوئی زبانیں، اور لرزتے ہوئے دل۔
کیونکہ حضرت وستانوی، صرف درسگاہوں کے استاد نہ تھے،
وہ دلوں کے معلم تھے، اور امت کی روح میں اترنے والا نغمہ۔
یہ تعزیتی مجالس، صرف غم کا اظہار نہیں،
بلکہ فکرِ حضرت کی تکرار ہیں،
جن میں وہ اخلاص، وہ علم، وہ خشیت تازہ ہو رہی ہے
جو حضرت کی زندگی کا حاصل تھی۔
اے ربِ کریم!
ان سسکیوں کو صدا بنا دے،
ان آنکھوں کے نم کو حضرت کی بخشش کا وسیلہ بنا دے،
اور ہمیں ان کی فکر کا وارث بنا دے۔
آمین، یا رب العالمین۔

الطاف مدھوبنی

قربانی کا چراغ.. جس سے لاکھوں چولہے جلتے رہے

ابھرے جذبات ہیں لکھ لینے دو

کہتے ہیں۔ کچھ لوگ دنیا میں صرف جیتے نہیں، چراغ بن کر جلتے ہیں۔
ان کی زندگی محض سانسوں کی گنتی نہیں ہوتی —
وہ سراپا فیض، سراپا خدمت، اور سراپا دعا ہوتے ہیں۔
مولانا غلام محمد وستانوی رحمہ اللہ۔
ایسا ہی ایک روشن چراغ تھے،
جن کی قربانیوں کی حد نہ کوئی تاریخ سمجھ سکی۔

نہ الفاظ ادا کر سکے۔
وہ صرف ادارے نہیں بناتے تھے۔
وہ دلوں کو آباد کرتے تھے۔
وہ صرف مدرسے نہیں چلاتے تھے۔
بلکہ روٹیاں، عزتیں، سایے اور نسبتیں بانٹتے تھے۔
کہاں سے شروع کریں؟
اس واقعے سے...
جب ایک خادم کا ہاتھ مشین میں آ کر کٹ گیا،
لوگوں نے کہا:
اب بیکار ہو چکا، نکال دیں،
مگر حضرت نے فرمایا:
خدمت جسم سے نہیں، جذبے سے ہوتی ہے!
اور وہ خادم، زندگی بھر خدمت کا استعارہ بن گیا۔
یا اُس وقت کو یاد کریں...
جب ایک استاد کا انتقال ہوا،
تو حضرت نے بیوہ کو وظیفہ،
انکے بچوں کو نوکری،
اور ادارے کو پھر سے سہارا دیا ۔
کیونکہ ان کے لیے ادارہ، خاندان تھا،
اور خدمت، محض کام نہیں، عبادت۔
ایسے لوگ دنیا سے رخصت نہیں ہوتے...
وہ زمانے کی نبض میں اتر جاتے ہیں۔

مولانا کلیم صدیقی کا ایک جملہ آج بھی روح کو چھو جاتا ہے:
اللہ والوں سے صرف عقیدت نہ رکھو... تمہارا رزق بھی انہی کی نسبت سے جڑا ہوتا ہے!
یہ سن کر دل فوراً حضرت وستانویؒ کی طرف کھنچتا ہے...
کہ کیسے ان کی خاموشی بھی صدائیں تھی،
اور ان کی دعا بھی کسی یتیم کے ماتھے کا سکون۔
ان کے بنائے ہوئے ادارے —
وہ صرف اینٹ پتھر کا جوڑ نہیں تھے،
وہ تربیت کے باغ تھے...
جہاں استاد کو وقار، طالب علم کو ادب، خادم کو عزت،
اور ہر مہمان کو محبت دی جاتی تھی۔
آج وہ جسمانی طور پر ہمارے درمیان نہیں،
لیکن ان کا فیض...
ہزاروں گھروں میں چولہے کی آنچ بن کر زندہ ہے،
یتیموں کی آنکھوں میں وقار کی چمک ہے،
اور دینی تعلیم کے میدان میں استقامت کا ستون ہے۔

ہم نے ایک ولی کو رخصت ہوتے دیکھا ہے...
لیکن ان کے دیے ہوئے چراغ ابھی بجھے نہیں۔
یہ قربانی کا چراغ۔
جس سے لاکھوں چولہے جلتے رہے،
جس سے لاکھوں دل منور ہوئے،
اور جو اب بھی اپنی روشنی سے
ہمارے راستوں کو جگمگا رہا ہے۔

قلندر ہر چہ گوید، دید گوید
(قلندر وہی کہتا ہے، جو وہ دیکھتا ہے)
آج اگر کوئی پوچھے،
کہ "ولی کی پہچان کیا ہے؟"
تو بس اتنا کہہ دینا:
"جو زندگی میں روشنی دے... اور مر کے بھی اندھیرے نہ چھوڑے - وہ ولی ہوتا ہے۔"
ہم حضرت وستانویؒ کے شکر گزار بھی ہیں،
مقروض بھی...
اور اب اس نسبت کے امین بھی۔
آیئے، اس چراغ کو تھام لیں...
تاکہ ہم بھی کسی کے لیے روشنی بن سکیں

قرآن کا سپاہی، حرم کا راہی

دارالقرآن اور طلبۂ دارالقرآن سے وابستہ حضرت وستانویؒ کی یادگار لمحے

کبھی کسی نے قرآن سے ایسی شدت سے محبت کی ہے
کہ نیند کو قربان کر دیا ہو؟
کہ بیماری کو پیچھے چھوڑ دیا ہو؟
کہ ہزاروں مصروفیات کے باوجود قرآن کے طلبہ کی تلاوت کو اپنی زندگی کا حاصل جانا ہو؟
ہم نے ایک ایسے مردِ قلندر کو دیکھا —
جس کی صبح سورج کی روشنی سے نہیں،
بلکہ حفاظ کے آنسوؤں سے روشن ہوتی تھی۔

جو دن کا آغاز تلاوت کی آواز سے کرتا،
اور رات کا اختتام طلبہ کے سبق کی پختگی کی فکر میں کرتا۔
لیکن ان کی زندگی کا سب سے مقدس لمحہ
وہ ہوتا تھا جو فجر سے پہلے آتا۔
جب جامعہ کی فضا خاموش ہوتی،
اذان کی صدا ابھی دور ہوتی،
اور تین ہزار طلبہ تہجد کے بعد
خشوع سے سبق دہرا رہے ہوتے۔
یہ وہ لمحہ ہوتا جب وہ خادمِ قرآن،
اپنی مخصوص نرم رومال اوڑھے،
دارالقرآن کی ہر کلاس میں آہستہ قدموں سے داخل ہوتے۔
کبھی دروازے پر رک کر سنتے،
کبھی کسی بچے کے قریب جا کر قراءت کی تصحیح کرتے،
کبھی کسی استاذ کی پشت پر دستِ شفقت رکھتے،
اور اکثر، بس خاموشی سے دیکھتے ہوئے
اپنی آنکھوں سے دعا مانگتے۔
یہ محض جائزہ نہیں ہوتا تھا —
یہ ایک عاشقِ قرآن کی نگہبانی ہوتی تھی۔
وہ فرمایا کرتے:
"میرے پیارو! سبق پختہ کرو۔
جب سبق پکا، تو سبق پارہ پکا،
جب سبق پارہ پکا، تو دور پکا،

اور جب قرآن پکا،
تو حافظِ قرآن کبھی نظریں نہ چرائے گا، نہ بہانے بنائے گا۔"
اور ایک اور نصیحت تھی:
"قرآن کی حفاظت مکمل حفظ سے نہیں،
بلکہ نمازوں اور اوابین کی تلاوت سے بھی ہوتی ہے،
چاہے صرف پاو پارہ ہی کیوں نہ ہو۔
جب دل میں قرآن اترتا ہے،
تب وہ زبان سے نکلنے کے قابل ہوتا ہے۔"
جامعہ اکل کوا کا دارالقرآن —
یہ ان کی روح کا مسکن تھا۔
جہاں ہر طالب علم ان کے دل کی دھڑکن تھا۔
ان کا نعرہ ہوتا:
"کتاب اللہ سے وابستہ ہو جاؤ،
بیت اللہ خود تم سے جُڑ جائے گا۔"
اور دنیا نے دیکھا —
دیہات کے معصوم بچوں نے قرآن کے مسابقوں میں
ایسی شاندار کامیابیاں حاصل کیں
کہ ان کے اساتذہ اور والدین کو عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔
وہ خود سو سے زائد بار
حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے،
مگر ہر بار واپس آ کر
قرآن کے طلبہ کے لیے نئی فکر، نیا نظام، نیا جذبہ لے کر آئے۔

ان کا فرمان ہوتا:
"بچوں! رونے والے بنو،
اساتذہ کا ادب کرو،
اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"
ان کا مشن صرف حفظ نہیں — پختگی تھا۔
ان کی تعلیم صرف سبق نہیں — وابستگی تھی۔
ان کی دعوت صرف خطاب نہیں — خلوص کی صدا تھی۔
جب بھی حفاظِ کرام ان سے ملنے آتے،
وہ ایک عجیب والہانہ انداز میں ان کا استقبال کرتے،
اکرام کرتے، قرآن سنتے اور فرمایا کرتے:
"یہ قرآن کے حافظ ہیں،
ہمارے دلوں میں ان کی قدر ہونی چاہیے۔"
اور جب ایک حافظِ قرآن نے مکمل دَور کیا،
حضرتؒ نے اسے گلے لگایا اور روتے ہوئے فرمایا:
"یہ میرا ذخیرہ آخرت ہے۔"
ایک موقع پر مسجدِ نبوی میں کھڑے ہو کر
رب کے حضور عرض کیا:
"یا رسول اللہ، میں نے آپ کے بچوں کو آپ کی کتاب سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔"
آخری ایام میں، بیماری کی شدت کے باوجود،
ہاسپٹل میں پورے ادب سے قرآن سنا،
ایک حافظِ قرآن کی تلاوت پر آبدیدہ ہو کر کہا:
"جب تک یہ آوازیں گونجتی ہیں، میں زندہ ہوں۔"

یا اللہ!
ہمیں بھی وہی اخلاص، وہی محبت عطا فرما
جو حضرت وستانویؒ کے دل میں قرآن کے لیے تھی۔
ہمارے مدارس کو ان جیسی شخصیات کی روشنی عطا فرما۔
ان کے لگائے ہوئے علمی و روحانی باغ کو ہمیشہ ہرا بھرا رکھ۔
اے ربِ کریم!
جن قدموں نے قرآن کے راستے چُنے،
جن آنکھوں نے حفاظ کی راتوں کو اپنی دعاؤں سے سینچا،
جن ہونٹوں نے ہر صبح قرآن کی پختگی کی بات کی —
ان کے درجات بلند فرما،
ان کے خوابوں کو ہمارے ہاتھوں پورا کر،
اور ان کی تربیت یافتہ نسل کو دین کا سچا خادم بنا۔
یا رب العالمین!
انہیں جنت الفردوس میں،
قرآن کے نور، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ جگہ عطا فرما۔
آمین، ثم آمین۔

نظام وستانوی کے یادگار لمحے

فَقُولُوا لَهُمْ مَرْحَبًا، مَرْحَبًا، کی عملی تفسیر، حضرت وستانویؒ

کچھ الفاظ محض الفاظ نہیں ہوتے۔
وہ نبی کا تبسم ہوتے ہیں، وصیت کا سایہ ہوتے ہیں،
اور بعض اوقات وہ جملے نہیں، پوری حیات ہوتے ہیں۔

ایسا ہی ایک نورانی جملہ:

"فَقُولُوا لَهُمْ مَرْحَبًا، مَرْحَبًا، بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ"

(سنن ابن ماجہ،)

مکمل حدیث: عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ:

"سيأتيكم أقوام يطلبون العلم، فإذا رأيتموهم فقولوا لهم: مرحبًا مرحبًا،

بوصية رسول الله ﷺ، واقنوهم."

(سنن ابن ماجہ، باب تعظیم الحدیث وأہلہ، حدیث: 247)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"تمہارے پاس کچھ لوگ علم کی طلب میں آئیں گے، جب تم انہیں دیکھو تو ان سے کہو: مرحباً مرحباً، رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق — اور ان کی خدمت کرو۔"

حضرت وستانویؒ – حدیث کی مجسم تفسیر

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ نے اس حدیث کو صرف پڑھا نہیں،
بلکہ اسے روح کا چراغ بنایا،
دل پر نقش کیا،
اور پوری زندگی کو اس کا زندہ ترجمہ بنا دیا۔
وہ وستان کی چھوٹی سی بستی سے اٹھنے والا مردِ درویش،
جس نے جامعہ اسلامیہ اکل کواں جیسے علم کے قلعے کی بنیاد رکھی۔
جہاں ہر طالب علم ایک چراغ تھا روشنی پھیلانے والا۔
15 ہزار سے زائد طلبہ، درجنوں شعبے،
لیکن حضرتؒ کے دل میں ہر طالب علم ایک الگ کہانی رکھتا

حضرت وستانویؒ کے نزدیک "مرحبا" کا مطلب تھا:
یتیم کے کندھے پر ہمدردی کا ہاتھ
غریب کے چہرے پر عزت کی مسکراہٹ
سردی میں چادر، گرمی میں سایہ
بچوں کے کپڑے دھلوانے تک کا التزام
بیمار کے لیے دوا، ساتھ دل کی دعا
یہ "مرحبا" صرف زبان پر نہیں،
بلکہ خدمت، اخلاق، ایثار اور محبت کا زندہ نظام تھا۔
جب چھٹیاں آتیں، حضرتؒ بے چین ہو جاتے:
کہیں کوئی طالب علم گھر جانے سے محروم نہ رہ جائے۔
خود بکنگ کا آسان انتظام
راہ خرچ کے لیے نقد رقم
الوداعی لمحات میں رقت بھری دعائیں
اسٹیشن تک ساتھ جانا
اور واپس آکر خاموش آنکھوں کا نم ہونا
یہ سب کچھ محض انتظام نہیں تھا، سنتِ رسول ﷺ کی دھڑکن تھی۔
کورونا کا بحران ۔ محبت کی نئی صورت
جب دنیا بند ہو گئی، دروازے مقفل، راستے مسدود،
تو بھی حضرتؒ کا قافلہ نہ رکا۔
خصوصی ٹرینوں کا بندوبست کیا،
ہر طالب علم کو بخیرو عافیت گھر پہنچایا۔
جامعہ کی ٹیم ملک کے ہر ضلع، ہر گاؤں، ہر صوبے تک پہنچی۔
یہ فقط ایک تدبیر نہ تھی —

یہ وصیتِ نبوی ﷺ کی اطاعت تھی!
اکل کواں،
سورت،
بدناپور —
تین شہروں میں مفت اسپتال
جہاں صرف علاج نہیں ہوتا تھا، عزت ملتی تھی۔
اور سب سے بڑھ کر:
"اللہ شفاء دے، علم دے، عزت دے!"
فارغین صرف طالب علم نہیں، دل کی دھڑکن تھے
حضرتؒ اپنے فارغین کو بھولتے نہیں تھے۔
شادی کا مسئلہ ہو یا ملازمت کا
کسی کا کاروبار، کسی کا قرض
کسی کا ہجرت کا سفر، کسی کا علاج
حضرتؒ ہر ایک کا ساتھ دیتے، مشورہ دیتے، دعا دیتے۔
حضرت وستانویؒ نے "فَقُولوا لَهُمْ مَرْحَبًا"
کو صرف زبان سے نہیں، اپنی حیاتِ مبارکہ سے ادا کیا۔
وہ جہاں گئے، وہاں علم بسا۔
وہ جہاں رکے، وہاں محبت مہکی۔
وہ چلے گئے،
لیکن "مرحبا" کی خوشبو آج بھی باقی ہے۔
آج بھی...
ہر جامعہ کی فضا میں
ہر طالب علم کی آنکھ میں

ہر دعا کی صدا میں
حضرتؒ کی محبت گونجتی ہے۔
ادائیں انکی یاد رہینگی
باتیں انکی یاد رہینگی
آہ !وستانوی ؟

اللّٰھم اجعل قبرہُ روضةً من ریاض الجنة،

وارفع درجته،

وابعثهُ مع النبیین،

والصّدّیقین،

والشهداء،

والصالحین۔ آمین۔

مولانا الطاف مدھوبنی اشاعتی
مدرس: مدنی اسکول شریوردھن رائے گڑھ

مولانا غلام محمد وستانوی: علم و خدمت کا روشن چراغ

بقلم :- مولانا اسلم رحمانی

زمانہ بڑی بے نیازی سے اپنے برگ و بار سمیٹتا ہے، موسموں کے تغیر میں رنگ بدلتے ہیں، اور زمین اپنی گود میں وہ گوہر چھپا لیتی ہے جن کی چمک سے عہد جگمگاتے تھے۔
وہ جن کی پیشانیوں پر علم کی روشنی، دلوں میں اخلاص کی حرارت اور قدموں میں خدمتِ دین کی لگی لپٹی تھی، وہ خاموشی سے رخصت ہو جاتے ہیں۔لیکن زمانہ ان کے بعد بھی ان کے نام کاورد کرتا ہے، ان کی راہوں پر چلنے والوں کے قافلے بنتے ہیں۔ایسا ہی ایک چراغ، علم و عمل کا،اخلاص و ایثار کا، حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ کی صورت میں ہم سے رخصت ہو گیا۔ایسا چراغ جو نہ صرف ایک ادارے کی بنیاد تھا بلکہ ایک فکر، ایک تحریک اور ایک روشن روایت کا استعارہ بھی تھا۔
مولاناؒنے یکم جون 1950ء کو گجرات کے سرسبز گاؤں کوساڑی میں آنکھ کھولی،اور جلد ہی ان کے خاندان نے وستان کا رخ کیا۔ وہیں کی خاک سے وہ جُڑ گئے، وہیں کے مٹی سے نسبت اختیار کی، اور وہیں کی فضاؤں میں ان کا نام ہمیشہ کے لیے گونجنے لگا"وستانوی"۔
ان کی علمی اُڑان چھوٹےسے مدرسے سے شروع ہوئی، لیکن اس پرواز کا دائرہ وقت کے ساتھ اتنا وسیع ہوتا گیا کہ وہ پورے ملک کے تعلیمی افق پر چھا گئے۔ کوساڑی میں قرآنِ کریم کا حفظ،بروڈہ میں ابتدائی تعلیم، پھر دارالعلوم فلاح دارین میں آٹھ سالہ علمی تربیت، اور آخر کار مظاہر علوم سہارنپور میں بخاری شریف کا درس...یہ سفر کسی عام طالب علم

کا نہیں، ایک درویشِ علم کا سفر تھا، جو علم کو صرف جاننے کے لیے نہیں، جینے کے لیے پڑھتا تھا۔وہ صرف عالمِ نہیں تھے، وہ صاحبِ نسبت بزرگ بھی تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ کے دامنِ تربیت سے فیضیاب ہوئے، پھر حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ کے خلیفہ و مجاز بنے۔ اُن کے اندر علم کی گہرائی کے ساتھ سلوک کی نرمی، اور تقویٰ کی لطافت کے ساتھ حکمت کی پختگی تھی۔

مولاناؒ کی بصیرت کا سب سے بڑا مظہر 1979ء میں سامنے آیا، جب انہوں نے اکل کوا کی سر زمین پر "جامعہ اشاعت العلوم" کی بنیاد رکھی۔ یہ کوئی عام مدرسہ نہ تھا۔یہ ایک خاموش انقلاب کی تمہید تھی۔ چھ طلبہ،ایک استاد اور بےسروسامانی کے عالم میں جو چراغ روشن ہوا، وہ آج ایک علم کا مینار بن چکا ہے، جس کی روشنی میں نہ صرف دینی علوم کا اجالا ہے، بلکہ عصری تعلیم کی روشنی بھی ہے۔ اسلامی اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے عصری تقاضوں کاجواب دینا مولاناؒ کا وہ کارنامہ ہے جس پر کئی نسلیں ناز کریں گی۔

مولاناؒ کی شخصیت میں ایک ایسی جامعیت تھی جو بہت کم لوگوں میں دیکھی جاتی ہے۔
وہ استاد بھی تھے،منتظم بھی؛ فقیہ بھی تھے، مصلح بھی؛ صوفی بھی تھے، صاحبِ تدبیر بھی۔ انکے ہاتھوں سے ادارے بنتے رہے، ان کے دل سے دعائیں نکلتی رہیں، اور انکی آنکھوں سے امت کے درد کی نمی جھلکتی رہی۔ان کا نام مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی فہرست میں تھا، لیکن انکا دل عام انسانوں کے ساتھ دھڑکتا تھا۔وہ منصب پر فائز تھے مگر منصب کے غرور سے پاک، وہ قائد تھے مگرخادم کی سی عاجزی کےساتھ۔ ان کی موجودگی سراپا سکون تھی، ان کی خاموشی میں بھی فہم کی گونج سنائی دیتی تھی۔اور اب وہ جاچکے ہیں۔ اکل کوا کی فضاؤں میں ایک عجیب سا سناٹا ہے، جامعہ اشاعت العلوم کے صحن میں ہوا

رک سی گئی ہے، وہ درخت جن کے سائے تلے مولاناؒ نے طلبہ کی دعائیں سنی تھیں، آج خاموش کھڑے ہیں۔جیسے وہ بھی رو رہے ہوں۔

مولانا غلام محمد وستانویؒ نہ صرف دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں،بلکہ ایک ایسے تعلیمی ماڈل کو فروغ دیا جو **"قدیم نافع اور جدید صالح"** کی حقیقی ترجمانی کرتا ہے۔ آپ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا کے بانی ہیں، جو آج بھارت کا ایک ممتاز دینی و عصری تعلیمی ادارہ بن چکا ہے۔

تعلیمی بصیرت اور وژن: مولاناغلام وستانوی نے 1979ء میں جس ادارے کی بنیاد رکھی، وہ محض ایک مکتب تھا، جہاں ابتدائی طورپر صرف چھ طلبہ اور ایک معلم تھے،لیکن مولانا کی دوربین نگاہوں نے اس معمولی آغاز میں مستقبل کی ایک عظیم الشان جامعہ کا نقشہ دیکھ لیا تھا۔ آپ نےنہ صرف مکتب کو مدرسہ،مدرسے کو دارالعلوم، اور دارالعلوم کو ایک ہمہ گیر جامعہ میں بدلنے کا خواب دیکھا، بلکہ شبانہ روز محنت سے اس خواب کو حقیقت میں بھی بدل کر دکھایا۔آپ کا تعلیمی وژن خالص اسلامی اصولوں پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ بھی تھا۔

مولانا وستانوی کی سب سے نمایاں دینی خدمت یہ ہے کہ آپ نے دینی اور عصری علوم کوایک ساتھ لےکر چلنے کا عملی نمونہ پیش کیا۔آپ کا نظریہ یہ تھاکہ ایک مسلمان صرف مولوی یا صرف ڈاکٹر نہ بنے، بلکہ وہ ایسا عالم بنے جو جدید علوم سے بھی آشنا ہو، یا ایسا ماہرِ فن بنے جو دینی شعور سے بھی مالامال ہو۔ اسی نظریہ کے تحت جامعہ اشاعت العلوم میں درس نظامی کے ساتھ ساتھ انجینئرنگ، طب، فارمیسی، کمپیوٹر سائنس، اور دیگر عصری علوم کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔

ادارہ سازی اور تعلیمی انفرا اسٹرکچر: مولاناوستانوی کی دینی خدمات میں ادارہ سازی ایک عظیم کارنامہ ہے،آپ نے نہ صرف ایک جامعہ قائم کی،بلکہ اسے ایک ایسا ہمہ گیر تعلیمی نیٹ ورک میں بدل دیا،جس میں سینکڑوں اساتذہ، ہزاروں طلبہ اور متنوع تعلیمی و تربیتی شعبے شامل ہیں۔جامعہ کے تحت متعدد اسکول،کالجز، اسپتال، تکنیکی مراکز، کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ، اور ووکیشنل ٹریننگ سینٹرز قائم کیے گئے۔اس انفرااسٹرکچر کےذریعے آپ نےدین کو محض درسگاہوں تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسےسماج کی رگ رگ میں اتارنے کی کوشش کی۔

فلاحی و سماجی خدمات: مولانا وستانوی نے دین کی تعلیم کو محض عبادات اور معلومات تک محدود نہیں رکھا،بلکہ اسےسماجی تبدیلی اور فلاحی عمل سے جوڑ دیا۔ جامعہ کے تحت مختلف سماجی رفاہی کام کیے گئے، جن میں مفت طبّی کیمپ، تعلیمی اسکالرشپ، بیواؤں اور یتیموں کی امداد، قدرتی آفات میں ریلیف ورک،اور غریب طلبہ کے لیے خصوصی پروگرام شامل ہیں۔آپ کی دینی بصیرت نے یہ ثابت کیا کہ دین اسلام محض فرد کی اصلاح کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل سماجی نظام کی تشکیل کا داعی ہے۔

نئ نسل کی تربیت و رہنمائی: جامعہ اشاعت العلوم کاایک امتیازی پہلو یہ بھی ہےکہ یہاں کےطلبہ کو نہ صرف نصابی تعلیم دی جاتی ہے بلکہ تربیت،کردار سازی اوردینی حمیت کے جذبے سے بھی آراستہ کیا جاتاہے۔مولانا وستانوی کی رہنمائی میں جامعہ کےطلبہ نہ صرف حافظ، قاری، مفتی اور فاضل بنے، بلکہ دین سے وابستہ انجینئر، ڈاکٹر، وکیل اور معلم بھی پیدا ہوئے۔ یہ وہ خواب تھا جسے مولانا نے ایک ادارے کی صورت میں تعبیر عطا کی۔

علمی خدمات و تربیتی نصاب:مولانا غلام وستانوی نے طلبہ کی علمی سطح بلند کرنے کے لیے کئی طرح کے اقدامات کیے۔ جامعہ کے نصاب میں دینی و عصری کتب کے ساتھ ساتھ

اخلاقی و تربیتی مضامین کو بھی شامل کیا۔ درس نظامی کے ساتھ بی اے، ڈی ایڈ، ایل ایل بی جیسی ڈگریاں دلوانے کا انتظام کیا گیا۔ اس طرح دین و دنیا کا امتزاج ایک عملی شکل میں نظر آنے لگا۔مولانا غلام محمد وستانویؒ کی دینی خدمات کا دائرہ محض تعلیم تک محدود نہیں رہا، بلکہ آپ نے دین کو معاشرت، معیشت، صحت، تربیت، فلاح اور اصلاح کے ہر شعبے میں زندہ کیا۔ آپ کی خدمات کا سب سے بڑا ثبوت جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا ہے، جو آج بھی ان کے خوابوں، قربانیوں، اور فکر کا عملی نمونہ ہے۔ آپ 4/ مئی 2025ء کو ہمیشہ کے لئے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔لیکن جو چراغ عشق سے جلے ہوں، وہ فنا نہیں ہوتے؛ وہ چراغ قلوب میں منتقل ہو جاتے ہیں، اور نسل در نسل روشنی بانٹتے رہتے ہیں۔ مولانا غلام محمد وستانویؒ کا کام، ان کی فکر، ان کے ادارے، ان کے شاگرد، اور ان کی دعائیں۔یہ سب اس بات کی گواہی ہیں کہ وہ رخصت ہو کر بھی باقی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

اسلم رحمانی
شعبۂ اردو نتیشور کالج، مظفرپور،بہار
4/مئی 2025

علامہ وستانویؒ کی رحلت ایک سنہرے عہد کا خاتمہ

بقلم :- مولانا محمد ثوبان الحسنی فتح پور یو۔پی

موت سے کس کی رستگاری ہے
آج تمہاری تو کل ہماری باری ہے

آپ حضرات اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ گزشتہ دنوں ملک ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے لئے ایک عظیم سانحہ پیش آیا جس پر علماء قراء حفاظ کے علاوہ دیگر دینی حلقوں میں ایک غم کا ماتم سا چھاگیا ، ہم کو داغِ مفارقت دینے والی کوئی معمولی شخصیت نہیں بلکہ ایک ایسی عظیم الشان شخصیت جس نے ملک کے چپہ چپہ میں بسنے والے مسلمانوں کےدلوں میں قرآنی تعلیمات اورقرآن سے محبت کی ایک رمق پیدا کی اور جگہ جگہ پر مسابقات کا سلسلہ شروع کیا اور کروایا جس سے ہر چھوٹے بڑے کی دل میں قرآن کو عمدہ لب و لہجہ میں پڑھنے اور سیکھنے کا جذبہ پیدا ہوا اور آج انکی محنتوں ، کاوشوں اور دعاؤں کا نتیجہ ہمارےسامنے ہے ہر سال سیکڑوں ، ہزاروں کی تعداد میں حفاظ ، قراء اور علماء سرزمین ہندستان کوملتے ہیں اورحسب لیاقت اپنےاپنے علاقوں میں دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی پیاس بجھا رہے ہیں۔

حضرت وستانویؒ کی پیدائش ضلع سورت (گجرات) کے کوساڑی نامی ایک قصبہ میں یکم جون سن ۱۹۵۰ کو ہوئی کچھ عرصہ کےبعد حضرت کے خانوادے نے وستان نامی بستی کی جانب ہجرت کی جس بنا پر حضرت کے ساتھ وستانوی لگایا جاتاہےحضرت کی ابتدائی تعلیم

کوساڑی میں ہوئی اور وہیں پر آپ نے حفظ قرآن مکمل کیا، بعدہ آپ کے والد ماجد مرحوم نےحضرت کا داخلہ دار العلوم فلاح دارین ترکیسر (گجرات) میں کروایا اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ (ناظم مدرسہ) کے حوالے کر دیا جہاں حضرت نے از اول تا آخر (دورہ حدیث شریف) کی تکمیل کی اُسکے بعد حضرت ناظم صاحب کی خواہش پر حضرت وستانویؒ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے آئے اور وہاں پر دورہ حدیث شریف میں داخلہ لیا حضرت کے اساتذہ جن سے حضرت نے صحیح بُخاری پڑھی (محدث کبیر حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ) اُسکے بعد حضرت وستانویؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمدزکریا کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں ضلع سہارنپورمیں رہے اور شیخ سےخلافت کا شرف بھی حاصل ہوایہاں پر ایک واقعہ یاد آتاہے کہ جب حضرت وستانوی دار العلوم کنتھاریامیں تدریسی خدمات انجام دےرہے تھےتو اس وقت کچھ لوگ حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور جا رہے تھے اُسی موقع حضرت وستانوی اپنے شیخ کو کچھ ہدیہ بھیجنا چاہا لیکن حضرت معاشی طورپر اس قدرمضبوط نہ تھے کہ وہ کچھ قیمتی چیز بھیج سکیں تو انہوں نے اپنے استاذ مکرم کی بات کو یاد کیا کہ کبھی کوئی چیز کسی کو ہدیہ کرو تو وہ ایسی چیز دو جس کو وہ خود استعمال کرے اس بات پر عمل کرتے ہوئے اور کسی بزرگ شخصیت کے اس فعل کو دہراتے ہوئے حضرت وستانوی نے شکر خریدی اُسکے ساتھ ایک خط لکھ کر دےدیا جس میں پرانے واقعے اور اس پر عمل کی تفصیل لکھی ہوئی تھی جب یہ حضرات سہارنپور پہنچے اور حضرت شیخ سے ملاقات کے بعد حضرت وستانوی کا یہ ہدیہ

اور اور خط شیخ کی خدمت میں پیش کیا اُس وقت حضرت شیخ کے دیگر متعلقین و متوسلین بھی موجود تھے جب حضرت نے علامہ وستانوی کا یہ ہدیہ اور خط دیکھا تو بڑے خوش ہوئے اور علامہ وستانوی کے لئے تعریفی کلمات کہے اور پھر یہ خط سب کو سنایا۔

حضرت شیخ کی وفات کے بعد حضرت وستانویؒ نے عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی علیہ الرحمہ کی صحبت حاصل کی اور حضرت قاری صاحب سے بھی حضرت وستانویؒ کو خلافت کا شرف حاصل ہوا حضرت باندوی علیہ الرحمہ کی صحبت میں رہ کروہ ساری صفات حسنہ اپنے اندر پیوست کر لیں جس فکر کو لیکر حضرت باندوی علیہ الرحمہ نے کام شروع کیا اسی فکر و کڑھن کو علامہ وستانوی نے اپنے ساتھ باندھ لیا اور پوری زندگی اپنے مربی کے نقش قدم پر گزار دی۔ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ بروز محشر اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کیا لائے ہو تو حضرت فرماتے میں کہوں گا غلام محمد کو لایا ہوں ، بڑی محبت فرماتے حضرت سے اور ایک بار حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ ممبئی کے سفر پر تھے اُس وقت حضرت وستانوی بالکل نوجوان تھے وہ اپنے ساتھ حضرت قاری صاحب کو اکل کوا لیکر گئے وہاں ادارے کا دورہ کروایا اُسکے بعد جب حضرت قاری صاحب جب ممبئی واپس آئے تو ایک پروگرام میں عوام کو مخاطب کر کے حضرت کی محنتوں اور کاوشوں ذکر کیا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ دین کا کام کرنا ہوں تو ان سے سیکھو۔

حضرت وستانویؒ دار العلوم کنتھاریا میں جب تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے تو وقتاً فوقتاً اکل کوا جانا ہوتا وہاں کے حالات دیکھ کرحضرت کو بیحد قلق ہوتا اور فکر مند رہتے

اسی فکر کو اوڑھ کر سن ۱۹۷۹ میں حضرت نے محض ۲۹ سالہ عمر میں اکل کوا جیسی بنجر زمین پر صرف ٦ طلباء اور ایک استاذ پر مشتمل ایک مکتب قائم کیا ، شب و روز کی انتھک محنتوں ، کاوشوں اور اپنے اساتذہ کی دُعاؤں کے صدقے آج وہ عظیم ادارہ دینی و عصری تعلیم کے امتزاج اور شان و شوکت کے ساتھ بڑے ہی خوبصورت انداز میں ترقی کی جانب گامزن ہے وہ ٦ بچوں اور ایک استاذ پر مشتمل مذکورہ مکتب ایسی عظیم الشان یونیورسٹی کی شکل اختیار کر لے گا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا ، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرمادیا (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو) تو حضرت کبھی مایوس نہ ہوئے حالانکہ اُس وقت کوئی ایسے وسائل بھی نہیں تھے ، اساتذہ اور دیگر شخصیات کی دُعاؤں کے صدقے اللہ کے فضل و کرم سے کام ہوتا رہا اور یہ سب کچھ ایک واحد شخص نے کر دکھایا کہ جب اللہ کام لینے پر آتا ہے تو کیا چھوٹا اور کیا بڑا سب کو چمکا دیتا ہے حضرت وستانویؒ سے جب کہا جاتا کہ آرام کر لیا کریں تو حضرت فرماتے تھے کہ دنیا میں آنے کے بعد آرام "حرام" ہے (یہاں پر یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں لفظ حرام کا مطلب یہ نہیں کہ آرام کرنا " حرام" ہے بلکہ حضرت کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں آنے کے بعد آرام نہ کر کے نہیں بلکہ بیدار رہنے کی ضرورت ہے) دنیا سے جانے کے بعد آرام ہی آرام ہے حضرت کی ڈکشنری میں چھٹی کا لفظ تھا ہی نہیں کام - کام اور بس کام ، اللہ کا یہ بندہ صوبہ آندھرا پردیش کے ایک سفر پر تھا وقت کی بہت قلت تھی اور وہاں اُس وقت تقریباً ۱۷ مدارس قیام پزیر تھے تو حضرت کے میزبان نے کہا کہ حضرت سبھی نظما اور ذمہ دران کی خواہش ہے کہ آپ اُنکے ادارے میں جائیں

لیکن ہمیں آپکے وقت اور تکان کا بھی خیال رکھنا ہے تو حضرت نے فرمایا نہیں میں سبھی مدرسہ میں جاؤں گااور حضرت نے تقریباََ ۱۵ اداروں کا دورہ کیا جب تکان قابل برداشت نہ ہوا توحضرت نے بقیہ مدارس کے ذمہ دران سے رابطہ کیا کہ بھئی بہت تھک گیا ہوں اب آپ لوگ ملاقات کوآجائیں اگلے سفر میں آپکے ادارے میں حاضر ہونگا ان شاءاللہ اور وہ وعدہ حضرت نے اگلے سفر میں مکمل کیا۔

بندے کو حضرت سے ملاقات کا شرف کئی بار حاصل ہوا ، حضرت سے پہلی ملاقات سنہ ۲۰۱۰ میں شہر ممبئ میں ایک مسابقہ قرآن کریم میں ہوئی پھر بندے نے ملک ہندوستان کے عظیم دینی درس گاہ (جامعۃ العلوم گڑھا) ضلع سابر کانٹھا ہمت نگر میں سنہ ۲۰۱۲ میں داخلہ لیا اور وہاں سنہ ۲۰۱۴ میں حفظ قرآن کی تکمیل کی اور پھر وہاں سے وطن واپس آگیا سنہ ۲۰۱۳ میں ہی حضرت سے احمد آباد میں ایک مسجد میں ملاقات ہوئی بندہ بھی وہاں مسجد میں رک کر ٹرین کے وقت کا انتظار کر رہا تھا اتنی ہی دیر میں حضرت ظہر کی نماز کے لیے وہاں آئےاور نماز کے بعد حضرت کے ساتھ کافی دیر بیٹھنے کا موقع ملا حضرت کا مزاج بچوں کے ساتھ بچوں جیسا ہی تھا اُس وقت میری عمر بھی ۱۴ برس کی تھی بہرحال وہ حسین لمحات حضرت کےساتھ گزارنے کے بعد پھر ملاقات کی خواہش ہوئی تو اتفاق ایسا کہ شہر الہ آباد ایک پروگرام میں حضرت کی آمد کی خبر موصول ہوئی تو میں اپنے والد صاحب دامت برکاتھم کےہمراہ الہ آباد پروگرام میں شرکت اور ملاقات کی غرض سے پہنچ گیا وہاں پر حضرت سے ہماری تیسری ملاقات تھی پھر بندے نے اپنے تعلیمی سفر کو پورا کرنے کے لئے ایک کالج میں داخلہ لیا اور وہاں سے عصری تعلیم کا

آغاز کیا ، کچھ عرصے کے بعد بندے کو حفظ قرآن کی سند کی ضرورت پیش آئی تو سنہ ۲۰۱۹ میں بندہ پھر سرزمین گجرات کی جانب چل دیا وہاں مدرسہ سے سند حاصل کر کے سیر و ملاقات کی غرض سے ترکیسر ، ڈھابیل اور اکل کوا جانا ہوا جہاں پر حضرت سے ملاقات کی اُس وقت حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی دامت برکاتہم سے پہلی ملاقات ہوئی پھر گزشتہ سال ایک مسابقہ قرآن کریم کے موقع پر شہر اٹاوہ میں مولانا محمد حذیفہ صاحب سے ملاقات ہوئی ۔

سنہ ۲۰۱۹ کے بعد خواہش بہت رہی کہ اللہ تعالیٰ پھر سے ملاقات کروادے لیکن نہ ہو سکی کیا خبر تھی کہ یہ ہنستا مسکراتا اور حسین و جمیل چہرہ اب دیدار کو نہیں ملنے والا۔ حضرت وستانوی سے پہلی بار جب ۲۰۱۰ میں ملاقات ہوئی تو یہ کہیں سے ظاہر نہ ہونے دیا حضرت نے کہ میں پہلی بار ملاقات کر رہا ہوں وہ ہنستا مسکراتا چہرہ آج بھی دل و دماغ میں گردش کر رہا ہے اور جب بھی حضرت سے ملاقات ہوئی تو ایک الگ سی خوشی ایک نیا سبق ایک نئی نصیحت ایک عجیب سی انرجی معلوم ہوتی تھی یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اللہ کے اس بندے کو دیکھ کر دل و دماغ سے ساری تکان اور الجھن سب دور ہو گئی ہو ۔ میری دانست میں یہ وہ واحد شخصیت ہے جس نے مدارس مکاتب مساجد کے علاوہ کالجز اور یونیورسٹیز قائم کی۔

یہ وہی عظیم شخصیت ہے جس نے تقریباً ۷۰۰۰ مساجد بنوائیں ، کم و بیش ۱۳۰ مدارس قائم کیے جس کی نگرانی سرپرستی میں ۲۵۰۰ مکاتب ۱۷ میڈکل کالج ، انجینرنگ کالج فارمیسی اور لا تعداد ایجوکیشن اسکول کالجز قائم کیے ۔ قرآن سے بے پناہ عشق قرآن

پڑھنے پڑھانے والوں سے بے انتہا پیار و محبت اُنکا ادب و احترام کرتے چھوٹوں کے ساتھ بے انتہا مشفقانہ رویہ رہتا ۔

علم و ادب اخلاص و للہیت کا پہاڑ ، پیار و محبت کا پیکر جس میں دنیا کی محبت ذرہ برابر نہیں تھی ، غلام محمد وستانوی کوئی ایک شخص کا نہیں بلکہ ایک نظریہ ایک انجمن ایک تحریک ایک عظیم الشان مشن ، قاسم العلوم و الخیرات علامہ قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے ترجمان و فکر کا نام ہے۔

حضرت کے اندر سیکھنے اور سکھانے کی صفت بھی پائی جاتی تھی کوئ بھی نئ چیز دیکھتے تو اُس کو سیکھنے کی کوشش کرتے اور اپنے ادارے میں بھی اسکو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ، حضرت فرماتے تھے کہ کبھی اپنے محسن کے احسان کو فراموش نہ کرو اسی لیے ہم نے حضرت کی زبانی اُنکے اساتذہ کے واقعات انکی محنتوں اور محبتوں کا تذکرہ خوب سنا۔

حضرت نے سفر بیت اللہ بھی خوب کیے ہیں ماشاء اللہ ، تو کسی نے پوچھا حضرت ایسا کونسا عمل یا وظیفہ ہے آپکے پاس جس کی وجہ سے آپ حج و عمرہ پہ خوب جاتے ہیں تو اُس عاشقِ قرآن نے فرمایا میرے پاس کوئی خاص عمل تو نہیں ہے ہاں البتہ میں قرآن مجید سے بہت محبت کرتا ہوں اور جو قرآن سے محبت کرتا ہے وہ مقرب الی اللہ ہو جاتا ہے اور جس کو اللہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی خوب زیارت کرواتے ہیں ۔

حضرت رحمہ اللہ کی چند اہم نصیحتیں جو حضرت نے ہمارے سامنے کی....!

نمبر ۱ - قرآن مجید سے حُسن سلوک اور پابندی سے تلاوت
نمبر ۲ - اپنے محسن کا احسان مند رہنا
نمبر ۳ - اپنے استاذہ اور والدین حُسن سلوک اور انکی خوب قدر کرنا
نمبر ۴ - تا دم آخر ایمان کی سلامتی کی دعاء کرتے رہنا
نمبر ۵ - کبھی کسی قسم کی کوئ پریشانی یا آزمائش آئے تو فوراً لوگو کے درمیان ذکر نہ کر کے رجوع الی اللہ کرنا۔

جہاں مساجد کی تعمیر کے تعلق سے حضرت کو عالم گیر ثانی کہنا بیجا نہ ہوگا وہیں یہ پہلو بھی نظر سے مخفی نہ رہے کہ انہوں نے مدارس اور دیگر عصری تعلیم گاہوں کی جو پرشکوہ عمارتیں بنوائیں ہیں اور جس طرح ان میں ضرورتوں اور سہولتوں کا خیال رکھا اُس لحاظ سے ہم اُنکو علماء کی فہرست کا شاہ جہاں بھی کہہ سکتے ہیں ،

یوں تو لکھنے اور کہنے کو بہت کچھ ہے اور ہم جیسے نا اہل حضرت کی خوبیاں اُنکے کمالات اُنکے کارنامے اُنکی قربانیاں کیا لکھ سکیں گے، ہمارے پاس تو الفاظ بھی نہیں ہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ حضرت کی شخصیت ("لا مثل لہ ولا مثال لہ") کی حقیقی مصداق تھی تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کیوں کہ یہ وہ ہیں ("جو صدیوں میں ایک بار آتے ہیں")

فاضل جفا کشانِ محبت کی موت کیا ؟ جب تھک گئے———تو سو گئے آرام کیلئے

یوں تو خواب وغیرہ کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب ہوتا ہے لیکن بندے نے جو خواب دیکھا وہ میں قابل ذکر سمجھتا ہوں

جس دن حضرت کی وفات ہوئی اور تدفین ہونے کے بعد جب بستر پر آرام کے لئے گیا اور سو گیا تو خواب میں حضرت کا دیدار ہوا اور وہی منظر سامنے تھا جب ہماری ملاقات حضرت سے سنہ ۲۰۱۳ میں ہوئی تھی اور حضرت سے میں نے جب اجازت چاہی کہ حضرت ٹرین کا وقت ہو گیا تو وہ اخلاص و للہیت سے لبریز شخصیت اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور ہنستے مسکراتے ہوئے گلے لگا کر دعاؤں سے نوازا بالکل یہی منظر تھا کہ خواب میں جب حضرت کا دیدار ہوا تو حضرت نے مسکراتے ہوئے گلے لگا لگایا اور دعاء دی اور دعاء بھی بڑی اہم کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قرآنی تعلیمات سے تا دم آخر وابستہ رکھے اور ایمان پر خاتمہ ہو آپکا۔

بہر حال اللہ رب العزت و الجلال کا فرمان برحق ہے (کل نفس ذائقة الموت) ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے تو اب اللہ کے مرضی میں ہم کو راضی رہنا ہے اور یہی رب کی بھی رضا ہے کہ ہماری مرضی پر راضی رہو۔ اس عظیم الشان شخصیت کا یوں رخصت ہو جانا ("ایک سنہرے عہد کا خاتمہ ہے") جو اس دنیا میں آیا ہے اُسے ہر حال میں جانا ہے کیوں کہ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ دائمی زندگی یہ نہیں وہ ہے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی سے چلے

غموں کا پہاڑ بن کر 4 مئی 2025 کا وہ دن بھی آیا جس روز ہماری سماعتوں سے یہ اندوہناک خبر ٹکرائی کہ اس صدی کی یہ عظیم المرتبت شخصیت کئی بیماریوں سے لڑتے لڑتے ہار گئی اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس مرد مجاہد کا یوں داغِ مفارقت دے جانا ناقابل تلافی نقصان ہے۔
آپ تمام احباب سے بہت ہی عاجزانہ اپیل کرتے ہیں کہ جب بھی آپکے ہاتھ دعاء کے لئے اٹھیں تو اس عظیم ہستی کو ضرور یاد رکھیں جن کے ہم پر ہی نہیں بلکہ پورے ملک پر انگنت احسانات ہیں اس مرد مجاہد کی یہ نصیحت کہ (اپنے محسنین کے احسانات کو فراموش نہ کرو) ہمارا اپنا خیال تو یہی ہے کہ اس جانثار بندے کے ہم پر بڑے احسان ہیں اگر ہم انکے حق میں دعا بھی نہ کریں تو ہم سے بڑا احسان فراموش کوئی نہ ہوگا ویسے بھی ہم کم احسان فراموش نہیں ہیں کیوں کہ محسن انسانیت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کے احسانات بھی ہم بھلا بیٹھے ہیں۔دعا گو ہیں باری تعالیٰ حضرت کا اپنے شایانِ شان استقبال کرے اور اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اُنکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے ہم انکی صفات کو اگر اپنے ساتھ لازم کر لیں گے تو ہمیں اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ ہمیں جنت میں بھی حضرت کا ساتھ نصیب ہوگا ان شاءاللہ۔
اللہ تعالیٰ حضرت کے صاحزادگان ، تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اللہ تعالی حضرت کے اس مشن کو اسی شان و شوکت سے جاری و ساری رکھے اور حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب و حضرت مولانا محمد اویس صاحب کو ہمت و حوصلہ اور استقامت عطا فرمائے اللہ تعالیٰ اس ادارے کو اور اس سے متصل تمام اداروں کو نظر بد نیز تمام شرور و فتن سے محفوظ فرمائے دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے نوازے۔
رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی : جیسے آپ گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بقلم :- مولانا سید احمد ومیض ندوی نقشبندی

آہ! جس بات کا دھڑکا لگا تھا آخر وہ ہو کر رہا، کئی دنوں کی علالت کے بعد آخر حضرت مولانا غلام محمد وستانوی بھی سفرآخرت پر روانہ ہو گئے،دین کا یہ مخلص خادم دینی خدمات سے بھرپور زندگی گزار کر 75 سال کی عمر میں ٤/ مئی٢٠٢٥ کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملا، حضرت مولانا غلام محمد وستانوی کا انتقال ایک فرد کا انتقال نہیں بلکہ ایک تحریک تھی جو ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی، یہ سانحہ محض ایک شخصیت کا نہیں بلکہ ملت کے ایک ایسے مخلص قائد کا سانحہ ہے جس نےاپنی ساری زندگی قوم و ملت کے لیے کھپا دی تھی، مولانا کی وفات سے ہندوستان کی دینی و عصری تعلیم اور ملی خدمات کا ایک روشن باب اختتام کو پہنچ گیا، جب بھی مؤرخ ہندوستان کی معاصر تاریخ لکھنے کے لیے قلم اٹھائے گا وہ مولانا غلام محمد وستانوی اور انکے قائم کردہ دینی و عصری تعلیمی اداروں کا تذکرہ سنہری حروف سےلکھے گا، غلام محمد وستانوی ایک شخص نہیں بلکہ ایک انقلاب، ایک ولولہ، ایک تحریک اور ایک مشن کا نام ہے،جو تا قیام قیامت روشن رہے گا، مولانا وستانوی تو خالق کائنات کی جانب سےطے شدہ اپنی زندگی مکمل کر کے رخصت ہو گئے، لیکن انہوں نے امت میں دینی و عصری تعلیم کی جو روح پھونکی ہے وہ صبح قیامت تک نہ صرف قائم و دائم رہے گی بلکہ ملی میدانوں میں کام کرنے والوں کو ہر لمحہ تازگی بخشتی رہے گی، مولانا وستانوی کو اللہ تعالی نے اگرچہ بے شمار کمالات سےسرفراز فرمایا تھا لیکن اس تحریر

میں ان چند خصوصیات و امتیازات کا تذکرہ مقصود ہے جنہوں نے ان کو دیگر علماء سے ممتاز کر دیا تھا اور وہ
درج ذیل ہیں:

۱-دینی خدمات میں تنوع: اکثر و بیشتر علماء کرام اپنی خدمات کا ایک دائرہ کھینچ لیتے ہیں اور خود کو اسی دائرے تک محدود رکھتے ہیں،اور ان کا یہ عمل درست بھی ہے، کوئی کسی دینی ادارے میں تدریسی خدمت انجام دے رہا ہے تو وہ اسی دائرے تک محدود ہے، کسی نے عوامی سرگرمیوں کو اپنے لیے منتخب کیا ہے تو وہ عوام کے لیے وقف ہے، تدریسی خدمات اور خواص کی تربیت سے اسے کوئی سروکار نہیں، اسی طرح بعض علماء کسی خاص تنظیم یا دعوتی تحریک سے وابستہ ہو کر خود کو اس مخصوص تنظیم یا تحریک تک محدود کر لیتے ہیں، مگر مولانا غلام محمد وستانوی امتیاز یہ تھا کہ انہوں نے خود کو کسی ایک دائرے میں محدود نہیں کیا انکی دینی و ملی خدمات میں بڑا تنوع ہے ان کی خدمات کا کوئی ایک دائرہ مقرر نہیں ہے انہوں نے ملت کے لیے ضروری اور خدمت دین کا تقاضا سمجھے جانے والے ہر کام سے خود کو وابستہ رکھا، عملی میدان میں قدم رکھنے کے بعد ابتدائی سالوں میں خود کو درس و تدریس کے لیے وقف کر دیا اور گجرات کے جن مدارس میں انہیں تدریس کا موقع ملا طلبہ کی افراد سازی کا موقع سمجھ کر اس سے خوب کام لیا اور ایک کامیاب مدرس کے طور پر تدریسی خدمت کا حق ادا کردیا، ابتدا میں آپ نے سورت کے ایک گاؤں بوڈھان سے تدریس کاآغاز کیا، پھر 1973 میں دارالعلوم کنتھاریہ میں باقاعدہ تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، پھر ایک مرحلہ وہ آیاجب انہوں نے مہاراشٹر کے ایک ایسے علاقے کا دورہ کیا جہاں دینی بدحالی عروج پر تھی وہاں اشاعت العلوم جیسا ادارہ قائم

کر کے اسے خوب پروان چڑھایا اس کا آغاز ایک استاذ اور چھ طلبہ سے کیا، ابتدائی دور میں اپنے بڑے بھائی حافظ اسحاق صاحب مرحوم کو اہتمام کی ذمہ داری سونپی، اور خود کنتھاریہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، بالآخر 1980 میں آپ مستقل جامعہ اشاعت العلوم منتقل ہوگئے، اور خود کو مکمل طور پر اس کے لیے اس طرح وقف کر دیا کہ چھ طلبہ سے شروع ہونے والا ایک چھوٹا سامدرسہ اس وقت ایک عظیم اسلامی یونیورسٹی کی شکل اختیار کر چکا ہے، جس میں شعبہ دینیات حفظ عالمیت اور دور حدیث سے لے کر تخصصات تک کے شعبے قائم ہیں اورجہاں ہزاروں طلباء علم دین حاصل کررہے ہیں، اتنا ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی دین سے دوری اور ان کی نئ نسل کو علم دین سے آراستہ کرنے کے لیے وستانوی صاحب نےمہاراشٹر اور دیگر ریاستوں میں دینی مدارس اور مکاتب کی ایک پوری جال بچھا دی،اس وقت جامعہ اکل کواکے زیر اہتمام تین ہزارپانچ سومکاتب قرآنیہ چل رہے ہیں اور یہ ملک کے 16 صوبوں میں پھیلے ہوئے ہیں، اور جامعہ کی شاخوں کے طور پر کام کرنے والے اقامتی مدارس کی تعداد ایک سو سے زائد ہے جن میں ۸۰۰ سے زائد عملہ تدریسی خدمات پر مامورہے، جامعہ اشاعت العلوم اور اسکی شاخوں میں زیر تعلیم طلبہ و طالبات کی تعداد ہزاروں میں ہے، صرف جامعہ اشاعت العلوم کے شعبہ حفظ میں ایک سودرسگاہیں چلتی ہیں۔

۲- ملک میں دینی مدارس چلانے والے علماء کرام کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن ایسے علماء شاید انگلیوں پر شمار ہوں گے جنہوں نے دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم پر بھی توجہ مرکوز کی ہو،مولانا وستانوی واحد عالم دین ہیں جنہوں نے ایک مذہبی پس منظر رکھنے کے باوجود دینی مدارس کے ساتھ عصری اسکولز اور کالجز نہ صرف قائم کیا بلکہ کامیاب طریقے سے

ان کا نظام چلایا، چنانچہ انہوں نے میڈیکل کالج، ہومیو کالج، آیر ویدک کالج، لا کالج، فارمیسی کالج جیسے متعدد کالج قائم کئے، اس طرح 292 عصری تعلیمی مراکز (اسکول اور کالجز) قائم کرکے ۷۲۷۵۰ طلبہ و طالبات کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنے کا انتظام فرمایا، یہ مولانا وستانوی کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔مولانا کے میڈیکل کالج سے اب تک 5 س سے زائد طلباء نے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی اور 100 سے زائد نے ایم ڈی مکمل کی۔

۳-علماء کرام کی جماعت میں بہت کم ایسے علماء ہیں جنہوں نے رفاہی خدمات کو مقصود بنا کر انکے لیے مستقل کام کیا ہو، مولانا وستانوی نے رفاہی خدمات کو منصوبہ بند طریقے سے انجام دیا، بیوہ خواتین کے لیےوظائف کامعاملہ ہو یا دیہاتوں میں بورویل کی تنصیب، واٹر پروگرام کے تحت 6570 پروجیکٹس کے ذریعے ۱٦٤٢٥٠٠٠ افراد کو صاف پانی مہیا کرنے کا معاملہ ہو یا عصری تعلیم کے بچوں کے لیے وظائف کی اجرائی، یتیم بچوں کی کفالت ہو یا معمر افراد کے لیے پنشن اسکیم ،ماہ رمضان کے موقع پر اجتماعی افطار کا نظم ہو یا قربانی کےگوشت کی تقسیم،الغرض مولاناکی رفاہی خدمات کا دائرہ کافی پھیلا ہوا ہے۔

٤-**طب اور علاج و معالجے** کا میدان ہمیشہ سے توجہ طلب رہا ہے، دانشوران قوم میں ایسے افراد کی خاصی تعداد ہے جنہوں نے طبّی میدان میں قابل قدر خدمت انجام دی ہے، لیکن علماء کرام کی صف میں بہت کم ایسی شخصیات نظر آتی ہیں جنہوں نے طبّی لائن سے ملت اور انسانیت کی خدمت کی ہو، مولانا وستانوی نے اس حوالے سے بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، ہزاروں افراد کو صحت مند زندگی عطا کرنے کے لیے جہاں ہسپتالوں کا قیام عمل میں لایا وہیں ڈائلیسس سینٹر بھی قائم کیے، مولانا کے تحت

کام کرنے والے ہسپتالوں میں مریضوں کے لیے کم سے کم اخراجات میں مہنگا علاج فراہم کیاجاتاہے،ریاست مہاراشٹر کے مختلف علاقوں میں ۳۳ ہسپتال قائم ہیں جن میں ۱۱۴۹۳۸۰ افراد کو طبّی سہولیات فراہم کی گئی. مدرسے کی چٹائیوں پہ بیٹھ کر پڑھ کر نکلنے والے کسی مولوی کا طبّی میدان میں اتنی عظیم خدمات انجام دینا کسی کرامت سے کم نہیں۔

۵-مولانا وستانوی کی ایک اہم خصوصیت اور ان کا ایک عظیم کارنامہ تعمیری میدان سے تعلق رکھتا ہے،جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا قریب 80 ایکڑ اراضی پر پھیلا ہوا ہے روڈ کی ایک جانب دینی تعلیم کے طلبہ کے لیے ہمہ منزلہ عمارتوں کا طویل سلسلہ ہے، اور روڈ کے اس پار مختلف عصری تعلیمی اداروں کی عمارتیں قائم ہیں، عمارتوں کے اس طویل سلسلے کو دیکھ کر آدمی دنگ رہ جاتا ہے۔

٦-مولانا کی خدمات کاایک روشن باب تصوف وسلوک اور تزکیہ و احسان سے تعلق رکھتا ہے آپ نے اپنی روحانی اصلاح کے لئے حضرت قاری صدیق احمد باندوی علیہ الرحمہ سے اصلاحی تعلق جوڑا قاری صاحب نےآپ کو خلافت و اجازت سے نوازا،مولانا وستانوی نےعوام اور علماء کے درمیان ذکر و سلوک کا سلسلہ اہتمام کے ساتھ تا دم واپسی جاری و ساری رکھا۔

٦-اتنے سارے علمی و عملی کمالات کے باوجود آپ کے اندر حد درجے سادگی تھی، ہر شخص آسانی سےآپ تک رسائی حاصل کر سکتا تھا، طلباء کے درمیان گھل مل جاتے تھے آپ کا، لباس اور پوشاک انتہائی سادہ ہوا کرتا تھا، مولانا کو دیکھ کر کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا کہ یہ ایک عظیم انسان ہے ہر کسی کے ساتھ تواضع بے تکلفی اور خندہ پیشانیسے پیش آتے تھے، جو ایک مرتبہ آپ سے شرف ملاقات حاصل کرتا اپ کا گرویدہ ہو جاتا۔۔

ایک عہد ساز تعلیمی و فکری مجاہد کی رحلت

بقلم :- مولانا محمد احسان تحسین قاسمی

فضا پر سکوت چھا گیا ہے، گویا کائنات بھی غم کی چادر اوڑھ کر سوگوار ہو گئی ہے،ہواؤں میں سناٹا ہے، لفظوں میں لرزش ہے، دل و دماغ سوگ کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔
یہ دن فقط ایک سانحہ نہیں، بلکہ ایک عہد کے ختم ہونے کا اعلان ہے، دل کی زمین سوگوار ہے، آنکھوں کے دریچے اشک بار، اور زبان پر بے اختیار دعائیں رواں ہیں۔
ہر سمت ایک خاموش ماتم جاری ہے، جیسے وقت بھی رک گیا ہو اور لمحے بھی سجدۂ غم میں ڈھل گئے ہوں،
زندگی کےافق پر ایک روشن ستارہ غروب ہوگیا،جس کی روشنی مدتوں دلوں کو منور کرتی رہے گی۔ایک ایسی عظیم ہستی ہم سے رخصت ہو گئی،جو علم، حلم، اخلاص، قیادت، فکری جرأت، قومی درد اوردینی تڑپ کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ یہ محض ایک فردکا فراق نہیں بلکہ ایک عہد، ایک فکر، ایک نظام اور ایک اخلاص سے لبریز دور کا اختتام ہے۔ ان کی جدائی نے امتِ مسلمہ کے دل کو چیر کر رکھ دیا ہے۔ ان کی زندگی جدوجہد، ایثار اور بے مثال خدمات کا روشن استعارہ تھی۔
حضرت مولانا وستانویؒ ایک عرصے سے علالت کاسامنا کر رہے تھے۔ مختلف اسپتالوں میں ان کاعلاج جاری رہا، مگر تقدیرِ الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ بیماری کی شدت نے اگرچہ ان کے جسدِ خاکی کو کمزور کر دیا تھا، مگر ان کی روحانی توانائی، اخلاص کی حرارت، اور

فکر کی جوت بدستور روشن رہی۔ انہوں نے بیماری کو بھی صبر، رضا اور توقیر کے ساتھ جھیلا، اور اپنے رب کی طرف اس شان کے ساتھ لوٹے جیسے کوئی ولی اپنے محبوب سے ملنے جاتا ہے۔

حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ کی حیاتِ طیبہ دین و دنیا کے حسین امتزاج، علم و عمل کے سنگم اور اخلاص و فداکاری کی درخشاں داستان تھی۔ ان کی علمی و روحانی خدمات، قرآن و سنت کی ترویج، اور مدارس و مساجد کی تعمیر و ترقی، ہمیشہ تاریخ کے سنہری اوراق پر عقیدت و احترام کے ساتھ رقم کی جائیں گی۔ ان کا وصال علمی، دینی اور روحانی دنیا کے لیے ایک ایسا غم ہے جس کی تپش مدتوں محسوس کی جاتی رہے گی۔

برصغیر کی علمی فضا آج ایک ایسی معتبر آواز سے محروم ہو گئی ہے جو دلوں کو گرما دیتی تھی۔

مولانا وستانویؒ نہ صرف ایک جید عالمِ دین تھے بلکہ صاحبِ بصیرت مربی، خوش فکر مصلح اور علومِ دینیہ کے سچے ترجمان بھی تھے۔ ان کی زندگی تقویٰ، طہارت، علم، اخلاص اور خدمتِ خلق کا مجسم نمونہ تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات مدارس کی آبیاری، مساجد کی رونق افروزی اور نوجوان نسل کی دینی و اخلاقی تربیت میں صرف کیے۔ ان کی مجالس علم و نور کا سرچشمہ اور ان کی گفتگو دلوں میں نقش چھوڑ جانے والی ہوا کرتی تھی۔ وہ ان گنے چنے افراد میں شامل تھے جن کی موجودگی محفل کو نکھار دیتی، اور جن کی دعاؤں سے دلوں کو قرار نصیب ہوتا۔

مولانا وستانویؒ ایک ایسا روشن چراغ تھے، جو خود بھی منور رہا اور دوسروں کو بھی اپنے نور سے فیض پہنچاتا رہا۔ ان کی شخصیت میں انکساری، متانت اور اخلاص کی جو خوشبو

تھی، وہ آج کے پرآشوب دور میں نایاب ہے۔ اہلِ علم، طلبہ اور عوام الناس یکساں طور پر ان کے علم، حلم اور رہنمائی سے مستفید ہوتے رہے۔

ان کا رقیق القلب مزاج ایک بحرِ کرم تھا، جس سے سبھی یکساں فیض پاتے۔ یتیم، بیوائیں، مساکین، طلبہ و علماء — سبھی ان کی سخاوت کے دائرے میں شامل تھے۔ ان کا دستِ عطا کسی سوالی کو خالی نہ لوٹاتا، اور ان کی مجلس شفقت، محبت اور امید کا سرچشمہ ہوا کرتی تھی۔ ان کی رفاہی خدمات ایک خاموش انقلاب تھیں، جو نہ شہرت کی طلبگار تھیں، نہ اسٹیج کی روشنیوں کی محتاج، مگر ان کے اثرات نسلوں تک دلوں کو روشن کرتے رہیں گے۔

آزاد ہندوستان کی تعلیمی و رفاہی تاریخ اگر کسی ایک فرد کی تجدیدی کاوشوں کی گواہ بنے، تو حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ کا نام صفِ اول میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔ وہ سرسید احمد خاںؒ کے مشنِ تعلیم کے علمِ بردار، اور قاسم نانوتویؒ کے افکار و بصیرت کے امین تھے۔ وہ ان افکار کی زندہ تعبیر تھے جو دینی و عصری، روحانی و مادی علوم کے حسین امتزاج کو لازم و ملزوم سمجھتے ہیں۔

مولانا وستانویؒ ایک ہمہ گیر، کرشماتی اور بصیرت افروز شخصیت کے حامل تھے۔ ان کے نظریات اور تعلیمی منصوبے کسی ایک ادارے یا علاقے تک محدود نہ تھے، بلکہ وہ ایک پوری نسل کے ذہنوں کو جِلا بخشنے والے مشعل بردار تھے۔ وہ ان علماء کی زنجیر کی ایک سنہری کڑی تھے، جنہوں نے تعلیم کو عبادت جانا، اور امت کی فلاح کو اپنی زندگی کا مشن بنایا۔

آپؒ کے ہاتھوں تعمیر ہونے والے ادارے — مدارس، مساجد، اسکول، کالجز اور پروفیشنل

مراکز — محض اینٹ و گارے کی عمارتیں نہیں، بلکہ فکری، دینی اور معاشرتی بیداری کی علامتیں ہیں۔ آپؒ نے ایک ایسا تعلیمی ماڈل پیش کیا، جس میں قرآن و سنت کی روشنی میں جدید علوم کی تدریس اور طلبہ کی ہمہ جہتی تربیت نمایاں تھی۔

آپؒ 1950ء کو گجرات کے ضلع سورت کے ایک چھوٹے سے گاؤں "کوساڑی" میں پیدا ہوئے، اور بعد ازاں "وستان" کی طرف نسبت سے "وستانوی" کہلائے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ قوت الاسلام کوساڑی سے حاصل کی، قرآن مجید حفظ کیا، اور پھر مدرسہ شمس العلوم بروڈہ، دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، اور مظاہر علوم سہارنپور میں علمی منازل طے کیں۔ صحیح بخاری انہوں نے حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ سے پڑھی۔

دینی تعلیم کے ساتھ عصری میدان میں بھی قدم رکھا، اور MBA کی ڈگری حاصل کی۔ روحانی تعلقات حضرت محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت سید صدیق احمد باندویؒ، اور حضرت یونس جونپوریؒ سے استوار ہوئے۔

1979ء میں انہوں نے "جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا" کی بنیاد رکھی، جو ابتدا میں ایک مکتب تھا۔ وقت کے ساتھ یہ ادارہ ایک مثالی جامعہ بن کر ابھرا۔ یہاں نہ صرف دینی تعلیم بلکہ انجینئرنگ، فارمیسی، D.Ed، B.Ed، IT اور متعدد عصری کورسز فراہم کیے جاتے ہیں۔ یہ بھارت کا واحد اقلیتی میڈیکل کالج بھی چلاتا ہے، جو MCI سے تسلیم شدہ ہے۔------------------------------یہ ادارہ صرف ایک درسگاہ نہیں، بلکہ ایک تحریک اور زندہ نظریہ ہے — جہاں علم کے ساتھ حلم، عقل کے ساتھ اخلاق، اور تعلیم کے ساتھ تربیت کی آمیزش کی جاتی ہے۔ مولاناؒ نے ملک بھر میں درجنوں ادارے قائم کیے اور ان کے انتظام و انصرام میں بھرپور کردار ادا کیا۔

ان کی زندگی سادگی، انکساری اور اخلاص کا مرقع تھی۔ انہوں نے شہرت، مقام و مرتبہ یا دنیاوی عزت کے لیے کبھی کوئی قدم نہ اٹھایا۔ غربت، یتیمی، بیوگی اور محرومی ان کے نزدیک محض اصطلاحات نہیں، بلکہ انسانیت کی آزمائشیں تھیں، جن کا جواب عملی خدمت سے دیا جانا چاہیے۔

جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے زیرِ سایہ ایک منظم رفاہی نظام بھی قائم کیا، جہاں یتیم بچوں کی کفالت، بیواؤں کی اعانت، نادار مریضوں کا علاج، اور محتاجوں کی باوقار مدد کا سلسلہ مؤثر انداز میں جاری ہے۔ ان اداروں کی فضا سے علم، کردار اور خدمت کی مہک آتی ہے۔

ان کا ایک عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ اپنی وفات سے قبل جامعہ اشاعت العلوم کی قیادت کے لیے اپنے ہونہار فرزند، حضرت مولانا حذیفہ وستانوی دامت برکاتہم کو جانشین مقرر فرمایا، جو ان کے فکر و مزاج کے سچے امین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، اور انہیں اس امانت کی حق دارانہ ادائیگی کی توفیق دے۔

آج مولانا غلام محمد وستانویؒ ہمارے درمیان جسمانی طور پر موجود نہیں، مگر ان کا مشن، ان کی دعائیں، ان کا علمی ورثہ اور ان کی روشن مثالیں آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ رہیں گی۔ وہ چلے گئے، مگر ان کی فکر، ان کا عزم، اور ان کا کردار دلوں میں زندہ رہے گا۔

مولانا کی رحلت سے ملک و ملت ایک مخلص راہنما، دوراندیش مفکر، اور بے مثال منتظم سے محروم ہو گئی ہے۔ ان کی علمی، روحانی اور انتظامی خدمات آنے والی نسلوں کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ اور سرچشمۂ ہدایت بنی رہیں گی، ان شاء اللہ۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ حضرت کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ نیز، ان کے اہلِ خانہ، متعلقین، شاگردانِ وفا شعار اور تمام محبانِ علم و دین کو صبرِ جمیل اور حوصلۂ عظیم عطا فرمائے۔

اللّٰھم اغفر لہ، وارحمہ، وعافہ، واعف عنہ، ووسّع مدخلہ، واغسلہ بالماءِ والثلج والبرَد، ونقِّہ من الخطایا کما ینقّی الثوبُ الأبیضُ من الدنَس۔ آمین یا رب العالمین۔

اندوہگین
محمد احسان تحسین قاسمی
مدنی مدرسہ انبہٹہ پیر ضلع سہارنپور

زمانہ ڈھونڈے گا

بقلم :- ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

محسن قوم وملت خادم القرآن والمساجد مولانا غلام محمد وستانوی صاحب نے بالآخر ۴،مئی ۲۰۲۵ءبروز اتوار بعد نماز ظہر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ان کی علالت سے متعلق تواتر سے سوشل میڈیا کے ذریعہ خبریں موصول ہورہی تھیں اور صحت یابی کے لئے دعا کی اپیل کی جارہی تھی مگر وقت موعود آچکا تھا اس لئے ساری تدبیریں ناکام رہیں اور آپ اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔اپنے فیس بک پیج پر راقم الحروف نے بھی ۳۰،اپریل کو صحت یابی کے لئے دعا کی اپیل کی تھی اور یہ لکھاتھاکہ 'مولانا غلام محمد وستاونوی صاحب گزشتہ ایک عرصے سے کافی علیل ہیں ،دنیا بھر میں ان کی صحتیابی کے لیے دعائیں ہو رہیں ہیں تاہم مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ۔حالت روز افزوں بگڑتی جارہی ہے ۔ڈاکٹروں کی ٹیم جب مایوس ہوجایے تو سمجھ لیں کہ مرضی مولیٰ کے آگے سب بے بس اور عاجز ہیں ۔یہ بھی لکھا تھاکہ مولانا وستانوی ایک عالم نہیں ایک تحریک اور انجمن کا نام تھے۔۔انہون نے جب تک صحت نے ساتھ دیا زندہ دلی کی ساتھ قوم کے بچوں کے روشن مستقبل کی فکر کی۔میں نے ان کے ساتھ طویل سفر کیا ہے ،اپنی تحریک و مہمات کے تئیں بہت مخلص جذبہ رکھتے تھے آخری دم تک جدو جہد کرتے اس لئے انہیں تعلیمی وتعمیری شعبے میں وہ کامیاب ملی جو ہندوستان کے کسی عالم کے حصے میں نہیں ۔رب کریم ان کو تادیر سلامت رکھے آمین ۔

آج ۴،مئی ۲۰۲۵ء کو جب ان کے انتقال کی خبر ملی تو مجھ جیسے ہزاروں لوگ صدمے سے نڈھال ہوگئے۔اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی اور قوم ملت کے لئے ان کا دل ہمیشہ دھڑکتارہا،اس لئے تعلیمی میدان میں ا ن کے تابناک مستقبل کے لئے مختلف جتن کیے۔دینی اور جدید علوم کے شعبے میں انہوں نے ایک انقلاب برپاکردیا۔یہی وجہ ہے کہ آج ان کے سانحہ ارتحال پر پوری ملت اسلامیہ سوگوار ہے۔اکل کوا مہاراشٹر میں جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کے علاوہ انہوں نے تعلیمی اداروں کا جال بچھا دیا۔اکل کواجو بنیادی سہولتوں سے کوسوں دور تھا مولانا مرحوم کے تعلیمی انقلابی اقدام کی جہ سے ہندوستان ہی دنیا بھر یں آج مقبول و مشہور ہے۔ مولانا وستانوی نے قوم ملت کی فلاح و بہبود کے لیے پوری زندگی کو وقف کردی تھی۔ ان کی تعلیمی جدوجہد اور خدمات کا دائرہ کئی دہائیوں پر محیط ہے اور ان کی خدمات کو بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مولاناغلام محمدوستانوی یکم جون۱۹۵۰ء کو کوساڑی، ضلع سورت، گجرات میں پیدا ہوئے مگر ۱۹۵۲ء میں انکا خاندان وستان منتقل ہوا، جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہ وستانوی لکھتے تھے۔آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ قوت الاسلام کوساڑی میں حاصل کی،اسکے بعد مدرسہ شمس العلوم بروڈا اور پھر مزید تعلیم کے لیے 1964ء میں دار العلوم فلاح دارین، ترکیسر گجرات میں داخلہ لیا، جہاں انھوں نے آٹھ سال تک تعلیم حاصل کی۔

۱۹۷۲ءکے اواخرمیں مولانا وستانوی نے مظاہر علوم سہارنپورمیں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث شریف پڑھ کر 1973ء میں وہاں سے فراغت حاصل کی۔ انھوں نے بخاری شریف کا درس شیخ محمد یونس جونپوریؒ سے لیا۔ علاوہ ازیں انھوں نے ایم بی اے کی ڈگری بھی

حاصل کی تھی۔1970ء میں دار العلوم فلاح دارین کے زمانۂ طالب علمی کے دوران ہی انھوں نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور 1982ء میں شیخ کی وفات تک ان سے استفادہ کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد مولانا صدیق احمد باندویؒ سے رجوع کیا اور ان کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ مولانا غلام محمد وستانوی کے سانحہ ارتحال سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اسے پر کرنا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

نہ ہم ہوں گے نہ تم ہو گے نہ دل ہوگا مگر پھر بھی
ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے

آہ حضرت وستانویؒ ——— بقلم :- مولانا شاہنواز چودھری

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمۃ اللہ علیہ نہیں رہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

صوبہ گجرات کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے اٹھنے والی یہ عظیم ہستی، حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمۃ اللہ علیہ،آج ہم میں نہیں رہےلیکن ان کی علمی، دینی، سماجی، اور رفاعی خدمات کا چراغ پورے ملک میں روشن ہے۔مولانا مرحوم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا (مہاراشٹر)کے رئیس تھے۔ انہوں نے نہ صرف تعلیم کےمیدان میں انقلاب برپا کیا بلکہ مسلمانوں کی پسماندگی کو دور کرنے کے لیےبے شمار عملی اقدامات کیے۔ انکے قائم کردہ تعلیمی ادارے،اسکولز، کالجز،اورمیڈیکل انسٹیٹیوشنز آج بھی ملک بھرکےہزاروں غریب بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں،بالخصوص ریاست جموں و کشمیر کے لیے ان کی خدمات قابلِ قدر اور قابلِ فخر ہیں۔ ہمارے یہاں کےدرجنوں بچےانکی ایم بی بی ایس کالج اوردیگر اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، جن کی فیس یا تو کم کی گئی یا مکمل معاف۔ یہ حضرت کی انسان دوستی اور دردِ دل کی واضح مثال ہے۔میں ان کے انتقال پر دعائے مغفرت پیش کرتا ہوں اور ملک بھر میں ان سے محبت رکھنے والے لاکھوں افراد سے تعزیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، انکے صاحبزادے حضرت مولانا حذیفہ وستانوی دامت برکاتہم کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے، اور یہ رفاعی و تعلیمی سفر جاری و ساری رہے۔

"اللہ ہمیں بھی دین، انسانیت اور تعلیم کی خدمت کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین!"

مولانا وستانوی کا انتقال علمی دنیا کا ناقابل تلافی نقصان ہے

بقلم :- مفتی ابو حذیفہ فہیم الدین رحمانی

تعارف : حضرت مولانا غلام محمد وستانوی ایک ہندوستانی معروف و مشہور عالم دین اور ماہر تعلیم تھے،جو روایتی اسلامی تعلیم میں عصری مضامین کو شامل کرنے کی کوششوں کے لیے معروف تھے،وہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کے بانی و متہم تھے. ان کا یہ ادارہ ہندوستان کے اقلیتی طبقے کے زیر انتظام پہلے میڈیکل کالج کی میزبانی کرتا ہے، جو میڈیکل کونسل آف انڈیا (ایم، سی، آئی) سے منظور شدہ ہے _

تاریخ ولادت : حضرت مولاناغلام محمدوستانوی 1'جون 1950ء کو کوساڑی ضلع سورت گجرات میں پیدا ہوئے؛ آپ کے والد گرامی کا نام محمد اسماعیل ہے

وستانوی لکھنے کی وجہ : 1952ء یا 1953ء میں آپکا خاندان وستان منتقل ہوگیا ، جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ وستانوی لکھے جاتے ہیں _

آپ کی تعلیم و تربیت : حضرت مولاناغلام محمد وستانوی صاحب اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ قوت الاسلام گاؤں کوساڑی ہی میں حاصل کی جہاں انھوں نےقرآن کریم حفظ کیا اس کےبعد وہ اپنے نانی ہال " ہتھورن" سورت گجرات اور مدرسہ شمس العلوم بڑودہ میں ابتدائی کتابیں مختلف اساتذۂ کرام سے پڑھیں؛ پھر اس کے بعد مزید تعلیم کلئے 1964ء میں گجرات کے مشہور و معروف مدرسہ فلاح دارین ترکیسر میں داخل ہوئے اور مسلسل

آٹھ سال تک رہ کر 1972ء کے شروع میں سند فراغت حاصل کی؛ مدرسہ فلاح دارین ترکیسر میں ان کے اساتذۂ کرام میں حضرت مولانا احمد بیمات صاحب، حضرت مولانا مفتی عبداللہ کاپودروی صاحب، حضرت مولانا شیر علی افغانی صاحب، اور حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب رحمہم اللہ جیسے نامور علماء شامل ہیں _

مولانا وستانوی مدرسہ فلاح دارین سے فراغت کے بعد مزید علمی پیاس بجھانے کے لئے 1972ء کے آخر میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گئے اور وہاں امیرالمومنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری رحمہ اللہ سے بخاری شریف اور دیگر اساتذہ کرام سے دورہء حدیث کی کتابیں پڑھ کر 1973ء میں دوبارہ سند فراغت کے ساتھ ہی انھوں نے ایم، بی، اے کی ڈگری بھی حاصل کی-

تدریسی خدمات: حضرت مولاناغلام محمد وستانوی فراغت کے بعد گجرات کے قصبہ " بوڈھان " (سورت ضلع کے ایک گاؤں) میں انھوں نے صرف دس دن پڑھایا پھر اسکے بعد 1973ء اواخر میں دارالعلوم کنتھاریہ ضلع بھروچ تشریف لے گئے اور وہاں ابتدائی فارسی سے لے کر متوسطات تک کی مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں -

کنتھاریہ کےزمانہ قیام ہی میں1980ء میں جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کی بنیاد ڈالی،جس کی ابتداء " مکرانی پھلی محلہ" سے کی گئی؛ جب کہ ابتدائی دور میں ان کا قیام کنتھاریہ ہی میں رہا اور اس دوران مولانا یعقوب خان پوری (ناظم مکاتب و تعمیرات) اور آپ کے برادر محترم حافظ محمد اسحاق نظامت سنبھال رہے تھے، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ یہاں رہتے ہوئے مکمل نظم وضبط دشوارہوگا تو پھر استعفیٰ دے کر مستقل اکل کوا تشریف لے آئے - جب سے اب تک رئیس الجامعہ کے عہدہ پر فائز رہے _

اشاعت العلوم کی بنیاد کا پس منظر: جامعہ اکل کوا کی بنیاد کا پس منظر کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں کہ " جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم" کے قیام سے پہلے میرا ایک دعوتی تبلیغی سفر یہاں کا (اکل کوا) اپنے دوستوں کی دعوت پر ہوا تھا اس وقت جب میں یہاں آیا تو مکرانی پھلی میں مہمان ٹھہرا تو دیکھا کہ مسجد بھی غیر آباد ہے اور قرب و جوار میں مکاتب بھی سسک رہے تھے؛ بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے، عوام خاص طور پر مسلمانوں کی اقتصادی حالت بھی قابل رحم تھی، میں دو رات یہاں رہا جمعہ کی نماز اکل کوا کی جامع مسجد میں پڑھی جو بہت چھوٹی سی تھی، وہاں نماز جمعہ سے پہلے میرا بیان ہوا، اس دوران میرے دل میں اللہ کی جانب سے ایک مضبوط خیال آیا کہ میں یہاں بیٹھ جاؤں - اس کے بعد میں گجرات واپس آیا اور اپنے تمام اکابرین کو خط لکھا کہ میں نے ایسی ایسی جگہ دیکھی ہے، آپ حضرات کا کیا خیال ہے، تو سبھی کا یہی جواب آیا کہ تم وہاں بیٹھ جاؤ ؛ چناں چہ جب بزرگوں کا حکم ہوا تو میں یہاں آنا جانا کرنے لگا -

جب زیادہ آنا جانا ہوا تو سب سے پہلے میرے یعقوب دادا نے کہا کہ میں تین ایکڑ زمین دیتا ہوں -

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کا قیام؛ چناں چہ 1980ء میں حضرت وستانوی نے "جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم" اکل کوا کی بنیاد رکھی، ابتداء میں یہ ادارہ محدود وسائل کے ساتھ چھ طلبہ اور ایک استاذ کے ساتھ مکتب کی صورت میں قائم ہوا تھا، لیکن وقت کے ساتھ یہ ادارہ ترقی کرتا گیا اور اسلامی وعصری تعلیم کے امتزاج کے باعث ایک نمایاں تعلیمی مرکز کے طور پر ابھرا، ادارے کے بہتر انتظام کی غرض سے وہ مستقل طور پر اکل کوا منتقل ہوگئے اور تب سے تادم حیات بحیثیت مہتمم خدمات انجام دیتے رہے -

یہ ادارہ ابتدائی اوراعلیٰ ثانوی اسکولوں، بیچلر آف ایجوکیشن(B, Ed)اورڈپلوما ان ایجوکیشن (D, Ed) کالجوں کے ساتھ ساتھ پیشہ ورانہ تربیتی پروگرامز فراہم کرتا ہے، اسکے علاوہ ادارہ انجینئرنگ، فارمیسی اور میڈیکل کالج جیسے پیشہ ورانہ کورسز بھی پیش کرتا ہے، جنھیں میڈیکل کونسل آف انڈیاسے تسلیم شدہ حیثیت حاصل ہے،مزید یہ کہ آئی،ٹی،دفتر انتظامیہ، سلائی اور سافٹ ویئر ڈوپلپمنٹ جیسے شعبوں میں بھی تربیتی مواقع فراہم کیے جاتے ہیں.

اس جامع تعلیم کا مقصد طلبہ کو مذہبی اور عصری معاشرتی ذمہ داریوں کیلیے تیارکرناہے -

مولانا وستانوی نے جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کی بنیاد رکھنے اور اسے منظم کرنے کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں متعدد تعلیمی اور فلاحی ادارے بھی قائم کئے ہیں، وہ ان اداروں اور ملک بھر کے دیگر اداروں کے انتظام و انصرام میں بھی متحرک و فعال طور پر شامل رہے ہیں!

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کی مقبولیت:

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کی ابتداءایک استاذ اور چھ بچوں سے ہوئی تھی، آج اس ادارہ کے احاطے میں سولہ 16 ہزار طلباء دینی و عصری علوم حاصل کر رہے ہیں - اسکے علاوہ ملک کے دوسرے حصوں میں اس ادارہ کے زیر اہتمام جو مکاتب ، مدارس ، اسکول اور کالج چل رہے ہیں، ان میں سات ہزار سے زائد اساتذۂ کرام اور دولاکھ کے قریب طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں -

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم تقریباً100'ایکڑ قطعہ زمین پر پھیلا ہوا ہے، پلس جامعہ کے پاس سات سوایکڑ زمین موجودہے،جامعہ کےاحاطہ میں چاربڑی مساجد ہیں،ادارہ کا تمام تر تعلیمی نظام آپکے لائق و فائق، ماہر تعلیم فرزند ارجمند مرجع خلائق، منبع رشد و ہدایت،

حضرت مولانا محمد حذیفہ وستانوی ہی دیکھتے ہیں، اور ان کے برادر صغیر مولانا اویس وستانوی صاحب دیگر امور میں بحیثیت معاون کام کرتے ہیں -

بیعت و خلافت : آپ اپنی روحانی و باطنی اصلاح کے لیے 1970ء میں دارالعلوم فلاح دارین کے زمانہ طالب علمی کے دوران ہی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی سےاصلاحی تعلق قائم کرلیا تھا 1982ء میں شیخ کی وفات تک ان سے استفادہ کرتے رہے - ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید صدیق احمد باندوی سے رجوع کیا اور انکے خلیفہ و مجاز ہوئے- مزید برآں یہ کہ انھیں امیرالمومنین فی الحدیث شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری سے بھی اجازت بیعت حاصل ہوئی _

بحیثیت رکن مجلس شوریٰ؛ دارالعلوم دیوبند میں آپ کا انتخاب؛

حضرت وستانوی کی عظیم خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے 1419ھ مطابق 1998ء میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے آپ کو دارالعلوم دیوبند کا رکن منتخب کیا کیوں کہ اکابرین دارالعلوم دیوبند کی نظروں میں آپ کا بڑا مقام تھا، جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتاہے کہ حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو آپ کی عیادت کے وقت کچھ علماء کرام نے آپکے سامنے اس بات پر تشویش کا اظہار فرمایا کہ حضرت آپ کے بعد اتنے بڑے نظام کو سنبھالنے کے لیے آپ جیسا فرد کہاں سے لائیں گے، تو اس وقت حضرت نے جواب دیا تھا کہ آپ کے پاس مولوی غلام جیسے افراد آج بھی موجود ہیں؛ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے -

اہتمام دارالعلوم دیوبند : حضرت مولانا غلام محمد وستانوی 11' جنوری 2011 ء کو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم (وائس چانسلر) منتخب ہوئے،اس فیصلے کو ادارے کی قیادت میں ایک اہم اصلاحی اقدام قرار دیا گیا - تاہم 2002 ء کے گجرات فسادات کے حوالے سے ان کے مفاہمتی بیانات نے تنازعات کو جنم دیا اور مختلف حلقوں کی جانب سے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا ان بیانات کو مدرسے کے روایتی نظریات سے متصادم سمجھا گیا تھا، جسکی وجہ سےداخلی اختلافات جنم لیا اور 23 'جولائی 2011 ء کوداخلی دباؤ اور اختلافات کے باعث حضرت وستانوی کو ان کے عہدے سے بر طرف کر دیا گیا -

عہدہ اہتمام سے بر طرفی کے بعد حضرت وستانوی نے کہا کہ انھیں " کسی غلطی کے بغیر سزا دی گئی"اور انکے بیانات کو سیاق سباق سے ہٹا کر پیش کیا گیا ہے، الغرض! انھوں نے زور دیا کہ ان کا مقصد مسلم کمیونٹی کی ترقی اور ادارے کو مضبوط بنانے کے لیے اصلاحات متعارف کروانا تھا،

حضرت وستانوی کے قول کے مطابق ان کی برطرفی اندرونی سیاست اور اصلاحات مخالف عناصر کی مزاحمت کا نتیجہ تھی -

اولادیں : حضرت مولانا وستانوی کے جہاں لاکھوں کی تعداد میں تلامذہ ہیں، جو آپ کی روحانی اولادیں ہیں. تو وہیں آپ کی کل نو صلبی اولادیں بھی ہیں. جن میں تین لڑکے

حضرت مولانا سعید وستانوی مرحوم -

حضرت مولانا حذیفہ وستانوی

حضرت مولانا اویس وستانوی

اور چھ لڑکیاں ہیں -

حضرت وستانوی کے اوصاف : حضرت کی طرزِ زندگی سادگی ، عاجزی ، اخلاص اور اخفاء پر مبنی تھی- نہ شہرت کا شوق ،نہ نام و نمود کا جذبہ، نہ تصاویر کا تصور نہ فخر و مباہات کا کوئی انداز، ہمیشہ زمین سے جڑے ہوئے،عوام و خواص سے مربوط ،ہر لمحہ طلباء سے محبت اور ہر وقت اساتذہ کا ادب و احترام کرنے والے اور ان سے مشورہ لینے کے عادی تھے،آپ کا چہرہ علم و عمل کا پیکر تھا. گفتگو میں نرمی. لہجے میں شفقت. نظر میں وقار اور پیشانی پر سجدوں کا نور. علماء نواز. بڑوں کا ادب. چھوٹوں پر شفقت. اخلاق و کردار کے غازی. یتیم و بیوہ کا سہارا . بے کس و بے بس کا مداوا . لا چار و مجبور کا غم خوار وغم گسار- اس لیے ان کے بعض تلامذہ بیان کرتے ہیں کہ " حضرت استاذ کم اور والد زیادہ لگتے تھے"وہ صرف ہمیں پڑھاتے نہیں تھے بلکہ جیتے جاگتے دین کا عملی نمونہ پیش کرتے تھے - ان کی ایک بات، ایک دعا، ایک توجہ زندگی بدل دیتی تھی -

حضرت وستانوی کے کمالات : ایک بزرگ عالم دین نے حضرت کے بارے میں کہا تھا کہ حضرت وستانوی کو اگر اس امت کے مدارس کا معمار جدید کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ ایک انجینئر تھے جنھوں نے ہرعلاقے کی ضرورت کے مطابق دینی ادارہ تعمیر کیا،آج مختلف پروفیشنل علوم میں دینی تربیت اور کردار سازی کے ساتھ ماہر افراد کی تیاری ملت کی ایک اہم ضرورت ہے - آپ نے اس دیرینہ خواب کو بھی ممکن کر دکھایا -

مولانامرحوم ایک عملی شخصیت کے مالک تھے،وقت کے تقاضوں اور ضروریات کو بھی بخوبی سمجھتے تھے اور انہیں توازن، اعتدال اور حکمت عملی کے ساتھ پورا کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے، اس لیے حضرت وستانوی کا تذکرہ صرف کسی عالم دین کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ یہ صدی کی ایک تحریکِ ، ایک کارواں، ایک انقلاب کا تذکرہ ہے - وہ ایک

ایسے مرد درویش تھے جنھوں نے اکل کوا جیسے پسماندہ علاقے میں علم و عرفان، تہذیب و تمدن اور قرآن وسنت کے خزانے بکھیر دیئے - ان کی زندگی وقف تھی نہ شہرت کی ہوس نہ دنیا کی طلب،بس ایک درد و کڑھن تھی امت کا،ایک شوق تھا دین کی خدمت کا اور ایک خواب تھا علم دین کی ترویج و اشاعت کا جس کی تعبیر وہ پوری کرگئے _

حضرت وستانوی تعمیر ملت کے روشن چراغ تھے ؛

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی ایک ہمہ جہت شخصیت تھی، جن ہوں نے دین، تعلیم، خدمت، قیادت، تعمیر و ترقی اور رفاہ عامہ کے میدان میں نمایاں کار نامے انجام دیئے ہیں، آپ کا ادارہ صرف درس و تدرس تک محدود نہیں، بلکہ قوم و ملت کے ہر فرد کی ضروریات کو سامنے رکھ کر عملی اقدامات کرتا ہے ----- آپ کے قائم کردہ شعبے نے اب تک ۹۷۵٤۸۵۰ افراد کوبراہ راست فائدہ پہچایا ہے. جو ایک تاریخی کار نامہ ہے، ان خدمات میں تعمیری، تعلیمی، طبّی، رفاہی اور غذائی پروگرام شامل ہیں -

تعمیری خدمات ؛ حضرت مولاناوستانوی کےادارےکے زیر اہتمام اب تک ٦٧٩٣ مساجد تعیر ہوچکی ہیں. جن سے ۸۵۰۰۰۰ افراد مستفید ہو رہے ہیں. اس کے علاوہ ۳۳ اسپتالوں کی تعمیر سے ١٤٩٣٨٠١٣ افراد کو طبّی سہولیات مہیا کی گئی ہیں - علاوہ ازیں اسٹاف کوارٹرز ، ڈائیلیسس سینٹر وغیرہ -

دل کے ارماں آنسوؤں میں بہہ گئے ؛حضرت مولاناوستانوی سے نہ میرا کوئی تعارف ہےاور نہ ہی ملاقات لیکن آپکی خدمات جلیلہ اورمساعی جمیلہ کی بنیاد پرمیرے دل میں آپ کی غائبانہ عظمت و محبت تھی، اور دل میں بہت سارے ارمان تھے کہ حضرت سے ضرور ملاقات کروں گا اور دینی خدمات کے سلسلے میں کچھ تبادلہ خیال کروں گا.

کیوں کہ میں نے حضرت کو کئی بار خواب میں دیکھا اور ہر بار آپ کو امت مسلمہ کی نسل نو کی تعلیم و تربیت سے متعلق متفکر پایا اور یہ باتیں جو تحریر کی گئی ہیں، بنا مبالغہ اور بغیر کذب بیانی کے ہے، اور میں نے یہ تحریر عقیدت سے نہیں، بلکہ بصیرت سے لکھی ہے، جو بینہ و بین اللہ ہے _

وفات حسرت آیات : حضرت مولانا غلام محمد وستانوی گزشتہ ایک سال سے بیمار چل رہے تھے ہر چند علاج و معالجہ کے بعد دستور خداوندی کے مطابق علم و عمل اور زہد و تقویٰ کا یہ آفتاب و ماہ تاب 4 مئی 2025 ء بروز اتوار کو دوپہر کے وقت ہزاروں شاگردوں، مریدین و متوسلین کو روتا بلکتا چھوڑ کر اکل کوا کے افق پر غروب ہوگیا

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

لاکھوں عقیدت مندوں نے جانشین وستانوی مولانا حذیفہ وستانوی کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور قبرستان مکرانی میں تدفین عمل میں آئی _

پروردگار عالم ہمیں بھی حضرت کے علوم و معارف کا کچھ حصہ نصیب فرمائیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں _آمین ثم آمین یا رب العالمین =

مفتی ابو حذیفہ فہیم الدین رحمانی
چیرمین : شیخ الھند ٹرسٹ دہلی
و استاذ حدیث وفقہ جامعہ حفصہ للبنات
اشوک وہار لونی غازی آباد یوپی

مولانا وستانویؒ:ایک عہد ساز شخصیت کا اختتام

بقلم :- مولانا محفوظ الرحمن

4مئی 2025ء، بروز اتوار،امتِ مسلمہ ایک عظیم علمی، اصلاحی، اور رفاہی شخصیت سے محروم ہو گئی۔ حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ، خادم القرآن والمساجد، بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، مہاراشٹر، اور دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم، اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ ان کی وفات سے نہ صرف ہندوستان بلکہ عالمِ اسلام ایک ایسی ہستی سے محروم ہو گیا جو علم و عمل، اخلاص و ایثار، اور دینی و عصری تعلیم کے امتزاج کی روشن مثال تھی۔

تعلیمی سفر اور علمی جدوجہد

مولانا غلام محمد وستانویؒ کا تعلیمی سفر عزم و ہمت کی ایک ایسی داستان ہے جو ہر طالب علم کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ شمس العلوم، بروڈہ، گجرات سے حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر، گجرات میں داخلہ لیا، جہاں انہوں نے آٹھ سال تک دینی علوم کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کی۔ اس دوران ان کے اساتذہ میں مولانا احمد بیمات، مولانا عبد اللہ کاپودروی، مولانا شیر علی افغانی، اور مولانا ذو الفقار علی جیسے جید علماء شامل تھے، جنہوں نے ان کی علمی و فکری تربیت میں کلیدی کردارادا کیا۔ ان اساتذہ کی رہنمائی میں مولانا وستانویؒ نے فقہ، حدیث، تفسیر، اور دیگر دینی علوم میں مہارت حاصل کی،جو بعد میں انکی اصلاحی و تعلیمی خدمات

کی بنیاد بنی۔مولانا وستانویؒ کی علمی پیاس صرف روایتی دینی علوم تک محدود نہ رہی۔ وہ عصری علوم کے اہم ہونے کے قائل تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ دینی و عصری تعلیم کے امتزاج کے فروغ کے لیے وقف کر دیا۔ ان کا یہ نظریہ اس وقت کے روایتی دینی حلقوں میں ایک انقلابی سوچ سمجھا جاتا تھا، کیونکہ اس دور میں دینی مدارس میں عصری تعلیم کا تصور زیادہ مقبول نہ تھا۔

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم: ایک عظیم تعلیمی انقلاب

1979ء میں مولاناغلام محمدوستانویؒ نےاکل کوا،مہاراشٹر میں جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم کی بنیاد رکھی۔ یہ ادارہ ان کی دور اندیشی، عزم، اور تعلیمی انقلاب کی عظیم مثال ہے۔ ابتدائی ایام میں یہ ادارہ ایک سادہ مکتب کی صورت میں قائم ہوا، جہاں صرف چھ طلبہ اور ایک استاد تھے، اور وسائل انتہائی محدود تھے۔ تاہم، مولانا وستانویؒ کی انتھک محنت، اللہ پر بھروسہ، اور مخلصانہ کاوشوں نے اس ادارے کو ایک عظیم تعلیمی مرکز میں تبدیل کر دیا۔جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم پر بھی خصوصی توجہ دی۔یہاں فقہ،حدیث،اور تفسیر جیسے دینی علوم کے علاوہ میڈیکل، انجینئرنگ، کمپیوٹر سائنس، اور دیگر پیشہ ورانہ کورسز متعارف کرائے گئے۔ یہ اقدام اس وقت کے دینی مدارس کے لیے ایک غیر معمولی قدم تھا، کیونکہ اس سے قبل دینی تعلیم اور عصری تعلیم کو الگ الگ رکھنے کا رجحان عام تھا۔ مولانا وستانویؒ کا یہ نظریہ کہ ایک عالم دین نہ صرف دینی علوم میں مہارت رکھے بلکہ عصری تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہو، ان کی بصیرت کی دلیل ہے۔ آج جامعہ اشاعت العلوم ہزاروں طلبہ کے لیے علم کی روشنی پھیلانے والا ایک عظیم مرکز ہے، جو مولانا وستانویؒ کی تعلیمی میراث کا زندہ ثبوت ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں خدمات دارالعلوم دیوبند

جو عالمِ اسلام کے عظیم دینی مراکز میں سے ایک ہے،

11 جنوری 2011ء کو مولانا غلام محمد وستانویؒ کو مہتمم مقرر کیا۔ یہ تقرری دارالعلوم کی تاریخ میں ایک اہم موڑ تھی، کیونکہ مولاناوستانویؒ اپنی اصلاح پسند سوچ اور تعلیمی تجربات کے باعث ایک مضبوط قیادت کے طور پر سامنے آئے،انہوں نےادارے میں انتظامی اصلاحات تعلیمی معیار کی بہتری، اور طلبہ کی فلاح و بہبود کے لیے متعدد اقدامات کیے۔ انکی قیادت میں دارالعلوم دیوبندکےنصاب میں عصری علوم کے کچھ پہلوؤں کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی، جو ان کے تعلیمی وژن کا حصہ تھی۔تاہم، ان کے بعض بیانات نے تنازعات کو جنم دیا، جنہیں بعض حلقوں نے غلط تناظر میں پیش کیا۔ اس تنازع کے نتیجے میں 23 جولائی 2011ء کو انہیں مہتمم کے عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ اس واقعے نے مولانا وستانویؒ کی شخصیت پرکوئی دھبہ نہ ڈالا،کیونکہ انہوں نےاس مشکل وقت میں بھی صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور اپنی توجہ جامعہ اشاعت العلوم کی ترقی پر مرکوز رکھی۔ ان کا یہ کردار ان کی عظمت اور بلند ہمتی کی واضح دلیل ہے۔

اصلاحی و رفاہی خدمات مولانا وستانویؒ کی اصلاحی و رفاہی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ انہوں نےدینی مدارس کےنظام کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے کئی انقلابی اقدامات کیے۔

انکی چند نمایاں خدمات درج ذیل ہیں:

عصری تعلیم کافروغ: مولانا وستانویؒ نے دینی مدارس میں عصری تعلیم کے نفاذ پر زور دیا انکے زیرِ نگرانی جامعہ اشاعت العلوم میں میڈیکل، انجینئرنگ، اور دیگر پیشہ ورانہ کورسز کا آغاز ہوا، جس سے طلبہ کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی میدانوں میں بھی کامیابی

حاصل کرنے کے مواقع میسر آئے۔یتیم و نادار طلبہ کی سرپرستی: مولانا وستانویؒ نے یتیم اور نادار طلبہ کیلیےمفت قیام و بعام کے معیاری انتظامات کیے۔ ان کا ماننا تھا کہ تعلیم ہر فرد کا حق ہے، اور معاشی تنگدستی کسی کو علم سے محروم نہیں کر سکتی۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے خصوصی فنڈز قائم کیے اور طلبہ کی کفالت کے نظام کو منظم کیا۔

آل انڈیا مسابقة القرآن : مولاناوستانویؒ نے قرآن کریم کی تعلیم و ترویج کے لیے آل انڈیا مسابقۃ القرآن کا انعقاد شروع کیا،جو طلبہ میں قرآنی علوم کےفروغ کی لیے ایک اہم اقدام تھا۔اس مقابلے نے ہزاروں طلبہ کوقرآن کریم کی تلاوت اورحفظ میں مہارت حاصل کرنے کی ترغیب دی۔

مساجد کی تعمیر و ترقی:مولانا وستانویؒ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ مساجد کی تعمیر وترقی کیلیےوقف کیا۔انہوں نے متعدد مساجد کی تعمیر کروائی اور ان کے انتظامات کو بہتر بنایا، تاکہ عبادت کےمراکز معاشرے کے لیے روحانی و سماجی ترقی کا ذریعہ بنیں۔

شخصیت اور اخلاق : مولانا غلام محمد وستانویؒ کی شخصیت میں سادگی، انکساری، اور انسان دوستی کےجواہرنمایاں تھے۔ وہ طلبہ کے ساتھ والد کی طرح شفقت سے پیش آتے اور ان کے مسائل کو ذاتی توجہ سے حل کرنے کی کوشش کرتے۔ اگر کسی طالب علم کا مسئلہ حل نہ بھی ہوپاتا، تو ان کی نرم گفتاری، تسلی آمیز انداز، اور محبت بھرا رویہ طلبہ کے دل کا بوجھ ہلکا کردیتا۔ ان کی زندگی کاہر لمحہ خدمتِ خلق اوراللہ کی رضاکے حصول کے لیے وقف تھا۔وہ ایک ایسی شخصیت تھے جن کا ہر عمل اخلاص سے بھرپور تھا۔ ان کی گفتگو میں حکمت اور محبت جھلکتی تھی، اور وہ ہر طبقے کے لوگوں کے ساتھ یکساں

محبت و احترام سے پیش آتے۔ ان کی زندگی کا ایک اہم اصول یہ تھاکہ علم اور عمل کو لازم و ملزوم ہونا چاہیے، اور وہ خود اس اصول پر پوری زندگی عمل پیرا رہے۔

مولانا وستانویؒ کے عالمی اثرات :

مولانا وستانویؒ کی خدمات صرف ہندوستان تک محدودنہ تھیں بلکہ ان کے تعلیمی و اصلاحی نظریات نے عالمِ اسلام کے دیگر ممالک پر بھی گہرے اثرات چھوڑے۔ انکے قائم کردہ ادارے سے فارغ التحصیل طلبہ آج دنیا بھر میں دینی و عصری علوم کی خدمت کر رہے ہیں۔ ان کے تعلیمی ماڈل نے کئی ممالک میں دینی مدارس کے لیے ایک نمونہ فراہم کیا، جہاں دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔

اختتامیہ

مولانا غلام محمد وستانویؒ کی وفات سےایک عہد کا اختتام ہوا، لیکن ان کی تعلیمی، اصلاحی، اوررفاہی خدمات کی روشنی ہمیشہ امتِ مسلمہ کےلیے مشعلِ راہ رہےگی۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی علم کی شمع جلانے، دلوں کو منورکرنے،اور معاشرےکی فلاح کے لیے وقف کر دی۔ انکی زندگی ایک ایسی کتاب ہے جس کے ہر صفحے سے عزم، ہمت، اور اخلاص کی خوشبو آتی ہے۔اللہ تعالیٰ مولانا غلام محمد وستانویؒ کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

علم کا خادم چل بسا

بقلم :- مولانا محمد نصر اللہ ندوی

مولانا غلام محمد وستانوی بھی آخر کار اس دار فانی سے کوچ کرگئے،وہ ایک عرصہ سے بیمار تھے،اور زندگی کی جنگ لڑرہے تھے ، آج ان کا وقت موعود آپہنچا اور وہ اپنے رب کے حضور پہنچ گئے،ان کا انتقال ملت کا عظیم خسارہ ہے،ان کی پوری زندگی نبوت کی میراث کیلئے قف تھی،عمر بھروہ علم کا چراغ روشن کرتے رہے،ان کی پیدائش گجرات میں ہوئی ، لیکن مہاراشٹر کےایک علاقہ اکل کنواں کو انہوں نے اپنی جد وجہد کا مرکز بنایا ،اور علم کی ایسی کہکشاں سجائی کہ ملک کاہر خطہ اسکی روشنی سے فیضیاب ہوا،ان کی شخصیت میں قدیم وجدید کا امتزاج تھا،ایک طرف انہوں نے علوم شرعیہ کی تعلیم کا مرکز قائم کیا ، تو دوسری طرف میڈیکل ،انجینیئرنگ اور فارمیسی کے کالجز بھی قائم کئے اور یوں انہوں نے قدیم وجدید کا شاندار نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا،اس معاملہ میں وہ ہندوستانی علماء کے درمیان ایک امتیازی شان رکھتے تھے،ان کے ادارے اشاعت العلوم اکل کنواں میں کل دس ہزار طلبہ دین ودنیا کی اعلی تعلیم حاصل کر رہے ہیں،یہ ان کا ایسا کارنامہ ہے،جو ہندوستانی علماء میں کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔

ان کو خادم القرآن بھی کہا جاتا ہے،قرآن کی نشر واشاعت کے میدان میں انکی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں،اکل کنواں میں حفظ کی تعلیم کا بہترین نظام ہے، اس کے علاوہ ملک بھر میں وہ قرآنی مسابقات کے ذریعہ طلبہ میں تجوید اور حسن تلاوت

کا شوق پیدا کرتے،ان کے ذریعہ حفظ کے کتنے مدرسے رواں دواں ہیں،جو یقینا ان کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔

ان کی تعلیم فلاح دارین ترکیسر، گجرات اور مظاہر علوم میں ہوئی،آخر الذکر سے انہوں نے فراغت حاصل کی ،2011 میں وہ دیوبند کے متہم بھی بنائے گئے،تاہم اپنی جدت پسند طبیعت کی وجہ سے قدامت پسند حلقوں میں قابل قبول نہ ہو سکے اور آخر کار ان کو علیحدگی اختیار کرنی پڑی،وہ دار العلوم دیوبند کے رکن شوری بھی تھے اور پابندی سے اس کے اجلاس میں شریک ہوتے تھے۔

جدید علوم کےساتھ ساتھ ان کا تعلق اصلاح وتزکیہ سے بھی تھا،ان کا حلقہ ارادت وسیع تھا،ان کے ذریعہ بہت سے لوگوں کی روحانی اور ایمانی تربیت ہوئی،اور بہت سے گم گشتہ راہ کو ہدایت نصیب ہوئی اور انکی زندگی میں انقلاب برپا ہوگیا،تصوف کے علاوہ سیاست سے بھی ان کا تعلق تھا،جب مرکز میں کانگریس کی حکومت تھی،وہ سونیا گاندھی کے سیاسی مشیر احمد پٹیل کے بے حد قریب تھے،جب کرونا میں ان کا انتقال ہوا تو راہل گاندھی کی موجودگی میں انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

الغرض انکی شخصیت دین ودنیا اور قدیم وجدید کی جامع تھی،انہوں نے تعلیم اور تزکیہ کے میدان میں اپنی خدمات کے نقوش چھوڑے ہیں،جو یقینا ان کیلئے ذخیرہ آخرت ہیں، رب کریم ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائے۔

استاذ العلماء مولانا وستانوی کی رحلت

بقلم :- مولانا ہارون رشید عاصم

ایک بجلی سی گری، ایک تناور، سایہ دار درخت زمین بوس ہوا، اور دل سے بے ساختہ صدا بلند ہوئی۔ واقعی! ایک عہد تمام ہوا۔

استاذُالعلماء حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات نے پورے علمی، دینی، تنظیمی و تحریکی حلقوں کوسوگوار کر دیا۔آپ ایک ہمہ جہت شخصیت،اخلاص کی عملی تصویر، اور دین کے بے لوث خادم تھے۔ آپ کی پوری زندگی ‘‘عملِ پیہم’’ کا ایک روشن اور درخشاں باب تھی۔ایسے نایاب افرادصدیوں میں پیدا ہوتے ہیں،جو صدیوں کواپنی مجددانہ خدمات سے ہمیشہ کے لیے تابناک بنا دیتے ہیں۔مولانا وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اور انکے اخلاص کا ہم تو صرف ایک خاکہ پیش کر سکتے ہیں، اصل اجروثواب اور قدروقیمت تو اللہ ربّ العزت ہی عطا فرمائے گا۔آپ نےاپنی زندگی کا ہرلمحہ امت مسلمہ کی دینی، دعوتی، تعلیمی اور فلاحی رہنمائی کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ کے قائم کردہ اداروں کا دائرۂ کار اتنا وسیع ہے کہ سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ 128 دارالعلوم، 2400 مکاتب، 7000 مساجد، 78 اسکول، 17 کالجز ۔ اور ان سب اداروں میں آج بھی تقریباً دو لاکھ طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ان اعداد وشمار کے پیچھے کئی دہائیوں کی خاموش محنت، شب بیداری، فکری کرب، سحرگاہی کی آہیں، اور وہ مجاہدہ کارفرما ہے جس کا اندازہ صرف وہی لگا سکتا ہے جو اخلاص کے راستے کا راہی ہو۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب کچھ نہ شہرت کی طلب میں کیا، نہ کسی اقتدار یا مسلکی جھنڈے کے زیرِ سایہ؛ بلکہ امت کی خدمت کو اپنا فرض اور دین کی محنت کو اپنا نصب العین بنایا۔ انکے نزدیک دین کی خدمت کوئی عوامی نعرہ نہیں بلکہ امت کے لیے تڑپ اور خالص قربانی کا نام تھا۔

علم و عمل کا حسین امتزاج

مولانا غلام محمد وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی صرف تعلیمی یا تنظیمی خدمات تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ ایک درویش صفت عالم تھے، جن کی ذاتی زندگی زہد، قناعت اور توکل علی اللہ کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ نہ شہرت کا شوق، نہ قیادت کا جنون، نہ تشہیر کی خواہش، اور نہ ہی نمایاں ہونے کی تمنّا۔ انکی پوری حیات کا خلاصہ بس یہی تھا۔ اللہ کے لیے جینا، اللہ کے لیے کام کرنا، اور اللہ کے حضور جواب دہی کا احساس رکھنا۔

دارالعلوم دیوبند۔ عظمت کا مینار، صدمے کی گھڑی

سن 2011 میں آپ کو دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم ادارے کا مہتمم منتخب کیا گیا، وہ بھی بغیر کسی لالچ یا کوشش کے۔آپ کی سادگی، خلوص،شفاف مزاجی اور جدید انتظامی مہارت نے اس انتخاب کو نہایت مبارک بنا دیا۔ مگر افسوس! کچھ داخلی سازشوں، مسلکی کشیدگی اور سطحی الزامات کی وجہ سے یہ امید افزا آغاز جلد ہی اختتام کو پہنچا۔

نہ صرف آپ کو برطرف کیا گیا، بلکہ کردار کشی، تضحیک اور میڈیا ٹرائل کی شکل میں دل آزاری کی تمام حدیں پار کر دی گئیں۔ یہ محض ایک شخص کی بے توقیری نہ تھی، بلکہ یہ اخلاص کی توہین، ایک دردمند دل کی شکست، اور امتِ مسلمہ کی اجتماعی بے حسی وبے بسی کا نوحہ تھا۔

ذاتی طور پر میرا احساس ہے کہ یہ صدمہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اندر سے توڑ گیا۔ وہ خاموش ہو گئے، مگر ان کی خاموشی بولتی تھی، آنکھیں نم تھیں اور چہرہ پکار رہا تھا: اللّٰھم اِنّی اَشکو بَثّی وَحُزنِی اِلَی اللہ!

لیکن اس کے باوجود وہ بکھرے نہیں۔ صبر، تحمل اور برداشت کی ایک ایسی داستان رقم کی جو بڑے بڑے دعویداروں کے لیے بھی ناممکن ہے۔ وہ واپس اپنے مشن کی طرف لوٹ گئے، جہاں گاؤں کی گلیاں، پسماندہ علاقے اور امت کے ٹوٹے دل انکے منتظر تھے۔

عصرِ حاضر کے لیے ایک مکمل نصاب

مولانا وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہم جیسے نوجوان علما اور دینی کارکنان کے لیے ایک جامع ، منظم ومکمل اور مربوط نصاب ہے کہ کس طرح خاموشی، محنت اور اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کی جائے۔ ان کی سیرت کا ہر پہلو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ دین کی خدمت صرف منبر و محراب سے نہیں، بلکہ مکتب کی چٹائی، بستیوں کی گلیوں، اور امت کے زخموں پر مرہم رکھنے کے جذبے سے بھی انجام پاتی ہے۔

ایک روشن مثال، ایک ابدی پکار

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ اگر اخلاص کے ساتھ ایک عالم کھڑا ہو جائے تو وہ صدیوں کا کام چند دہائیوں میں کر سکتا ہے۔ اور اگر امت اس کی قدر نہ کرے تو وہ زمین سے بلند ہو کر عرش کے قریب ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی نیت خالص اور عمل عظیم ہوتا ہے۔

اجتماعی بے حسی کا نوحہ

یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ ہم نے اکثر اپنے محسنوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ جنہوں نے

اپنی زندگیاں مٹا کر ہمیں جگایا، ہم نے ان کو یا تو نظر انداز کیا یا پھر ان کی قدردانی موت کے بعد کی در حقیقت ہم ایک مردہ پرست قوم ہیں کہ اکثر بڑی شخصیت کے انتقال کے بعد اصل عرفان وادراک ہوتاہے اور قدروقیمت پہچان پاتے ہیں ۔ حضرت مولانا وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے کئی پہلو اس بے حسی کی گواہی دیتے ہیں۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم اپنی روش بدلیں؟

ایک دردمندانہ التجا

اگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی، انکساری، خاموشی اور قربانی ہمیں جھنجھوڑنے کے لیے کافی نہیں، تو پھر اور کیا ہمیں بیدار کرے گا؟

آیئے! ان کی یاد کو صرف تحریروں، تعزیتی جلسوں اور سوشل میڈیا پیغامات تک محدود نہ رکھیں، بلکہ ان کے مشن کو اپنائیں، ان کے خوابوں کو پورا کریں، اور ان کے اخلاص کو اپنا راہنما بنائیں۔

اے اللہ۔ ہمارے پیارے مولانا حضرت غلام محمد وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرما، ان کے درجات بلند فرما، ان کی خدمات کو صدقۂ جاریہ بنا، اور ہمیں بھی ایسی اخلاص بھری زندگی عطا فرما جو تیرے دین کا سچا سرمایہ ہو۔

آمین یا رب العالمین۔

تحریر :- ہارون رشید عاصم ، جمعیت دار ارقم
دار الرشید ،گولا لکھیم پورکھیری یوپی 9936434798

بے مایہ امت کاگراں مایہ سرمایہ

بقلم :- مولانا محمد ناظم ملی تونڈاپوری

ذرا سا پتھر پانی میں گر جائے تو سطحِ آب میں بھنور سا پڑ جاتا ہے گھانس پھونس اور سوکھے پتے اور تنکے فضاؤں میں منتشر ہو جاتے ہیں تو ہوائے مضطرب بیکل اور بے چین سی ہو جاتی ہیں۔

یقیناً امت کا اتنا عظیم انسان، عظیم مربی، مرشدِ دوراں، علم و عمل کا آفتاب جب ڈوب جائے تو آسمان تابناک اور روشن کیسے اور کیوں کر رہ سکتا ہے اسے تو بےنور اور تیرہ و تار اور تاریک ہونا ہی چاہیے، مبالغہ آرائی نہیں سچائی اور صداقت ہے کہ جو شخصیت افق ہند پر آفتاب کی طرح چمک دمک رہی تھی ، جس کے غروب ہوتے ہی اب جیسے افق پر تاریکی سی چھا گئی ہو، جہاں اجالا تھا وہاں اندھیرا،جہاں مسکراہٹ تھی، وہاں غموں کے سائے، جہاں روشنی تھی وہاں تاریکی ہی تاریکی اور اندھیرا ہی اندھیرا، المیہ ہی المیہ، سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

آعند لیب مل کر کریں آہ وزاریاں
تو پکارے ہائے گل میں پکاروں ہائے دل

میں نے ابھی کہا کہ فکر و فن اور علم و عمل کا آفتاب ڈوب گیا، فضائیں مکدر ہو گئیں ، رنگینیاں بے رنگینیوں میں تبدیل ہو گئیں ، تاریکیوں کا غبار بڑھ گیا ، علم و حکمت اور فکر و فن کا چراغ غل ہو گیا، مگر اب کہتا ہوں اور پورے وثوق اور وقوف و شعور سے

کہتا ہوں، کہ آفتاب بھی چمک رہا ہے، چراغ بھی روشن ہے، شمع بھی جل رہی ہے اور روشنی بھی پھیل رہی ہے۔

جی ہاں! حاشیۂ ذہن میں یہ بات محفوظ رہیں کہ " **غلام محمد**" گوشت پوست کا ایک مجسمہ اور ایک پیکر ہی نہیں! بلکہ ایک اصولِ حیات، ایک عظیم فکر و فن، ایک عظیم زاویۂ فکر اور ایک عظیم پیامِ زندگی کا نام تھا۔ وہ فکر و فن کا ایسا عظیم امام تھا جس نے سرزمینِ مہاراشٹر ہی نہیں بلکہ ہند کی سرزمین کو ایک نئ سمت اور ایک نئ جہت اور ایک نیا پن عطا کیا تھا، جس نے اپنے افکار و خیالات اور جہدِ مسلسل سے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ ہند کی سرزمین پر اگر آپ باوقار زندگی گزارنا چاہتے ہوں تو علم کی دہلیز پر قدم رکھو! پڑھو اور آگے بڑھو ! قلاشی، محتاجی اور تنگدستی کا واحد علاج تعلیم ہی ہے۔ اس یقینِ صادق کے ساتھ کہ دنیا کو جدید افکار و خیالات اور دنیا کی نئ تعمیر اور ایک جدید طرزِ حیات اور ایک نئ سمت اور نئ جہت سب سے پہلے نازل ہونے والی کتاب قرآنِ مجید کی پہلی آیت ہی نے ایک صدا لگائی تھی "**اقرأ**" اوراسی اقرأ نامہ نے ہی تو دنیا کو یہ درس دیا تھا کہ پڑھو! پڑھنا ہی نجات دلائے گا۔

یقیناً آج ان کا جسدِ خاکی ہمارےمابین سےاٹھا لیا گیا ہےاور اب وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، جی ہاں یہ تو اصولِ فطرت ہے اور قانونِ قدرت ہے مگر ہاں! جدا ہو جانے والے کا پیغام آج بھی زندہ و تابندہ ہے اس کے نقوش و خطوط صاف صاف دکھائی دے رہے ہیں،جو بتلا رہے ہیں کہ انسان کواپنے لیے،اپنے ماتحتوں کے لیے، اپنی قوم، برادری اور معاشرے کے لیے اپنی بس بھر کوششیں جاری رکھنا چاہیے، تاکہ وہ انسانیت کے لیے نفع بخش ثابت ہو۔

جی ہاں! اس کے زاویۂ فکر کا آفتاب بدستور آج بھی دمک رہا ہے۔

اشاعت قرآن اور اشاعتِ اسلام کا یہ ذوقِ عمل ایسا ہے کہ حوادثِ زمانہ بھی اس کو غل نہیں کر سکتے۔ زمانۂ موجودہ اور عہدِ حاضر نے عالموں، دارالعلوموں، درسگاہوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور اہلِ علم و بصیرت اور علاماؤوں کی جنسِ گراں مایہ کو بہت ارزاں اور سستا کر دیا ہے ان میں کتنے ہی ہیں جن کا زاویۂ فکر اعلیٰ و بالا اور بلند ہیں۔ مگر ہاں! یہ انعامِ خداوندی ہے کہ حضرت مرحوم علیہ الرحمہ کو جو زاویۂ فکر نصیب ہوا تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔

انہوں نے46 سال کے قلیل عرصے میں نہ جانے امت کے کتنے کام کیے، علم دین کی اشاعت بالخصوص اشاعتِ قرآن کے سلسلے میں تو وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ اس کی مثال برِ صغیر ہند میں کم ہی ملتی ہے، ہزاروں تشنگانِ علوم کے لیے ہر طرح کی سہولیات ، اور مواقع فراہم کیے ، ملک و قوم کی خدمات کا وہ کون سا شعبہ ہے جس پر اس بندۂ خدا نے کام نہ کیا ہو، مساجد کی تعمیر، مدارس کی تعمیر، اسکولیں ،ہائی سکولیں اور مختلف کالجوں کے بانی مبانی بن کر وہ اس دنیا سے سدھارے ہیں۔

اس بندۂ خدا کے دم سے کتنے اداروں نے وجود پایا۔

سچ ہے:

خلوصِ دل سے جب بھی مسلماں نے کی سعی

رفتارِ وقت تھم گئی طوفاں بدل گئے

سچ پوچھیے تو حضرت مرحوم سرزمینِ ہند پر مسلمانوں کے لیے نشانِ منزل تھے، روشنی کا مینار تھے۔

اگر دنیایہ مانتی ہے the learning is light(علم ایک روشنی ہے)اور کیوں نہ مانے کہ کائنات کے سب سے بڑے انسان، رہبرِ اعظم، انسانیت کے کامل رہنما، محسنِ انسانیت، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ اعظم ہے کہ *"العلم نور"* کے علم ایک نور ہے، تو پھر مجھے کہنے دیجیے!

اور اس بات کوکہنے میں ہمیں کوئی باک نہیں! کہ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ اور شہر شہر جا کرسوئی ہوئی قوم میں علم کی جوت جگانےوالا علم کی شمع روشن کرنے والا،علم کے دیے جلانے والا، شمع علم کو فروزاں کرنے والا یہ مردِ کوہ کن ہےجسے دنیا "غلام محمد وستانوی" کے نام سے جانتی ہیں ،جو کل تک "دامت برکاتہم"سے تعبیر کیے جا رہے تھے اور آج ہے کہ علیہ الرحمہ سے معنون ہیں ۔ سچ پوچھیے تو زبان و قلم کو کہاں اس کا یارہ کہ وہ یہ لکھ سکے ہاں مگر اس کا کیا علاج کہ ہر آنے والا جانے ہی کے لیے تو آتا ہے اس کا آنا ہی اس بات کی دلیل ہےکہ اس کا جانا طے شدہ امر ہے، اگر قرآنِ حکیم سے آپ دریافت کریں تو قرآن کہتا ہے

"اذا جاء اجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون"

کہ جب وقت موعود آجاتا ہے تو پھر اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا ، ٹالنا تو بہت دور ایک لمحے کے لیے آگا پیچھا نہیں کر سکتا، بہر حال جانا ہر ایک کو ہے آگے پیچھے ہی سہی۔

"موت سے کس کو رستگاری ہے"

جی ہاں یہ موت کا تانڈو ایسا ہے کہ اس کا انکار نہ کوئی آستک کرے نہ کوئی ناستک، نہ ظالم کرے نہ مظلوم نہ حاکم کرے نہ محکوم، نہ عالم کرے نہ جاہل، نہ ڈاکٹر کرے نہ مریض، نہ جوان نہ بوڑھا نہ مرد نہ عورت ، جانا بہرحال طے ہیں اور ہر ایک کو ہے۔

ہر پل ہر گھڑی آنے جانے کا سلسلہ جاری ہے اور تاحینِ قیامت یہ تسلسل قائم دائم رہے گا، ہاں مگر جانے والوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو لوگوں کی نگاہوں میں بس جاتے ہیں، قلب و جگر کی دھڑکن بن جاتے ہیں، ان کی یادیں بعد والوں کو بہت تڑپاتی ہیں وہ اپنے پیچھے نشانِ راہ چھوڑ جاتے ہیں۔

وہ کون ہیں؟ قرآن مجید کی بلیغ تعبیر کا سہارا لوں تو کہہ سکتا ہوں "من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا" یہی وہ لوگ ہیں "فاما ما ينفع الناس فيمكث في الارض"
یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو مخلوقِ خدا کو خوب نفع پہنچاتے ہیں اور جو مخلوقِ خدا کے لیے ایک سائبان ہوتے ہیں اور ان کا ہر سانس مخلوقِ خدا پر نچھاور ہوتا ہے۔
مسلمانوں کی زندہ تاریخ میں ایسی ہزاروں ہستیاں ہیں،لاکھوں لاکھ اہل علم وہنراور ماہرینِ فن ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی ذات کو ایک ایسا چشمۂ صافی بنایا تھا جن سے بندگانِ خدا خوب خوب مستفید ہوئے ہیں اور ہوتے رہے ہیں، ہر زمانہ اور ہر عہد میں ایسے اسلام کے مردان کار موجود رہے ہیں، جنہوں نے اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے عہد میں اپنی کوشش و جدوجہد اور کسب واکتساب اورمحنت و مشقت کر کے قوم کی زبوں حالی کو دور کرنے کے لیے قدم اٹھایا اور وہ ہمیشہ اس کے لیے مضطرب و بے چین رہے۔ خدا کے دربار میں راتوں کو جاگ جاگ کر آہ و فغاں اور گریہ و زاری کر کر کے نالۂ نیم شبی اورآہِ سحر گاہی میں خدا کے روبرو کھڑے ہو کر امت کے غم میں آٹھ آٹھ آنسوں بہاتے رہیں، دامنِ مراد پھیلا پھیلا کر امت کی محتاجی، غریبی قلاشی، فقیری اورہر طرح کی زبوں

حالی اور بے دینی کو دور کرنے کی دعائیں مانگتے رہیں، ایسے پاک باز! ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار ملیں گے جنھوں نے قوم کو جگایا، بیدار کیا، ان کی کایا پلٹ کیں، اپنے عظیم اجتہادی، علمی ، عملی کوششوں سے دینی انقلاب برپا کیا، کون نہیں جانتا حضرت مولانا قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی، انور شاہ کشمیری، شیخ الہند محمود الحسن ، شیخ الاسلام حضرت مدنی، سید اسماعیل شہید، سید احمد شہید ، محمد علی مونگیری ،حضرت مولانا الیاس کاندھلوی، شیخ زکریا، علی میاں ندوی،حضرت قاری طیب صاحب،مولانا منظور صاحب نعمانی،منت اللہ رحمانی، مولانا آزاد،مولانا عبدالحمید نعمانی، مولانا حنیف ملی ، قاضی عبدالاحد ازہری (رحمھم اللہ رحمۃ واسعۃ) اور ایسے کئی اسلام کے مردانِ کار اور اساطینِ علم ہیں جنھوں نے اپنے اپنے دور میں امت کی خوب خوب خدمات انجام دیں،علوم کے دریا بہائے،امت کے خفتہ بختوں کو پیغامِ بیداری دیا، علم کی شمعیں روشن کیں ،امت کے دکھ درد کو بانٹا۔

امت خوابِ غفلت میں مست سوتی رہی اور یہ بندگانِ خدا راتوں کی نیند چھوڑ چھوڑ کر ربِ قدیر کے سامنے گڑگڑاتے رہیں، ایسے باہنر ، اسلام کے مردانِ کار کی فہرست میں حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا نام بھی سرِ فہرست لیا جاتا رہے گا، امت کی خدمات کا ایسا کون سا شعبہ ہے جس پر مرحوم علیہ الرحمہ نے کام نہ کیا ہو، کیا مساجد ،کیا مدارس، کیا مکاتب، کیا قبرستانوں کی احاطہ بندی، کیا کنویں ، کیا بورنگیں، کیا پرائمری اسکولیں، کیا ہائی اسکولیں،کیا کالجز، کوئی شعبہ تشنہ نہ چھوڑا ہمہ جہت ملتِ اسلامیہ کی خدمات کی ہے، سچ پوچھیے تو **حضرت! "بے مایہ امت کا گراں مایہ سرمایہ تھے"** ایسے ہی باکمال، پاک باز، نیک نہاد، اسلام کے مردانِ کار کی شان بیان کرتے ہوئے کبھی اقبال علیہ الرحمہ نے کہا

تھا گویا حضرت والا! علامہ اقبال کے اس شعر کی حقیقی مصداق تھے:

ع

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب اس کی نگاہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

فیضان الٰہی سے حضرت والا کو جو فیض ملا تھا سچ پوچھو تو حضرت نے اس میں ذرا بخیلی سے کام نہ لیا، حضرت کی گویا یہ صدا صدائے عام تھی :

ع

میری زندگی کا مقصد ہر ایک کو فیض پہنچے
میں چراغِ راہِ گزر ہوں مجھے شوق سے جلائے

آہ... حضرت وستانوی

بقلم :- مولانا عبدالرافع سعیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آہ! دل لرزاں ہے، آنکھ تر ہے، زبان گُنگ ہے، قلم لرزاں ہے!
امتِ مسلمہ کا عظیم سایہ، علم و حلم کا روشن چراغ، تقویٰ و طہارت کا مینارِ نور —
خادم القرآن والمساجد، حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی رحمہ اللہ
آج، خاک کی آغوش میں جا سوئے،
رحمتِ رب کے جلوؤں میں چھپ گئے۔
وہ جن کی حیات علم کی ضیاء،
عمل کا جمال، زہد کی چمک،
اور اخلاص کی خوشبو سے مہکتی تھی،
آج وہ خاموش ہو گئی،
مگر ان کی صدائیں، خدمات، روایات —
ہمیشہ کے لیے زندہ رہ گئیں۔
انا للہ و انا الیہ راجعون
جانے والا، علم و عرفان کا امین تھا،
قوم و ملت کا نگہبان تھا،

شریعت کا ترجمان تھا،
دلوں کا محبوب، نگاہوں کا نور،
منبروں کا خطیب، محرابوں کا امام،
علم کا بحرِ بیکراں، حلم کا کوہِ گراں۔
یا ارحم الراحمین!
اس فقیرِ راہِ حق کو اپنی آغوشِ رحمت میں جگہ عطا فرما،
ان کی لغزشوں کو درگزر فرما،
ان کے درجات کو بلند،
قبر کو گلزار، اور حشر کو پُرنور بنا دے۔
اللھم اجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ، ولا تجعلہ حفرۃ من حفر النیران
اللہ تعالیٰ پس ماندگان، تلامذہ، متعلقین، احباب اور محبّین کو صبر جمیل عطا فرمائے،
رخصت ہوا ایک چراغ، بجھی ایک روشنی،
مگر اس کے اجالے ہر دل پر باقی رہیں گے، ابد تک زندہ رہیں گے۔
آمین یا رب العالمین

خدمت کا درویش، علم کا چراغ

بقلم :- م ، ع ، ن حرا آن لائن

کبھی کبھی وقت کے بے رحم دھارے میں ایک ایسی شخصیت نمودار ہوتی ہے، جو اپنی سادگی میں وقار، خاموشی میں خطابت، اور خدمت میں قیادت کا مجسمہ بن کر دنیا کو خیر و فلاح کی راہوں پر گامزن کرتی ہے۔ ایسی ہی ایک روحانی، علمی اور رفاہی عظمت کی علامت تھے حضرت مولانا غلام محمد وستانویؒ۔ وہ ایک ایسے عہد کا نام تھے جو گزر تو گیا، مگر اپنی خوشبو زمانے کی سانسوں میں چھوڑ گیا۔

یکم جون 1950ء کو گجرات کے ایک گاؤں کوساڑی میں جنم لینے والے اس چراغ نے ابتدا ہی سے علم و عمل کا سفر شروع کیا۔ جب 1952ء یا 1953ء میں ان کا خاندان وستان منتقل ہوا تو گویا ایک نئی تقدیر نے ان کے قدم چومے۔ مدرسہ قوت الاسلام کوساڑی میں قرآن کریم حفظ کیا، پھر بروڈہ کے مدرسہ شمس العلوم اور فلاح دارین ترکیسر میں دینی علوم کی باریکیوں میں مہارت حاصل کی۔ 1972ء کے اوائل میں اپنی تعلیم مکمل کی، اور اسی سال مظاہر علوم سہارنپور کا رخ کیا، جہاں حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ جیسے محدث العصر کی شاگردی میں بخاری شریف پڑھی۔

لیکن علم کا یہ متلاشی صرف کتب و اساتذہ کا طالب نہیں تھا، بلکہ وہ روحانیت، اخلاق، اخلاص اور اصلاح کا سچا خوگر تھا۔ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا، ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ سے وابستہ ہوئے

اور ان کے خلیفہ مجاز بنے۔ یوں علم و روحانیت کی دونوں نہریں اس دل میں ایک ساتھ رواں ہو گئیں، جس میں صرف امت کی بھلائی کی تڑپ تھی۔

علم کی تکمیل کے بعد آپ کا پہلا تدریسی سفر قصبہ بوڈھان، ضلع سورت میں شروع ہوا، لیکن اصل میدان دارالعلوم کنتھاریہ، بھروچ میں سجا، جہاں فارسی سے متوسطات تک تدریس کی خدمات انجام دیں۔ مگر حضرت وستانویؒ کے دل میں ایک بڑا خواب پرورش پا رہا تھا، جو 1979ء میں اکل کوا کی دھرتی پر شرمندہ تعبیر ہوا۔ یہاں انہوں نے ''جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم'' کی بنیاد رکھی۔ چھ طلبہ اور ایک استاد سے شروع ہونے والا یہ ادارہ وقت کے ساتھ علم و عرفان کا ایک ایسا مرکز بن گیا، جو دینی و عصری تعلیم، فنی مہارت، پیشہ ورانہ تربیت اور رفاہی خدمات کا امتزاج بن گیا۔

یہ مدرسہ نہیں تھا، یہ ایک تحریک تھی۔ یہاں قال اللہ و قال الرسول کے ساتھ سائنس و ٹیکنالوجی کی روشنی بھی دی جاتی ہے۔ یہاں کے نصاب میں صرف متونِ فقہ نہیں، بلکہ جدید معاشرتی اور سائنسی تقاضوں کی بھی عکاسی ملتی ہے۔ یہاں صرف عالم نہیں بنتے، باشعور، باہنر اور بامقصد انسان تیار ہوتے ہیں۔

مولانا کی زندگی کا ہر لمحہ خدمت خلق میں گزرا۔ وہ یتیموں کے لیے باپ، بیواؤں کے لیے سہارا، بیماروں کے لیے امید، اور محروموں کے لیے مسیحا بنے۔ ان کے ہاتھ خالی تھے، مگر دل مالا مال۔ وہ بولتے کم تھے، مگر ان کی خاموشی میں ایسی تاثیر تھی کہ بڑے بڑے خطیبوں کی تقریریں ماند پڑ جائیں۔

ان کی خدمات کا دائرہ صرف اکل کوا یا گجرات تک محدود نہ رہا، بلکہ ملک کے گوشے گوشے میں انہوں نے تعلیمی اور رفاہی ادارے قائم کیے۔ ایک مکمل ماڈل پیش کیا کہ

دین ودنیا، مسجد ومدرسہ،ہسپتال ویونیورسٹی سب ایک چھت کے نیچے کیسے جمع ہو سکتے ہیں
ان کی قیادت کے اوصاف اس وقت مزید نمایاں ہوئے جب 1998ء میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے، اور 2011ء میں مہتمم کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ان کے اصلاحی عزائم نے بعض حلقوں میں اضطراب پیدا کیا، اور ان کے چند بیانات کو سیاق و سباق سے ہٹا کر پیش کیا گیا۔ یوں اختلافات نے جنم لیا، اور 23 جولائی 2011ء کو ان سے منصبِ اہتمام واپس لے لیا گیا۔ مگر وہ دلوں کے مہتمم تھے، ان کے لیے عہدے اور مناصب کبھی معیار نہ تھے۔

ان کا اندازِ قیادت خاموش، مگر اثر انگیز تھا۔ وہ دھیرے سے بولتے، مگر ہر لفظ پتھر پر لکیر ہوتا۔ ان کی باتوں میں خلوص، نظر میں دوربینی، اور قدموں میں ثبات تھا۔ وہ خود مٹی میں گم رہے، مگر دوسروں کے لیے آسمان بن گئے۔

4 مئی 2025ء، بروز اتوار، 5 ذی القعدہ 1446ھ کووہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔

افلاک رو رہے ہیں زمیں بھی اداس ہے : آنسو بہا رہی ہے فضا تیری موت پر

یہ صرف ایک شخصیت کا انتقال نہ تھا، بلکہ ایک عہد کا خاتمہ تھا۔ ان کے جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے، جو شاید کبھی پُر نہ ہو سکے۔ مگر ان کی قائم کردہ درسگاہیں، ان کے پُرخلوص اولاد و شاگرد، ان کے خواب، اور ان کا اخلاص ہمیشہ زندہ رہے گا۔
وہ ہمیں سکھا گئے کہ علم صرف صفحوں میں نہیں، کردار میں بھی ہوتا ہے۔ وہ ہمیں دکھا گئے کہ قیادت صرف تقریروں میں نہیں، خدمت میں ہوتی ہے۔ اور وہ ہمیں بتا گئے کہ انقلاب نعرے سے نہیں، عمل سے آتا ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مرثیہ بر وفات حضرت وستانوی

بقلم :- مولانا محمد انس قاسمی بجنوری

مرثیہ بر وفات : خادم القرآن و الحدیث سلطان المدارس و عامر المساجد حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رئیس جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا و رکنِ شوری دارالعلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور

غلامِ وستانوی کی فرقت سے، غم کا موسم ہے دل پہ طاری
چلے ہیں قرآں کے آج خادم،گئی ہے جنت میں اک سواری

وہ سیکڑوں علمی درسگاہوں کا منتظم بھی تھے پاسباں بھی
وہ روح تھے دینی مدرسوں کی ، نہیں ملے گی وہ جانثاری!

ہزاروں مسجد کے وہ تھے بانی ، تھی انکی فطرت میں جانفشانی
زمینِ گجرات رو رہی ہے ، دلوں پہ طاری ہے بے قراری

ہیں آج افسردہ اہلِ دانش ، فلک سے ایسا ستارا ٹوٹا
زمانہ کرب و الم میں ڈوبا ، فضا پہ طاری ہے سوگواری

وہ ٹوٹے لوگوں کا حوصلہ تھے، وہ دینِ برحق کی اک صدا تھے
سبھی سے شفقت سے پیش آتے، تھی ان کی پہچان انکساری

وہ طالبینِ علومِ نبوی کے میزباں تھے، وہ قدر داں تھے
وہ وارثِ علمِ مصطفیٰ تھے، عجیب تھی ان میں وضع داری

انھوں نے اکل کوا میں علم و ہنر کا ایسا چمن سجایا
جو کر رہا ہے زمانے بھر میں علومِ قرآں کی آب یاری

ہزاروں مکتب، ہزاروں مسجد، کئی ادارے ترا اثاثہ
اشاعتِ علم کے وسیلے، رہے گا تیرا ثواب جاری

حذیفہ وستانوی سا عالم تمھارا وارث، جگر کا ٹکڑا
تمھاری رحلت سے ہو رہی ہے اب انکی آنکھوں سے اشکباری

اویس نورِ نظر تھے تیرے، وہ غم میں ڈوبے ہیں اب مسلسل
چلے گئے شیخ سوئے عقبیٰ، کرے گا اب کون غم گساری؟

ترے بچھڑنے سے غمزدہ یہ **حنیف شیخ الحدیث** بھی ہیں
بہت ہی افسردہ انکا دل ہے، غموں کا بادل ہےان پہ طاری

غلامِ وستانوی کی فرقت سے **عیسیٰ** بے چین ہوگئے ہیں
زمیں بھی نوحہ کناں ہوئی ہے، فلک بھی کرتاہےآہ وزاری

نہیں ہے اب تاب ضبطِ غم کی، **انس** یہ دل دوز حادثہ ہے
تو ان کے مرقد کو یا الٰہی بنادے جنت کی اک کیاری!

از قلم : محمد انس قاسمی بجنوری
مرکز دارالایمان علی پورہ جٹ ضلع بجنور
رابطہ نمبر : 8449973251

مرثیہ بروفات حضرت مولانا غلام محمد وستانوی

بقلم :- مولانا ایوب کشی نگری

حضرتِ وستانوی ہر دل کو ہیں دہلاگئے
ہوکے رخصت ہم سے،ہم کو آج ہیں تڑپاگئے
تھے وہ سایہ علم کا، سر پر ہمارے ہر گھڑی
ہر قدم سنت پہ چل کر راہِ حق دکھلا گئے
درسگاہوں میں جہاں قرآن کی مہکار تھی
وہ صدائے نور بن کر ہر زباں پہ چھا گئے
تھے وہ زاہد اور معلم، تھے شفیق و مہرباں
اپنی سادہ زیست سے دینِ مبیں سکھلا گئے
اب کہاں وہ حوصلہ،اخلاص، حکمت کی جھلک
چھوڑ کر ہم کو اکیلا، خامشی برسا گئے
تھی زباں پرروشنی،دل میں صداقت کی ضیاء
قولِ حق ایوبؔ کہہ کر جو ہمیں سمجھا گئے

شرر سے جس نے اک تیرہ جہاں کو کردیا تاباں

بقلم :- مولانا رشید الدین معروفی

مرثیہ بروفات خادم القرآن معمار مساجد حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی رحمۃ اللہ علیہ

اداسی کیوں ہے چھائی آج لالہ زار وستاں میں
چراغ زندگی گل ہوگیا میرے شبستاں میں

زمیں ماتم کناں ہے آسماں بھی آبدیدہ ہے
کہ مہتاب فلک اب نہ رہا شہر نگاراں میں

سراپا رنج ہے ہر گل ہر اک غنچہ فسردہ ہے
کہاں پائیں گے نظر باغباں اب ہم گلستاں میں

محبت ، مہر و الفت اور وفا کا اک نمونہ تھا
وہ حسن خلق کی تصویر تھا اس بزم امکاں میں

شکیبائی ، عزیمت ، استقامت سے عبارت تھا
رہا سینہ سپر وہ ناخدا آشوب طوفاں میں

نفس سے اسکے کتنی جل اٹھی ہیں شمع عرفانی
وہ رمز آگہی بن کر رہا علمی دبستاں میں

وہ معمار مساجد اور مدارس کا نگہباں تھا
مسیحائی کا جوہر تھا نہاں انفاس پنہاں میں

شرر سے جس نے اک تیرہ جہاں کو کر دیا تاباں
وہ یکتا نیر رخشاں رہا اس چرخ دوراں میں

نظر جس کی عقابی تھی عمل جس کا بلالی تھا
وہ مرد کوہکن تھا بیستون شہر جاناں میں

ہے اس کی زندگی تاریخ کا ایک باب تابندہ
وہ اک بےلوث تھا سرخیل راہ اہل قرآں میں

وہ تھا پروردہ صدیق ، محبوب مشائخ تھا
وہ خضر راہ تھا اخلاف کے شہر غریباں میں

رشید اس جوہر تاباں کو کیا الفاظ پہنائے
مکیں فردوس کا تھا آگیا تھا بزم یاراں میں

سوئے جنت مسکرا کر چلدیئے وستانوی

بقلم :- مولانا محمد طیب برگچھیاوی، سیتامڑھی

سارے عالم کو رلا کر چلدیئے وستانوی
سوئے جنت مسکرا کر چلدیئے وستانوی

درد دل آرام پائے اب یہ ممکن ہی نہیں
زخم فرقت یوں لگا کر چلدیئے وستانوی

مشفق و بے لوث خادم صاحب فکرو نظر
رہبری کا حق نبھا کر چلدیئے وستانوی

آپکے جیسا ولی صدیوں میں آتا ہے کوئی
حق ولایت کا ادا کر چلدیئے وستانوی

نیک سیرت ، نیک فطرت، خوش مزاج وباصفا
زندگی جینا سکھا کر چلدیئے وستانوی

بے کسوں اور بے بسوں کا آسرا وناخدا
مرحمت سب کو عطا کر چلدیئے وستانوی

خدمت قرآن **طیب** آپکی تھی زندگی
راہ حق سب کو دکھا کر چلدیئے وستانوی

منظوم تعزیت نامہ

بقلم :- مفتی حفیظ اللہ حفیظ قاسمی بستوی

منظوم تعزیت نامہ برسانحۂ ارتحال عالمِ اسلام کی مایۂ نازعبقری شخصیت خادم القرآن الکریم معمارِ مساجد،سرپرستِ مدارس ومکاتب محبوب العلماءوالصلحاءمعروف عالم دین حضرت مولانا غلام محمدوستانوی نوراللہ مرقدہ بانی ومتہم مدرسہ اشاعت العلوم اکل کنواں مہاراشٹر

ازقلم :- مفتی حفیظ اللہ حفیظ قاسمی بستوی ناظم تعلیمات جامعہ سراج العلوم بھیونڈی وناظم تنظیم جمعیۃ علماء مہاراشٹر

پیشکش:حضرات اراکین واساتذۂ کرام الجامعۃ الاسلامیہ سراج العلوم بھیونڈی وارباب بست وکشادجمعیۃ علماءمہاراشٹر

غلامِ محمد کی رحلت ہوئی ہے زمیں تا فلک شورِ آہ وفغاں ہے
یکایک فراقِ چمن سازمالی سے حیرت زدہ باغِ اکل کنواں ہے

وہی جس نے کلیوں کوہنسناسکھایا، گلوں کو مہک دی مہکناسکھایا
عنادل کوجس نے چہکناسکھایااسے ڈھونڈھتا آہ یہ گلستاں ہے

گیارشکِ بزمِ جنوں اس جہاں سے ،وہی جذبۂ وعزم لائیں کہاں سے
یقیں جانئے آج **ملت** کے دل پرگرا دفعتاً غم کا کوہِ گراں ہے

وہ **خادم فداکارِقرآن وسنت** ، رہابن کے اک پیکرِ پیار و الفت
وہ **فخرِ وطن** کیا گیا دوستو! غمزدہ دیکھ لو **سارا ہندوستاں** ہے

مدارس،مکاتب کامعمار بھی تھا، وہ **اسکول وکالج** کاغمخوار بھی تھا
مساجد کی تعمیر کا سلسلہ بھی ہے کتنا سنہرا جوسب پرعیاں ہے

وہ عزمِ مصمم کاکوہِ گراں تھا، وہ مرد خدا رشکِ کرّ وبیاں تھا
مسلم ہیں اک **ایک** شہکاراسکے رہا قدرداں اسکا ساراجہاں ہے

دعاقاری صدیق کی رنگ لائی جوگونجی فضاؤں میں یہ شاہنائی
انھیں کی مسلسل عنایت کی ضو سے یہ مہتابِ فکر ونظر ضوفشاں ہے

اصاغر کاوہ مرجعِ مستندتھا ، **اکابر** کی نظروں میں وہ معتمد تھا
معاصر بھی جس کوسروں پربٹھاکریہ بولے کہ اب تو یہی جانِ جاں ہے

جوام المدارس کارکنِ رکیں تھابھی بزمِ عشاق کاشہ نشیں تھا
اَجل گو بظاہر اسے لے گئی ہے مگر وہ دلوں میں یوں ہی جاوداں ہے

عجب شوکت وشانِ **وستانوی** تھی،سدا مائلِ **مدنی و تھانوی** تھی
ارے **شیخ عبداللہ** اور **شیخ یونس** کی حاصل اسے صحبتِ بیکراں ہے

نہیں تھی طلب دل میں دنیائے دوں کی، نہ تھی آرزو چندروزہ سکوں کی
رواں فکرِ عقبٰی کے رُخ پر اسی کی ہی شہ پر **اشاعت** کا یہ کارواں ہے

زمانے نے کی خوب گوتاچپوشی نبھاتا تھا وہ **رسمِ خانہ بدوشی**
وہ یکساں ہی **محبوبِ شاہ وگدا تھا**، بڑی پُرکشش **شیخ** کی داستاں ہے

بچھا کر **بساطِ علومِ نبوت**، **غلام محمد** ہے پیوندِ تربت
الٰہی! ترا فضلِ بسیار ہی **قبرو برزخ** میں سامانِ راحت رساں ہے

حذیفہ، **اویس**، **اور دختر ہیں** بے خود، ہے **کنبہ** اداس اور **بیوہ** ہیں بے سدھ
سب استاذو طلباء ہیں مغموم بیٹھے **سب احباب** کے دل میں دردِ نہاں ہے

حفیظ! آؤ رب سے دعا ہم کریں گے بدل کے لئے التجا ہم کریں گے
گو **بیٹا حذیفہ جگر گوشۂ شیخ عالی** خود اک فاضلِ نوجواں ہے

چل دیے وستانوی ہم کو تنہا چھوڑ کر

بقلم :- مولانا سلمان سنت کبیر نگر، یوپی

غم زدہ غم خوردہ و روتا بلکتا چھوڑ کر
چل دیے وستانوی ہم کو تنہا چھوڑ کر

عاشقوں کی بھیڑ میں دولہا کے جیسا کروفر
حاسدوں کو چل دئے حیرت میں تکتا چھوڑکر

کس کی شامت تھی؟ کہ آتا سامنے اس شیر کے
دم دبائے بھاگتا ہر ایک رستہ چھوڑ کر

دل سے شیدا ہو گیا وہ جس نے دیکھا اک نظر
حاسدوں کو کیا ملا؟ ان کا کف پا چھوڑ کر

آپ کی ہر ہر ادا سے سنتیں تھیں آشکار
ہے بدل کوئی کہیں گزرا زمانہ چھوڑ کر

منزل مقصود پاسکتے نہیں **سلمان** کبھی
ان کے جلوؤں کی تجلی ان کا سایہ چھوڑ کر

چھوڑ کر دنیا چلے ہیں حضرتِ وستانوی

بقلم :- مولانا قاری محمد الحسینی

چھوڑ کر دنیا چلے ہیں حضرتِ وستانوی
ربِ رحماں سے ملے ہیں حضرتِ وستانوی

ہند کے گلشن میں رونق آپ ہی سے تھی عیاں
خلد کے ساکن بنے ہیں حضرتِ وستانوی

آپ کو مانا مفکر باضمیروں نے یہاں
کام پورا کر گئے ہیں حضرتِ وستانوی

خادم القران تھے وہ کاملِ ایمان تھے
کامیابی پا گئے ہیں حضرتِ و ستانوی

ہر طرف غمگیں صورت چھارہی ہے دوستو!
کیونکہ وہ ہم سے روٹھے ہیں حضرتِ وستانوی

آپ کے اخلاق پر بھی اِک نظر تم کیجئے
خواب اب وہ بن گئے ہیں حضرتِ وستانوی

آپکی عظمت کو ظاہر کس طرح کرپائیں گے
احساں ایسے کرگئے ہیں حضرتِ وستانوی

جنت الفردوس میں حاصل محمد ہو مقام
ہم دعائیں کررہے ہیں حضرتِ وستانوی